برادرِ مولائے کائنات حضرت سیدنا جعفر طیار کی
حیات و خدمات اور ان کی اولاد کا نسب نامہ

نسب نامہ
آلِ جعفر طیارؓ



تالیف
مجددِ وقت ابو الفیض سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی بلگرامی

ترجمہ و تقدیم
محمد عیسیٰ رضوی قادری

ناشر
دعوت قرآن اکیڈمی
پریم نگر کانپور

الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار

[illegible]

الشیخ الامام والبحر الھمام

ابی الفیض السید محمد مرتضی الحسینی البلجرامی الزبیدی

المتوفی بمصر سنۃ ۱۲۰۵ھ

کا

سلیس وبامحاورہ اردو ترجمہ

بنام

نسب نامۂ آل جعفر طیار

حسب فرمائش

رئیس الاتقیاء پیر طریقت

حضرت علامہ مولانا سید اویس مصطفٰے صاحب واسطی

بلگرامی مدظلہ العالی

ترجمہ وتقدیم

محمد عیسٰی رضوی قادری

خلیفۂ تاج الشریعہ وخادم الحدیث والافتاء الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج

ضلع قنوج۔یو،پی

ناشر: دعوت قرآن اکیڈمی پریم نگر کانپور

باسمہ تعالیٰ

کتاب:.................الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار
تصنیف:.............امام ہمام مجدد وقت حضرت علامہ سید شاہ مرتضیٰ بلگرامی زبیدی
ترجمہ:..............نسب نامہ آل جعفر طیار
مترجم:...........خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ رضوی قادری
تحکم:..............رئیس الاتقیاء حضرت علامہ سید شاہ اویس مصطفےٰ قادری واسطی
تحریک:...............حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد یونس رضا صاحب اویسی، کانپور
کمپوزنگ وسیٹنگ:......حضرت علامہ قاری محمد میکائیل صاحب ضیائی
سن اشاعت:..........۱۴۴۱ھ/ ۲۰۱۹ء
بموقع:.............۷۹۵ واں عرس امام واسطی فاتح بلگرام قدس سرہٗ
تعداد:..............۱۱۰۰
ناشر:..............دعوت قرآن اکیڈمی پریم نگر کانپور
تقسیم کار:............دار العلوم دعوت الصغریٰ میدان پورہ بلگرام شریف

ملنے کے پتے

(۱)..........................خانقاہ قادریہ صغرویہ بڑی سرکار بلگرام شریف
(۲)..........................قادری کتاب گھر، اسلامیہ مارکیٹ نومحلہ مسجد بریلی شر
(۳)..........................مکتبہ رحمانیہ، درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف
(۴)..........................فیاض الحسن اینڈ سنس بک سیلر نئی سڑک کانپور

انتساب

مجمع البحرین، غوث الثقلین، نجیب الطرفین،
سید السادات، امام زمانہ، فاتح بلگرام حضرت علامہ شاہ سید
محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ واسطی چشتی حنفی قدس سرہ العزیز
(جداعلیٰ سادات بلگرام، مارہرہ، مسولی وغیرہ)

مرید وخلیفہ

جانشین غریب نواز، قطب الاقطاب، سید السادات حضرت سید شاہ
قطب الدین بختیار کاکی چشتی حنفی قدس سرہٗ
کے نام

☆

ع: گر قبول افتد زہے عزوشرف

☆

محمد عیسیٰ رضوی قادری غفرلہ

فہرست مشمولات

☆عبداللہ بن حسن اور اسحاق بن حسن کے جانشین
☆محمد الرئیس الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی کے جانشین
☆عیسیٰ بن محمد الرئیس الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی کے جانشین
☆ادریس بن محمد الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی کے جانشین
☆ابراہیم اصغر بن محمد الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی کے جانشین
☆یحیٰ بن محمد الجواد کے جانشین
☆ابوالکرام عبداللہ بن محمد الجواد کے جانشین
☆ابراہیم اعرابی بن محمد الرئیس بن محمد العالم بن علی زینبی کے جانشین
☆عبداللہ بن ابراہیم الاعرابی کے جانشین
☆جعفر سید بن ابراہیم اعرابی کے جانشین
☆یوسف بن جعفر سید بن ابراہیم اعرابی کے جانشین
☆اسحاق بن محمد بن یوسف بن جعفر سید بن ابراہیم اعرابی کے جانشین
☆ابراہیم بن جعفر سید کے جانشین
☆موسیٰ بن جعفر بن ابراہیم کے جانشین
☆موسیٰ بن جعفر سید کے جانشین
☆داؤد بن جعفر سید کے جانشین
☆اسماعیل بن جعفر سید کے جانشین
☆ابراہیم مقتول کے جانشین
☆حسان بن ابی جمیل بن موسیٰ بن ابراہیم بن اسماعیل بن جعفر سید کے جانشین
☆عبداللہ بن جعفر سید کے جانشین
☆محمد بن جعفر سید کے جانشین
☆حسن بن جعفر سید کے جانشین

☆☆☆

خاندان جعفری کا سید و سردار ہے

نتیجۂ فکر:۔حضرت علامہ قاری محمد میکائیل ضیائی صاحب
صدر نعت اکیڈمی واستاذ جامعہ احسن المدارس قدیم،نئی سڑک کانپور

مہرباں مجھ پر کچھ ایسا طالع بیدار ہے
میرے لب پر آج ذکر جعفر طیار ہے
ہاں وہ جعفر جو ابو طالب کے گھر پیدا ہوا
خاندان جعفری کا سید و سردار ہے
فاطمہ بنت اسد ماں اور ابو طالب ہیں باپ
جس کا بھائی شاہ مرداں حیدر کرار ہے
اولِ اصحاب میں ہیں، صاحب فضل وکمال
سرورکونین کو ان سے مثالی پیار ہے
وقت فتح جنگ خیبر مصطفےٰ سے جب ملے
بولے خوش ہوکر نبی،دونی خوشی اک بار ہے
دین مصطفوی کی تبلیغ واشاعت ان کا کام
فضل رب سے ہاتھ میں قرآن اورتلوار ہے
ان کے نام وکام سے زندہ ہے ایماں کی تڑپ
عشق کی دنیا میں قائم گرمیِ بازار ہے
حصہ ملنا بدر کے مالِ غنیمت سے انہیں
عظمت ورفعت کا ان کی برملا اظہار ہے

جسم پر وقت شہادت جس کے، اسّی زخم ہیں
جنگ موتہ میں بحکم مصطفیٰ سالار ہے

جنتوں میں اڑتے پھرتے ہیں پروں کے ساتھ وہ
اس وجہ سے نام ان کا جعفر طیار ہے

میرے آقا کی قرابت سے معطر ہے جہاں
ہر مسلماں کا گھر آنگن بقعۂ انوار ہے

تذکرہ ہونٹوں پہ ہے اور دل میں الفت ہے مرے
نام ان کا زینتِ بام ودرودیوار ہے

کیا ہی علامہ زبیدی نے سجائے گلستاں
خوبصورت نام اس کا ''روضۂ معطار'' ہے

آل جعفر کا نسب نامہ بیاں اس میں کیا
ان کی نسلوں سے معطر آج بھی گلزار ہے

خاندان ہاشمی کا نور پھیلا ہر طرف
آل جعفر علم وفضل وزہد کا شہکار ہے

بلگرامی واسطی حضرتِ زبیدی کی کتاب
تشنگان علم کو اک نور کا مینار ہے

وہ رئیس الاتقیا سید اویس مصطفیٰ
کشتیٔ ملت کا جن کے ہاتھ میں پتوار ہے

ان کی خواہش اور فرمائش پہ کار ترجمہ
منظر اہل سنن پر آج رحمت بار ہے

جس کی خوشبو سے معطر ہے ولایت کا چمن
خاندان واسطی کا وہ گلِ معطار ہے

نقل اردو میں کر کے عام وتام اس کو کیا
حضرت عیسیٰ رضوی کا لطفِ اُستار ہے
ڈاکٹر یونس اویسی کو ملے اجر عظیم
واسطہ اِس کا ہیں وہ، ان ہی کا حسن کار ہے
اے ضیائی دل میں روشن ہے عقیدت کا چراغ
نور سے جس کے منور منظر اظہار ہے

☆☆☆

تقریظ جلیل

نمونۂ اسلاف، منبع برکات شیخ الاتقیاء پیر طریقت حضرت علامہ حافظ قاری

سید محمد اویس مصطفےٰ

قادری واسطی بلگرامی مدظلہ العالی زیب سجادہ آستانۂ عالیہ بڑی سرکار، بلگرام شریف، ہردوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نزہت کدۂ شعائر اسلام قصبہ ''بلگرام'' جد کریم مجمع البحرین، قدوۃ الاولیاء، امام زمانہ سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ واسطی حنفی چشتی (متوفی ۶۴۵ھ) مرید و خلیفہ قطب الاقطاب سیدنا قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی قدس سرہما کے دم قدم سے رشک علم وفضل ہے۔ آپ کی نسل مبارکہ سے ایسے آفتاب و ماہتاب طلوع ہوئے جن سے ایک عالم فیض پا رہا ہے۔

اُنہیں اساطین علم وفضل میں علامۂ کامل، فقیہ زمانہ، محدث وقت، محقق عظیم، جامع علوم وفنون امام ہمام سیدی وجدی ابوالفیض سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی واسطی بلگرامی ثم زبیدی قدس سرہٗ الباری کی ذات بابرکات ہے۔ آپ تیرہویں صدی ہجری کے مجدد اور اپنے وقت کے جامع العلوم تھے۔ آپ کے تلامذہ اور فیض یافتہ متعدد ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں، اس دور میں جامع ازہر مصر قاہرہ کے اساتذہ حتیٰ کہ شیخ الازہر وغیرہ بھی آپ کے شاگردوں میں آتے ہیں۔ آپ کے خوان علم سے خوشہ چینی کرنے والوں میں والیان مملکت، مشائخ، علماء، فقہاء، اد سبھی ہیں۔ ارباب علم ودانش آپ سے سندیں حاصل کرتے تھے اور آج بھی اسلامی دنیا آ

کے فیوض و برکات سے مالامال ہے اور علمائے عرب میں آپ کی سندیں اہمیت کی حامل ہیں، چند سال پیشتر عرس رضوی میں جامع از ہر مصر کے اساتذہ وشیوخ، شیخ سید فاروق الدفاق مالکی اور شیخ سید اسامہ محمود از ہری وغیرہ ''بریلی شریف'' تشریف لائے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ فقیر واسطی کا تعلق امام زبیدی کے خانوادہ سے ہے اور امام زبیدی کی جملہ اجازتیں خانوادہ سے جاری وساری ہیں تو انہوں نے خصوصی ملاقات کی اور فقیر واسطی سے اجازت کے طالب ہوئے، فقیر نے انہیں تحریری اجازت دی، غرض اس سے امام زبیدی کی عبقریت، مرجعیت اور مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ہندوستان میں امام زبیدی کا جیسا تعارف ہونا چاہئے تھا آج تک نہ ہوسکا۔ آپ کی جملہ نگارشات عربی میں ہونے کی وجہ سے اصحاب تحقیق وتدقیق ہی قدرے واقف ہوسکے۔ کوشش ہے کہ آپ کی کاوشات کو منظر عام پر لائیں تاکہ تعارف کے ساتھ علمی دنیا آپ کے بحر علم وفضل سے فیض اٹھا سکے۔ عزیز سعید مفتی محمد یونس رضا سلمہ المنان کی وساطت سے امام زبیدی کی معرکۃ الآرا تحقیقی کتاب ''الروض المعطار'' مجھ تک آئی۔ میں نے جماعت اہل سنت کے معتبر عالم دین، بہترین قلم کار حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ رضوی صاحب استاذ الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج کو ترجمہ کے لئے سپرد کی جسے انہوں نے خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کرتے ہوئے بڑی قلیل مدت میں اس کا سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ بنام ''نسب نامۂ آل جعفر طیار'' تیار کرکے عنایت فرمادیا۔ موصوف نے اس کتاب پر تقدیم تحریر کیا ہے اور ''الروض المعطار'' پر شیخ محقق شریف عبداللہ بن محمد آل حسین حسنی حسینی کے معلوماتی مقدمہ کا ترجمہ بھی کردیا ہے۔ فقیر شکریہ کے ساتھ دعا گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے۔

جلیل القدر عظیم المرتبت صحابیِ رسول حضرت سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مولائے کائنات، باب العلم حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے حقیقی بھائی اور سرکار ابد قرار علیہ التحیۃ والثنا کے عم زاد ہیں۔ مہاجرین حبشہ کے قائد وسردار اور صاحب ہجرتین

ہیں، جنگ موتہ میں سپہ سالار کی حیثیت سے شہید ہوئے ہیں۔ ''الروض المعطار'' آپ ہی کے نسب نامہ پر امام زبیدی کی شاندار معلوماتی تحقیق ہے پڑھئے اور داد تحقیق دیجئے۔

اس کتاب کی اشاعت ''دعوت قرآن اکیڈمی'' کانپور سے ہو رہی ہے۔ یہ اکیڈمی جدی الکریم مجمع البحرین سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ السامی کی یاد میں قائم کی گئی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اکیڈمی کو خوب ترقی عطا فرمائے اور کتاب مقبول انام بنائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

دعاگو

فقیر قادری سید اویس مصطفےٰ واسطی غفرلہ

خادم

آستانہ عالیہ بڑی سرکار، بلگرام شریف

احوال واقعی

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد یونس رضا اویسی
سابق صدر المدرسین جامعۃ الرضا بریلی شریف، استاذ و مفتی جامعہ احسن المدارس قدیم کانپور

الحمدلله العلی العظیم والصلوٰة والسلام علی رسوله الکریم

عالمی شہرت یافتہ خانوادۂ سادات بلگرام شریف کے عظیم بزرگ ولی کامل، سند وقت، مجدد زمانہ، قدوۃ الکاملین، سراج الصالحین، فقیہ، محدث، مفسر، لغوی، اصولی، معقولی، منقولی، ادیب، امام ہمام، عارف باللہ، فضیلۃ الشیخ ابوالفیض سید محمد مرتضیٰ حسینی واسطی بلگرامی ثم زبیدی قادری حنفی قدس سرہ السامی (۱۱۴۵-۱۲۰۵ھ) اپنے دور کے صف اول کے محققین میں ہیں، صاحب تاریخ جبرتی نے اپنی کتاب ''تاریخ عجائب الآثار فی التراجم والاخبار'' دار الفارس بیروت کے تیرہویں صدی کے اساطین فضل وکمال میں سب سے پہلے ۱۲ صفحات پر مشتمل آپ کا شاندار فاضلانہ تذکرہ کیا ہے۔ امام زبیدی کی تحقیق وتدقیق کی دھوم عجم سی زیادہ عرب میں ہے۔ آپ تیرہویں صدی کے مجدد دین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی عبدالاول جونپوری لکھتے ہیں:

''سید مرتضیٰ بلگرامی حسینی حنفی قادری زبیدی امام لغت، ادیب، جامع عقلیہ ونقلیہ محدث، فقیہ تھے۔ ۱۱۴۵ھ میں قصبۂ بلگرام میں پیدا ہوئے اور وائل عمر میں ۱۱۴۶ھ میں حرمین شریفین پہنچے بعد تحصیل علوم کے مدت تک شہر زبید میں مقیم رہے پھر وہاں سے مصر تشریف لے گئے اور وہاں عرصے تک مسند افادت پر متمکن رہے۔ آپ کو تیرہویں صدی کا مجدد بھی کہتے ہیں۔'' (مقدمہ مفید المفتی ص ۱۳۵، مطبع منبع فیض دہلی)

امام زبیدی قدس سرہٗ مجمع البحرین، غوث الثقلین، نجیب الطرفین، فاتح بلگرام، امام واسطی حضرت سید محمد واسطی صاحب الدعوۃ الصغریٰ حنفی چشتی قدس سرہٗ جد اعلیٰ سادات بلگرام،

مارہرہ، مسولی وغیرہم کے نبیرہ اور پیران پیر، روشن ضمیر شہنشاہ بغداد سیدنا سرکار غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی بغدادی قدس سرہ السامی کے نبیرہ وسجادہ، امام الکاملین سماحۃ الشیخ سید احمد بن یسین حموی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مرید صادق اور خلیفۂ ارشد ہیں۔ امام زبیدی متعدد ملکوں کے شاہان مملکت، امراء، ادباء، شرفاء کے شیخ واستاذ ہیں۔ آپ سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ زیر نظر کتاب ''الروض المعطار'' آپ ہی کی تحقیق انیق ہے۔ رئیس الاتقیاء جانشین مشائخ بلگرام، سیدنا وسندنا مرشد گرامی حضرت علامہ مولانا حافظ قاری سید محمد اویس مصطفےٰ واسطی قادری متعنا اللہ بطول حیاتہ قاضی شرع ضلع ہردوئی وصاحب سجادہ آستانۂ عالیہ بڑی سرکار بلگرام شریف کی خدمت اقدس میں فقیر اویسی نے ''الروض المعطار'' پیش کی تو حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا یہ تو عظیم الشان صحابی رسول، مولائے کائنات حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بھائی حضرت سیدنا جعفر طیار کے تذکرہ اور نسب نامہ پر مشتمل ہے، اس کا اردو ترجمہ منظر عام پر آنا چاہئے، اس کے لئے حضرت نے فاضل جلیل، عالم باعمل، صالح مزاج، امیر التحریر حضرت علامہ مولانا محمد عیسیٰ رضوی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج کا اسم گرامی پسند فرمایا۔ چنانچہ موصوف کی خدمت میں کتاب حاضر کردی گئی۔ آپ نے چند دنوں کے اندر ہی سلیس، شستہ، بامحاورہ اردو ترجمہ کرکے عنایت فرمادیا، موصوف جماعت اہل سنت کے زودنویس، بہترین قلم کار ہیں، متعدد کتابوں کے مصنف، مترجم اور مرتب ہیں اللہ تعالیٰ اہل سنت کے سروں پر تادیر ان کا سایہ سلامت رکھے آمین۔

میرے مرشد گرامی، امام واسطی سیدنا فاتح بلگرام علیہ الرحمہ کے بیسویں سجادہ نشین ہیں۔ آپ رات ودن دین وسنیت کی اشاعت اور سلسلہ کے فروغ، پریشان حالوں کی دستگیری میں مصروف عمل ہیں۔ مزید برآں خانقاہ عالیہ بڑی سرکار کے تحت دینی، علمی، تحریری، تعمیری کاموں میں کوشاں رہتے ہیں مندرجۂ ذیل تعمیرات وتصنیفات آپ ہی کی کوشش سے معرض وجود میں آئیں ان میں آپ کے برادران شہزادۂ قطب بلگرام حضرت سید جیلانی میاں

واسطی، بادشاہ ملت حضرت ڈاکٹر سید شاہ بلال مصطفےٰ واسطی بادشاہ میاں، ہمدرد قوم وملّت حضرت سید فیضان میاں واسطی زید مجدہم اور آپ کے مریدین ومحبین کی مخلتیں شامل ہیں۔

۱-دارالعلوم دعوۃ الصغریٰ

مرشد گرامی نے اپنے پیرومرشد قطب بلگرام حضرت علامہ مفتی شاہ سید زین العابدین قادری واسطی علیہ الرحمہ کی اجازت سے اپنے جد امجد امام واسطی قدس سرہٗ کے لقب خاص ''صاحب الدعوۃ الصغریٰ'' کے نام سے ''دارالعلوم دعوۃ الصغریٰ'' کی بنیاد رکھی۔ بعد فراغت اسی ادارہ میں صدرالمدرسین کے عہدہ پر رہ کر درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اسی دوران آپ ہی نے ''مآثرالکرام تاریخ بلگرام'' کے ترجمہ کا آغاز فرمایا۔ سجادہ نشینی کی ذمہ داری، تبلیغی دورے زائرین کی کثرت کی وجہ سے سلسلہ درس موقوف کرنا پڑا۔ فی الحال نظامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ خانقاہ ہی سے متصل یہ ادارہ چل رہا ہے جس میں قرب وجوار کے طلباء کے علاوہ بیرونی طلباء بھی زیر تعلیم ہیں۔

۲-دائرۂ قادریہ کی جدید تعمیر

زائرین کی کثرت کی وجہ سے آپ نے خانقاہ عالیہ دائرۂ قادریہ کی جدید تعمیر بھی کرائی جس میں ہر دن سیکڑوں مہمان رہتے ہیں اور خانقاہ کی طرف سے ان کی مہمان نوازی کی جاتی ہے۔

۳-گنبد قادری

خانقاہ عالیہ سے متصل کاشف الحقیقۃ، صاحب العرفان قطب ربانی حضرت سیدنا شاہ سید محمد قادری واسطی معروف قادری دادا اور قطب بلگرام حضرت علامہ سید زین العابدین واسطی قادری قدس سرہما کے مزار اقدس کی تعمیر کرائی جس پر شاندار گنبد بھی تعمیر کروایا۔ اس گنبد

قادری کے نیچے مذکورہ بزرگوں کے علاوہ تین بزرگ آرام فرما ہیں۔

۴-قادری جامع مسجد

محلہ میدانپورہ میں گلشن واسطی کے سامنے خانقاہ عالیہ سے متصل مرشد گرامی کے اجدا میں عظیم بزرگ حضرت سیدنا شاہ سید محمد کرم اللہ واسطی قدس سرہٗ ہیں جنہوں نے مدینۂ منور میں واقع مسجد ابو ہریرہ کے نقشے پر بڑی مضبوط اور اس دور کی شاندار مسجد تعمیر کی تھی، نمازیوں کی کثرت اور دیگر وجوہات سے اسے شہید کرنی پڑی۔ اسی جگہ پر ''قادری جامع مسجد'' کی بنیا عرس فاتح بلگرام کے موقع سے چار سال پیشتر مرشد گرامی حضور رئیس الاتقیاء مخدوم ملت زید مجدہ، بادشاہ ملت حضرت ڈاکٹر سید بادشاہ حسین واسطی زید مجدہ، مرشد اجازت، است گرامی قطب وقت حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ اختر رضا خاں صاحب قادر ازہری علیہ الرحمہ، مرشد اجازت، استاذ گرامی حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری ز مجدہ اور بے شمار علماء و مشائخ اور عمائدین اسلام کی موجودگی میں رکھی گئی۔ الحمد للہ دیدہ زیب شاندار مسجد بن کر دعوت نظارہ پیش کر رہی ہے۔ فی الحال تزئین کا کام جاری ہے۔

۵-تعمیر مزار امام واسطی فاتح بلگرام

مرشد گرامی زید مجدہ نے مزار اقدس سے متصل آراضی خریدی اس کے بعد مزار شریف سے متصل درختوں وغیرہ کو کٹوایا پھر انجینئر سے روضہ کا نقشہ بنوا کر اس پر تعمیر کا آغاز کر دیا ہے مولیٰ تعالیٰ ہم غلامان امام واسطی فاتح بلگرام کی آرزوؤں کی جلد از جلد تکمیل فرمادے کہ روض امام واسطی بن کر دعوت نظارہ پیش کرے۔

۶-سید محمد صغریٰ ٹرسٹ

مرشد گرامی نے خانقاہ عالیہ کے متعدد کاموں کی تکمیل کے لئے ایک ٹرسٹ بنام ''س

محمد صغریٰ ٹرسٹ'' بنوایا ہے تا کہ کسی طرح کی کوئی رکاوٹ دینی کاموں کو انجام دینے میں نہ آئے۔ بہت سے امور اس ٹرسٹ کے تحت انجام دیئے جارہے ہیں اور ان شاء اللہ مزید دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ مرشد گرامی زید مجدہ کے حکم وارشاد سے مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہوچکی ہیں:

۱- مآثر الکرام تاریخ بلگرام کا اردو ترجمہ

مآثر الکرام حسان الہند مؤرخ بے نظیر حضرت علامہ میر سید غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ السامی کی تصنیف لطیف ہے جو فارسی زبان میں ہے اس کتاب کا اردو ترجمہ راقم الحروف فقیر اویسی نے مرشد گرامی کے حکم سے کیا ہے۔ اس کی اشاعت قطب وقت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے حکم سے مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف سے عمل میں آئی۔

۲- نظم اللآلی فی نسب السید علاء الدین العالی

یہ کتاب بھی فارسی زبان میں ہے اس کے مصنف حضرت مولانا سید محمد بن علامہ سید غلام نبی بلگرامی ہیں۔ اس کا ترجمہ ''صغروی سادات بلگرام'' کے نام سے حضرت علامہ ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی صاحب نے کیا ہے۔ سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز شہسرام نے اسے شائع کیا ہے۔

۳- سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات

یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔ اس کے مصنف حسان الہند مورخ بے نظیر حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ ہیں۔ اس کا ترجمہ ''فضائل سادات'' کے نام سے حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی زید مجدہ نے کیا ہے۔ اسے بھی سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز شہسرامی نے شائع کیا ہے۔

۴-دائرۂ قادریہ بلگرام شریف

یہ کتاب حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی زیدمجدہ کی تصنیف لطیف ہے۔اس میں بزرگان بلگرام میں سے چند مشاہیر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔یہ بھی سلطان شیر سوری پبلیکیشنز شہسرام سے شائع ہوئی ہے۔

مذکورہ چاروں کتابوں پر قطب وقت،تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمہ اور رئیس الاتقیاء،مخدوم ملت حضرت علامہ مولانا حافظ قاری سید اویس مصطفےٰ قادری بلگرامی کی تقریظ مبارک ہیں۔

۵-رسالہ عمادیہ

یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے۔اس کے مصنف حضرت علامہ سید محمد حیات بن سید علی بلگرامی ہیں۔یہ قطب الاولیاء خواجہ سید عمادالدین چشتی بلگرامی قدس سرہ السامی کے حالات زندگی پہ مشتمل ہے اس کا اردو ترجمہ بنام ''خواجۂ بلگرام'' حضرت مولانا محمد نورالحسن نوری اویسی صاحب نے کیا ہے اس کا ناشر مخدوم ملت لائبریری،سیف آباد،پرتاپ گڑھ یوپی ہے۔

۶-اللہ والے بلگرام کے

اس کے مصنف حضرت مولانا محمد نورالحسن نوری اویسی صاحب ہیں اس میں انہوں نے صغروی سادات کے پانچ بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔یہ بھی مخدوم ملت لائبریری سیف آباد پرتاپ گڑھ یوپی سے چھپی ہے۔

۷-مشہور زماں فاتح بلگرام

اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا محمد اختر حسین فیضی مصباحی استاذ جامعہ اشر

مبارکپور اعظم گڑھ ہیں۔ یہ فاتح بلگرام، مجمع البحرین، غوث الثقلین، نجیب الطرفین امام ہمام حضرت سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ واسطی چشتی قدس سرہٗ العزیز (ولادت ۵۶۴ھ۔ م ۶۴۵ھ) کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ زماں انٹر پرائزیز، نیا پورہ مبارک پور، اعظم گڑھ نے اسے شائع کیا ہے۔

۸-فاتح خیبر سے فاتح بلگرام تک

اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا مفتی محمد معین الدین خاں برکاتی استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف ہیں۔ مولائے کائنات حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مجمع البحرین سیدنا فاتح بلگرام سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ چشتی واسطی قدس سرہٗ تک کے سادات کرام کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب بریلی شریف سے شائع ہوئی۔

۹-الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار

اس کتاب کے مصنف مجدد دین وملت امام زبیدی حضرت علامہ شاہ سید محمد مرتضیٰ بلگرامی واسطی قدس سرہٗ ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ رضوی صاحب شیخ الحدیث الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج قنوج یوپی نے کیا ہے۔ اس کتاب پر سیدنا جعفر طیار کی شان میں استاذ الشعراء حضرت علامہ قاری محمد میکائیل ضیائی زید مجدہ استاذ جامعہ عربیہ احسن المدارس قدیم نئی سڑک کانپور نے فقیر اویسی کی گزارش پر شاندار منقبت تحریر فرمائی ہے۔ نیز اس کی کمپوزنگ اور سیٹنگ کا فریضہ بھی آپ ہی نے انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کی اشاعت دعوت قرآن اکیڈمی کانپور سے ہو رہی ہے۔

مرشد گرامی زید مجدہ کا ارادہ ہے کہ خانوادۂ سادات بلگرام کے مصنفین کی کتابیں جدید ... مولیٰ تعالیٰ مرشد گرامی زید مجدہ کی عمر میں

صحت کے ساتھ برکتیں عطا فرمائے اور تادیر ہمارے سروں پر ان کا سایہ قائم رکھے۔ گلشن
واسطی کے جملہ افراد کو مولیٰ تعالیٰ تمام زمینی آسمانی بلاؤں سے محفوظ رکھے اور ان کے صد
ہم اہل سنت کو بھی اللہ تعالیٰ جملہ آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔ آمین

دعاجو

ڈاکٹر محمد یونس رضا مونس اویسی غفرل

خادم التدریس والافتاء

جامعہ عربیہ احسن المدارس قدیم نئی سڑک کانپو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

بلگرام کی سرزمین اس لحاظ سے تاریخی اوراہمیت کی حامل ہے کہ اس کی آغوش سے علوم وفنون کے بڑے بڑے تاجور نکلے جن کی علمی خدمات کی گونج آج تک انفس وآفاق میں موجود وباقی ہے۔ بلگرام کی مردم خیز سرزمین سے کوئی عظیم مؤرخ بن کر نکلے، کوئی بے مثل محدث بن کر چمکے، کوئی مصنف ومحقق کی حیثیت سے مشہور ہوئے، کسی کی معرفت وشناخت ایک بڑے شاعر کی حیثیت سے ہوئی، کوئی ایسے صوفی اور بزرگ ہوئے کہ آسمان ولایت کے آفتاب وماہتاب بن گئے۔ غرضیکہ بلگرام ایک بابرکت اور علمی سرزمین ہے وہاں کی آب وہوا میں علم وادب اور تصوف وسلوک کی پاکیزہ خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ زمینی حقائق کے اعتبار سے بلگرام کا خطہ تاریخی اور روایتی ہے جو ہمارے لئے قابل تکریم وادب اور باعث عزت وافتخار ہے۔

صغروی سادات بلگرام کے تعارف وفضائل پر مشتمل کئی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جن سے حقائق وشواہد کے اجالے میں یہ بات واضح وعیاں ہوچکی ہے کہ سادات بلگرام صحیح النسب حسینی سید اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں ہیں۔ ان کا حسب ونسب محفوظ وسلامت ہے ان کا خاندان غیر کی شرکت سے پاک وصاف ہے۔

سادات بلگرام میں سے گیارہویں صدی ہجری میں ایک ایسے امام علم وفن پیدا ہوئے

جن کے علم وفضل کی نکہت وشمیم صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ یمن مصر حرمین طیبین حجاز اور پورے عرب میں پھیلی۔ ہندوستانیوں سے زیادہ ان سے عرب دنیا نے استفادہ کیا جس کے صلے میں عرب کے اصحاب فضل وکمال نے صمیم قلب سے ان کے علم وفضل کا اعتراف واقرار کیا اوران کی بارگاہ میں دادوتحسین کا ڈھیر سارا خراج پیش کیا۔ وہ امام زمانہ علامۂ کامل صاحب تصانیف کثیرہ ابوالفیض محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی بلگرامی ہیں۔

امام ابوالفیض محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی علیہ الرحمہ نے ہندوستان کے بڑے بڑے نامور علماء سے ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر مزید تحصیل علم کے لئے وہ اپنی نوعمری ہی میں یمن چلے گئے اوریمن کے شہر زبید میں مستقل قیام کیا۔ وقت کے عظیم وجلیل محدثین وفقہاء سے علم حدیث وفقہ کی تحصیل کی اورفن حدیث میں یکتائے روزگار ہوئے، اپنے ہم عصر علماء ومحدثین میں علم حدیث وفقہ میں ایسے فائق وبرتر ہوئے اورعلوم وفنون کے میدان میں اس طرح سبقت وبازی لے گئے کہ ان کا گھر حدیث وفقہ اورتصوف وطریقت کا گہوارہ ودرسگاہ بن گیا۔ وہ اپنے گھر میں تشنگان علوم نبویہ کودرس دیتے، اپنی روایت کردہ حدیثیں سناتے، شائقین اورخواہش مند حضرات کوسند اوراجازت نامے لکھ کردیتے۔

امام زبیدی نے حدیث کی تشہیر واشاعت کے لئے مختلف مساجد میں درس حدیث کا اہتمام وانتظام کیا، مساجد کے علاوہ عوامی اجتماعات کی جگہوں میں بھی درس حدیث کا سلسلہ قائم وجاری کیا اس کے لئے محنت وجانفشانی کی، قدیم روایات کی تجدید واحیاء اورنشأۃ ثانیہ فرمائی۔ امام جلال الدین سیوطی کے زمانے تک حدیثیں سننے سنانے اورزبانی طور پر روایت کا طریقہ تقریبا معدوم وختم ہوچکا تھا امام مرتضیٰ زبیدی نے اپنے دور میں پھر سے قدیم طریقے کے مطابق روایت حدیث کورواج دیا اورحدیثیں سماعت کرنے کا دستور ومزاج قائم کیا ان کی مساعی جمیلہ سے لوگوں میں حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلق سے شوق وولولہ پیدا ہوا بیداری آئی اورعلمی ماحول برپا ہوا۔ درس حدیث کے ساتھ تصوف وطریقت کا بھی

درس دیتے تو طالبان علوم نبوت کے ساتھ جید علماء وفضلاء اور تصوف وسلوک کے دانائے راز بھی شریک درس ہوتے تھے۔اس سے امام زبیدی کی علمی شوکت وکمال اور ان کی مرجعیت ومرکزیت کا اندازہ واحساس ہوتا ہے۔

امام زبیدی نے حدیث وفقہ اور تصوف وسلوک پر زیادہ زور دیا چونکہ ان کا جو زمانہ تھا اس میں علماء کم تھے قحط الرجال کا دور تھا لوگ علماء سے دور ومتنفر ہو گئے تھے علم کے درس وتدریس کا ماحول کافی مدھم وسرد پڑ چکا تھا اسی لئے امام زبیدی نے حتی المقدور سعی وکوشش فرمائی اور علم حدیث وفقہ کے حصول وتحصیل کا رواج عام کیا اس کے لئے شاگرد وتلامذہ کی جماعت تیار کی،عوام الناس کے اندر حصول علم کا شوق وشغف پیدا کیا۔یہ اشاعت علم ہی کا داعیہ تھا کہ وہ زبید سے مصر تشریف لے گئے اور وہاں پر مستقل سکونت ورہائش اختیار کی۔اپنے گھر ودیگر مقامات پر علمی مجالس قائم ومنعقد کیں۔جن مجالس ومحافل اور جن مقامات میں وہ حدیث وفقہ اور دیگر علوم کا درس دیتے ان کی تعداد چار سو تک پہنچتی ہے۔ایک آدمی ضعیف وناتواں اور نحیف الجثہ ہے مگر علم کا بار گراں اتنا اٹھاتے ہیں کہ ایک جماعت مل کر نہیں اٹھا سکتی۔وہ علوم وفنون کے بحر بیکراں اور بزم علماء کی زینت تھے ان کے اندر ہمہ گیریت وآفاقیت تھی وہ علوم ومعلومات میں نابغۂ روزگار اور یکتائے زمانہ تھے ان کا وجود علمی رنگینیوں سے معمور وآباد تھا ان کے افکار ونظریات میں تنوع تھا وہ فکر وتدبر اور بصیرت ودانائی کے مالک تھے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مختلف موضوعات پر ایک سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں اور دنیا کو علم سے بھر دیا۔ان کی اکثر تصانیف میں علم ومعلومات کی حسین ورنگین کائنات آباد ہے اور وہ فکری نقطۂ نگاہ سے قابل مطالعہ بھی ہیں۔ان کی جملہ تصانیف وتالیفات میں دو کتابیں ایسی عظیم وجلیل ہیں جن کی وجہ سے عرب دنیا نے بھی ان کا علمی کمال اور فنی مہارت کا لوہا تسلیم وقبول کیا اور ان کی شوکت علمیہ کا کھلے دل سے اعتراف واقرار کیا۔وہ دو کتابیں یہ ہیں۔

۱:تاج العروس من جواہر القاموس

[illegible] مشتمل [illegible] کے مختلف

اداروں سے یہ کتاب بارہا شائع ہوئی ہے مگر ہندوستان میں آج تک کمیاب ہے۔

۲:اتحاف السادۃ المتقین بشرح اسرار احیاء علوم الدین

فن تصوف کی یہ کتاب امام غزالی کی کتاب ''احیاء علوم الدین'' کی شرح ہے جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب بھی اگر چہ نایاب نہیں مگر کمیاب ضرور ہے۔

یہ دونوں کتابیں ایسی عظیم وجلیل اور اپنے موضوع پر ایسی جامع و مستحکم ہیں کہ انہیں آج تک کوئی چیلنج نہ کر سکا۔ ہندوستان میں اہلسنت و جماعت کے جو ادارے بڑے اور سرمایہ دار ہیں انہیں اس طرف توجہ کی ضرورت ہے تا کہ ان کتابوں کی زیارت سے ہماری اور ہماری نسلوں کی آنکھیں آسودہ اور مطمئن ہو جائیں۔

امام زبیدی نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی غالباً زمانۂ طالب علمی ہی میں ہوئی تھی اسی لئے پہلی بیوی نے زندگی کے بیشتر حصے میں ان کا ساتھ نبھایا اور حق زوجیت کا بھر پور خیال رکھا مگر وہ سفر پورا کرنے سے پہلے ہی داغ مفارقت دے گئیں۔ پہلی بیوی کے انتقال سے امام زبیدی کافی رنجیدہ وملول ہوئے۔ حق محبت ورفاقت ادا کرنے کے لئے امام نے اپنی زوجہ کے لئے مرثیہ کہا اور قصیدے لکھے۔ پھر مزید غم ہلکا کرنے کے لئے کچھ دنوں کے بعد انہوں نے ایک دوسری عورت سے نکاح کیا مگر یہ دوسری بیوی پہلی کی طرح وفادار وخدمت گزار ثابت نہ ہوئیں کیونکہ انہوں نے امام زبیدی سے ان کے مال ومتاع کے حرص وطمع میں نکاح کیا۔ یہ راز اس وقت کھلا جب امام کا انتقال ہوا۔ انہوں نے امام کی وفات کی خبر دو دنوں تک لوگوں کو نہیں دی اسے پردۂ راز میں رکھا گیا کیونکہ امام کے گھر میں جو قیمتی سامان اور مال ومتاع تھے ان پر عورت نے قبضہ کیا، جو چیزیں وزن کے اعتبار سے ہلکی اور قیمت کے اعتبار سے گراں تھیں ان کو اپنے بھائیوں کی مدد سے اپنے گھر منتقل کیا پھر لوگوں کو ان کی وفات کے بارے میں بتایا گیا۔ اگر یہ بات درمیان میں نہ ہوتی تو ان کے جنازے کا منظر قابل دید ہوتا اور اگر اس خبر کو چھپایا نہ جاتا تو مصر کے اکثر علماء وفضلاء ان کے جنازے میں شریک ہوتے جبکہ ہوا یہ تھا

پیش نگاہ کتاب ''الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار'' امام مرتضیٰ حسینی زبیدی کی تصانیف میں ایک عظیم اور معرکۃ الآرا تصنیف ہے اس میں انہوں نے حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آل واولاد کے نسب پر بحث وتمحیص کی ہے کہ ان کی نسل واولاد میں جو لوگ ہوئے ان میں سے کون کہاں رہے کس شہر اور کس مقام میں ان کی تعداد زیادہ ہے، ان کی آل میں کس کس کی اولاد میں کثرت وزیادتی ہے، کس کی تعداد میں کثرت ہے، کون لوگ قلیل وکم ہیں کس کی تعداد میں قلت ہے۔ یہ کتاب امام زبیدی نے اپنی حیات کے آخری سالوں میں تصنیف کی ہے ان کے عہد تک آل جعفر طیار میں سے جتنے لوگوں کے بارے میں انہیں نشان وسراغ ملا ان سب کا نسب نامہ انہوں نے اس کتاب میں شرح وبسط اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے بعد دو لوگوں نے آل جعفر کا تکملہ لکھا ہے یعنی امام زبیدی کے بعد آل جعفر طیار میں جو لوگ آئے ان کا نسب نامہ بیان کیا اور اسے تکملہ کا عنوان دیا ہے۔ ان میں سے ایک تکملہ سید محمد ناجی سلیم کا ہے اور دوسرا تکملہ سید حسن بن سلیم کا ہے۔ امام زبیدی کی وفات کے سو سال کے اندر آل جعفر طیار میں سے جو لوگ ہوئے دونوں تکملے میں انہیں لوگوں کا نسب نامہ ہے۔ امام زبیدی کی وفات ۱۲۰۵ھ میں ہوئی۔

''الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار'' کے عربی نسخے میں شریف عبداللہ بن محمد آل حسین حسینی وحسنی کا ایک مقدمہ ہے جو انتہائی جامع، پرمغز، مبسوط اور مفصل ہے۔ شریف عبداللہ نے اپنے مقدمہ میں ابوالفیض امام مرتضیٰ حسینی زبیدی کے سوانحی امور اور ان کی حیات وخدمات پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ اس کے مطالعہ سے قاری کے ذہن وفکر میں امام زبیدی کے سراپائے جمیل کا عکس ابھر جائے گا اور وہ امام زبیدی کے احوال وکوائف سے خوب خوب واقف وآگاہ ہو جائے گا۔ شریف عبداللہ نے کتاب اور اس کے مشمولات ومندرجات پر بھی تبصرہ کیا ہے اس انداز میں کہ ایک نظر میں پوری کتاب کا خاکہ ذہن میں مستحضر وموجود ہو جائے گا نیز انہوں نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانحی پہلوؤں پر بھی بحث گفتگو کی

فضائل میں جو حدیثیں آئی ہیں ان کی بھی نشاندہی کی ہے۔

شریف عبداللہ بن محمد آل حسین نے ''الروض المعطار'' میں زبردست مقدمہ لکھنے کے ساتھ کتاب پر حاشیہ آرائی بھی کی ہے، اصل کتاب میں اگر کوئی بات تشریح طلب ہے تو حاشیہ میں اس کی تشریح کردی گئی ہے، کسی کا نسب نامہ بیان کیا گیا ہے کسی کی شخصیات پر گفتگو کی گئی ہے، کسی کے سوانحی امور ومبادیات پر بحث ہے، شہر، قریہ اور مقامات کے ناموں کی تشریح ووضاحت کی گئی ہے۔ غرضیکہ مقدمے کے مثل حاشیہ بھی جامع ومکمل اور قابل مطالعہ ہے۔ حاشیہ میں تاریخی حقائق وشواہد بھی ہیں، تصوف وطریقت کی حقیقت بیانی بھی، علمی شخصیات کا تعارف وتجزیہ بھی، اسی لئے میں نے اصل کتاب کے ساتھ مقدمہ اور حاشیہ کا بھی سلیس و بامحاورہ ترجمہ کردیا ہے تا کہ امام زبیدی کا تعارف خوب سے خوب تر ہوجائے کیونکہ پیش نگاہ کتاب کے ترجمہ واشاعت سے امام زبیدی کا عرفان مقصود ہے۔ امام زبیدی ہندی نژاد ہیں اس کے باوجود عام طور سے لوگ انہیں نہیں جانتے ہیں کہ وہ کون ہیں کس خانوادہ سے ان کا تعلق ہے ان کا علمی مقام ومرتبہ کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ہر قاری کو یہ معلوم ہوجائے گا کہ امام زبیدی اگرچہ زبیدی سے مشہور ومعروف ہیں مگر وہ بلگرامی ہندوستانی ہیں، ان کا شجرۂ نسب سادات بلگرام سے ملتا ہے۔ ہوا یہ کہ وہ شروع عالم شباب میں حصول علم کے لئے ہندوستان سے یمن چلے گئے پھر اسباب وعوامل کچھ ایسے بن گئے کہ وہ وہیں کے ہوکر رہ گئے اور زبیدی سے مشہور ہوئے جبکہ زبید کے بعد انہوں نے مصر کو اپنا وطن بنالیا تھا اور مصر ہی میں ان کی وفات بھی ہوئی پھر بھی زبیدی کا انتساب ان کے نام کے ساتھ باقی رہا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب علماء ان کو ہندی نہیں عربی سمجھتے ہیں یہ کسی حد تک بجا بھی ہے کہ ان کی جتنی تصانیف وتالیفات ہیں سب زبان عربی میں ہیں۔ پھر یہ کہ وہ ہندوستان سے یمن مصر وحجاز تشریف لے گئے مگر دوبارہ انہیں ہندوستان آنے کا موقع نہ ملا بلکہ علمی مشاغل کی کثرت نے انہیں سوچنے کی مہلت وفرصت نہ دی۔ اب حال یہ ہے کہ عربی علماء ومحققین کو بھی ان پر فخر حاصل ہے ان کا کہنا ہے کہ وہ ہمارے ہیں کیونکہ ان کی نشو ونما عرب میں ہوئی اور ہندی علماء

وفضلاء بھی ان پر فخر وناز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ہیں کیونکہ وہ قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی یوپی ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ اس بات سے علمائے عرب وعجم کے درمیان امام زبیدی کی مقبولیت ومرجعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ یک روشن چراغ ہیں جس کی روشنی عرب وعجم اور شرق وغرب میں پہنچی اس کی درخشاں شعاعوں سے علم وادب کے صدہا مینار تعمیر ہوئے۔

کتاب ''الروض المعطار'' کا ترجمہ کرتے وقت بار بار اس بات کا خیال میرے ذہن وفکر میں انگڑائیاں لے رہا تھا کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کو سید وسادات کہا گیا اسی بنیاد پر ان کی اولاد دراولاد نے اپنے حسب ونسب کی حفاظت وصیانت کی اور اسے غیر کے اختلاط سے محفوظ وسلامت رکھا۔ یوں ہی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ان اولاد کو علوی سید کہا جاتا ہے جو حضرت بتول زہرا کے علاوہ دوسری ازواج سے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں اولاد جعفر طیار اور اولاد علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سید کہا جا سکتا ہے۔؟

یہ بات ظاہر وعیاں ہے کہ خاتون جنت بتول زہرا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد امجاد ہی کو سید کہا اور مانا جاتا ہے سادات ہونے کا شرف واعزاز انہیں کی اولاد وذریت کو حاصل ہے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ زہرا کے علاوہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو اور تین لڑکیاں یعنی ام کلثوم، زینب اور رقیہ ہیں ان کی اولاد کو بھی سید وسادات ہونے کا فخر وشرف حاصل نہیں ہے چونکہ بنات اربعہ میں حضرت بتول زہرا کو خصوصیت خاصہ حاصل ہے اس لئے سادات ہونے کا تمغۂ افتخار صرف انہیں کی اولاد کے لئے ہے۔ مگر سادات حسنی وحسینی کی نسل کے علاوہ دنیا بھر میں ایسے بھی لوگ ہیں جو خود کو سید کہلاتے ہیں لیکن وہ حضرت فاطمہ اور حسن وحسین کی نسل سے نہیں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسل سے ہیں یعنی حضرت علی مرتضیٰ کی وہ اولاد وذریت جو ان عورتوں سے ہیں جن سے حضرت علی مرتضیٰ نے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد نکاح فرمایا۔ وہ لوگ خود کو علوی سید کہلاتے ہیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ کیا جعفری اور علوی سید در حقیقت سید ہیں، کیا ان پر سید ہونے کا اطلاق درست ہے؟ احادیث وآثار میں جو سادات کے فضائل ومناقب ہیں کیا وہ جعفری وعلوی سادات پر منطبق ہیں؟ ہم یہاں پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے حوالے سے ایک سوال کا جواب پیش کرتے ہیں اس سے واضح وآشکارا ہوجائے گا کہ سادات کون ہیں ان کا مقام ومرتبہ کیا ہے، ان کے فضائل کیا ہیں اور یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اولاد امجاد کا فضل وشرف کیا ہے اور ان کا مقام نسبت کیا ہے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''سادات کرام جو واقعی علم الٰہی میں سادات ہوں ان کے بارے میں رب عزوجل سے امید واثق یہی ہے کہ آخرت میں ان کو کسی گناہ پر عذاب نہ دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے:

اِنَّمَا سُمِّيَتْ فَاطِمَةُ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ حَرَّمَهَا وَذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ

(کنز العمال ج ۱۳، ص ۹۴۔ عثمانیہ حیدر آباد)

ان کا فاطمہ اس لئے نام ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی تمام ذریت کو نار پر حرام فرمادیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

ان اللہ غیر معذبك ولا احد من ولدك اوکماقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (کنز العمال ج ۱۳، ص ۹۴ عثمانیہ حیدر آباد)

اے فاطمہ! اللہ نہ تجھے عذاب کرے گا نہ تیری اولاد میں کسی کو۔

مگر حکم قطعی بے نص قطعی ناممکن ہے۔ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اولاد امجاد اور بھی ہیں قرشی ہاشمی علوی ہونے سے ان کا دامان فضائل مالا مال ہے۔ مگر یہ شرف اعظم کہ حضرات سادات کرام کو ہے ان کے لئے نہیں۔ یہ شرف حضرت بتول زہرا کی طرف سے

ہے کہ فاطمة بضعة منی ۔فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔(مسلم دوم ص ۲۹۰ باب من فضائل فاطمہ)

كُلُّ بَنِي اَبٍ يُنْتَمُوْنَ اِلٰى عَصَبَتِهِمْ وَاَبِيْهِمْ اِلَّا بَنِي فَاطِمَةَ فَاَنَا اَبُوْهُمْ۔
(کنز العمال ج ۱۳، ص ۱۰۱۔ عثمانیہ حیدر آباد)

سب کی اولادیں اپنے باپ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں سوا اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا باپ ہوں۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ قدیم، ص ۲۰۷ رضا اکیڈمی ممبئی)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از روئے ذات وصفات و جملہ جہات سید جمیع کائنات ہیں حضور ہی کو سیادت مطلقہ حاصل ہے۔ اولاد فاطمہ کے علاوہ خاندان نبوت میں جو لوگ ہیں وہ اگر خود کو سید کہلاتے یا دعویٰ سیادت کرتے ہیں تو میرے خیال میں یہ حضور سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیادت مطلقہ کا تحفہ وفیض ہے۔ بعض علماء نے اسے عرفاً واصطلاحاً جائز وروا رکھا ہے جیسا کہ پیش نظر کتاب ''الروض المعطار'' کے مندرجات ومشمولات سے واضح وعیاں ہے کہ آل جعفر طیار کو سید فلاں سید فلاں سے تعبیر کیا گیا ہے اور ناموں کے ساتھ لفظ سید بھی لکھا گیا ہے۔ مگر اولاد فاطمہ کو سادات ہونے کا جو شرف واعزاز حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں ہے۔

فخر سادات بلگرام رئیس الاتقیاء پیر طریقت حضرت مولانا اویس مصطفیٰ صاحب واسطی بلگرامی مدظلہ العالی سے ایک ملاقات کے موقع پر ابوالفیض امام محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی بلگرامی علیہ الرحمہ کے بارے میں کچھ گفتگو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں ملکی پیمانے پر امام زبیدی بلگرامی کا تعارف ہوجائے تو بہتر ہوگا۔ یہ میری بھی دلی خواہش وآرزو تھی کہ ان پر کوئی ایسا کام ہوجائے جس سے عوام وخواص میں وہ متعارف ومشہور ہوجائیں اور لوگ ان کی طرف مائل ومتوجہ ہوں۔ ان کی طرف میری رغبت وکشش کی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اپنی تحقیقات وتصنیفات میں بہت

کہ امام زبیدی خالص ہندی نژاد ہیں مگر ہم ان سے ایسے غافل و بے پرواہیں گویا جانتے ہی نہیں ہیں جبکہ عرب دنیا میں ان کے نام کی دھوم مچی ہوئی ہے وہ عرب محققین کے موضوع تحقیق اور محور فکر وقلم بنے ہوئے ہیں، ان کی تحقیقات علمیہ پر وہ کام کررہے ہیں جس کے نتیجہ میں علماء عرب نے ان کی حیات وخدمات پر بہت کچھ لکھا ہے، ان کا شمار وہ علمی شخصیات اور بلند پایہ محدثین میں کرتے ہیں، ان کے علمی رعب وجلال کا عالم یہ ہے کہ علمائے عرب نے ان سے سند حاصل کی اور اجازت نامے لکھوائے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد پیر طریقت حضرت مولانا اویس مصطفےٰ صاحب واسطی بلگرامی مدظلہ العالی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ امام زبیدی کی کئی کتابیں فراہم ودستیاب ہوئی ہیں ان میں سے ایک کتاب کا ترجمہ حضرت مولانا یونس رضا صاحب اویسی کررہے ہیں، ایک کتاب پر اشرفیہ مبارک پور میں کام ہورہا ہے اور مجھ سے فرمایا کہ ایک کتاب کا ترجمہ آپ کردیجئے۔ میں نے بصد عزت واحترام اسے قبول ومنظور کرلیا اور کتاب پی ڈی ایف فائل کی صورت میں میرے پاس آگئی میں نے اسے پرنٹ کرواکر اپنے پاس رکھ لیا مصروفیت کثیرہ کے باعث امروز وفردا پہ معاملہ ٹلتا رہا یہاں تک کہ اس کی نوبت بہت دنوں کے بعد آئی اور کئی مہینے کی محنت وجانفشانی کے بعد اس کے اردو ترجمے کی تکمیل ہوگئی۔ جو کتاب حضرت اویس میاں صاحب قبلہ کے دست اقدس سے میرے حصے میں آئی اس کا نام ”الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار“ ہے اس کے اردو ترجمے کا نام میں نے ”نسب نامۂ آل جعفر طیار“ تجویز کیا ہے۔

ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا کتنا مشکل ودشوار کام ہے اس سے وہ لوگ بخوبی واقف وآگاہ ہیں جو اس راہ کے مسافر وآشناس ہیں ورنہ ظاہر بیں لوگ اسے آسان وسہل سمجھتے ہیں۔ ترجمہ کرنے میں کئی چیزوں کا خیال رکھنا ناگزیر وضروری ہے۔ اگر ان چیزوں کا لحاظ نہ رکھا جائے تو مترجم سے بے اعتدالی ہوسکتی ہے اور وہ لغزش پا کے شکار ہوسکتے ہیں۔

۱: ترجمہ کرنے میں اصل عبارت اور اس کی روح مجروح ومتاثر نہ ہو، ترجمہ کے ساتھ معانی ومفاہیم کی بھرپور ترجمانی ہوجائے اس طرح کہ الفاظ وعبارات کی رعایت باقی رہے۔

۲: ترجمہ سلیس وبامحاورہ ہونے کے ساتھ الفاظ شستہ وشیریں اور غیر پیچیدہ ہوں۔

۳: جملوں کی تراکیب میں جھول وبے اعتدالی اور پے در پے اضافت نہ ہو اور الفاظ وبیان کا حسن وبانکپن باقی رہے۔

۴: مطالعہ ترجمہ کے وقت قاری کو یہ محسوس ہو کہ یہ کسی کتاب کا خشک ترجمہ نہیں بلکہ اصل کتاب ہے، ترجمہ پر اصل کتاب کا ظن وگمان نہیں یقین واعتماد ہونا چاہئے۔

۵: مترجم کی کامیابی یہ ہے کہ وہ بے اعتدالی یا لغزش قلم کا شکار نہ ہو ورنہ اصل کتاب کی روح مجروح ومتاثر ہوگی اور اس کی لذت وحلاوت مفقود ومعدوم ہوجائے گی۔

"الروض المعطار" کا ترجمہ کرنے اور اس سے عہدہ برآ ہونے میں ہم کہاں تک کامیاب وفائز المرام ہوئے ہیں اس کا فیصلہ اصحاب علم وفضل اور ارباب قلم فرمائیں گے اگر مجھ سے کہیں پر کوئی فروگزاشت یا کمی ہوئی ہے تو ازراہ کرم مجھے مطلع فرمائیں میں ان کا ممنون ومشکور ہوں گا ورنہ اگر طعن وتشنیع کی گئی تو علمی خیانت اور کم نگاہی ہوگی۔

اخیر میں ہم فخر سادات بلگرام پیر طریقت حضرت مولانا اویس مصطفےٰ صاحب واسطی بلگرامی مدظلہ العالی کی بارگاہ عالی وقار میں تشکر وامتنان کی سوغات پیش کرتے ہوئے فخر واطمینان محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ بے مایہ کو اس خدمت کے قابل سمجھا اور مجھے امام زبیدی کی بارگاہ میں ارمغان خلوص پیش کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر قائم وباقی رکھے۔ آمین

مجھے امید واثق ہے کہ "نسب نامۂ آل جعفر طیار" کی اشاعت سے جہاں آل جعفر طیار کا تذکرۂ جمیل ہوگا وہیں امام زبیدی کا بھرپور تعارف بھی ہوگا کیونکہ شریف عبداللہ بن محمد آل حسین حسینی حسنی نے اپنے مقدمہ میں امام زبیدی کی حیات وخدمات اور کتاب الروض المعطار کے تعلق

تفصیل وتوضیح نہ کر کے صرف اشارہ کردیا ہے ایسا اشارہ جو محتاج تفصیل نہیں ہے۔

رب کائنات میری اس کاوش وخدمت کو شرف قبول عطا فرما کر میرے لئے اسے ذخیرۂ آخرت اور سامان نجات بنائے۔

آمین بجاہ حبیبہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا مجیب وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

محمد عیسیٰ رضوی قادری

خادم الحدیث والافتاء
الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج
ضلع قنوج۔یو،پی۔موبائل نمبر ۹۹۵۶۰۲۷۱۸۲

متوطن
کٹم پوسہ وایہ اسلام پور
ضلع اتر دیناجپور بنگال

۲۵ رجب المرجب ۱۴۴۰ھ
۲ اپریل ۲۰۱۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از: شریف عبداللہ بن محمد آل حسین حسنی وحسینی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سب تعریف وثنا اللہ کے لئے ہے وہ اسباب وعلل اور حسب ونسب سے پاک ومنزہ ہے اور میں اس بات کی شہادت وگواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا وتنہا ہے اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں ہے وہ ہر شک وارتیاب سے پاک ودور ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جن لوگوں کا نسب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا ہے حضور ان میں سب سے زیادہ اشرف واکرم ہیں اور جن پر حسب وخاندان کو فخر واعزاز حاصل ہے حضور ان سے زیادہ مکرم ومعزز ہیں ۔رب کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان آل واصحاب پر رحمت وغفران نازل فرمائے جو اسباب کی رسیوں کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑے ہوئے ہیں۔

امابعد! علم نسب ایسا علم ہے جس سے لوگوں کے حسب ونسب کا اندازہ واحساس ہوتا ہے۔ اس کی غرض وغایت کسی شخص کے نسب وخاندان میں خطا وغلطی سے احتراز واجتناب کرنا ہے۔

علم نسب ایک عظیم وجلیل نفع بخش علم ہے۔ قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے یَاۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ (الحجرات،۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے

کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (کنزالایمان)

قرآن کریم نے اس آیت مبارکہ میں نسب کو سمجھنے کی دعوت فکر دی ہے اور اس کی طرف تنبیہ ورہنمائی کی ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بیشک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چن لیا اور کنانہ سے قریش کو برگزیدہ کیا، قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھ کو منتخب فرمایا۔ (مسلم کتاب نسب النبی، باب فضل نسب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نسب کی تعلیم وتعلم کی ترغیب دی اور اس کو سمجھنے سمجھانے کی تاکید وتلقین فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اپنے نسب وخاندان کی حفاظت وصیانت کرو، اپنے آپس میں صلہ رحمی کرو کیونکہ صلہ رحمی سے رشتہ قریب ہوجاتا ہے اگرچہ رشتہ داری دور کی ہو۔ اور عدم صلہ رحمی سے رشتہ دور ہوجاتا ہے اگرچہ رشتہ داری قریب کی ہو۔ اور ہر رشتہ قیامت کے دن صاحب رشتہ کے سامنے آئے گا اگر اس نے صلہ رحمی کی ہے تو وہ رشتہ اس کی صلہ رحمی کی گواہی دے گا اور اگر اس نے قطع رحم کیا صلہ رحمی نہیں کی تو وہ رشتہ قیامت کے روز اس کے قطع رحم کی شہادت دے گا۔ (۱)

(بخاری فی الادب المفرد بالتعلیقات ص۴۲)

اسی لئے دوسری صدی ہجری ہی سے علمائے اسلام نے اس موضوع کا اہتمام فرمایا اور کمال عنایت ومہربانی سے اس کا اولیٰ وافضل ہونا ثابت کیا۔ نیز علمائے اسلام نے اس فن کو جمع وتالیف اور بحث وتحقیق سے حاصل کیا، بعض علماء نے اہل عرب کے نسب وحسب پر صدہا کتابیں تالیف کیں، بعض اہل علم نے خاص طور سے قریش کے نسب اور خاندانوں کے بارے میں کتابیں جمع کیں اور کچھ علماء نے طالبیین اور ہاشمیین کے نسب کے بارے میں لکھا۔

(۱) شیخ البانی نے فرمایا کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن اور مرفوعاً صحیح ہے۔۱۲

امام مرتضیٰ حسینی زبیدی کی پیش نظر کتاب ''الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار'' جونسب کی تحقیق وتوضیح سے متعلق ایک چشم کشا دستاویز ہے اس کی تالیف وترتیب میں انہوں نے صرف جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نسب پر اکتفاو اقتصار کیا ہے کسی اور کے نسب وخاندان سے بحث نہیں کی ہے۔

امام زبیدی نے اس کتاب کو بارہویں صدی ہجری میں تصنیف کیا ہے وہ اس باب میں منفرد وتنہا معلوم ہوتے ہیں کیونکہ اس موضوع پر بہت کم لوگوں نے قلم اٹھایا ہے۔ اس پاک وطاہر شجر محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والثناء کے انجام تک پہنچنے اور اس کے پھیلنے تک نگاہیں منتظر اور قلوب واذہان مجتمع رہیں گے۔ اور زمانے کے مصائب وحوادث میں سے اہم بات یہ ہے کہ جس وقت لوگ گروہ درگروہ منقسم ہوگئے اور الگ الگ خانوں میں بٹ گئے وہ بارہویں صدی ہجری کا زمانہ ہے۔ ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو اس کتاب کے مؤلف کے عہد تک موجود وباقی رہے جبکہ زیادہ تر لوگ گزر گئے۔

پیش نگاہ کتاب ''الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار'' کا شمار نفیس وعمدہ خزانۂ علمیہ میں ہوتا ہے اور یہ بہت بڑا موروثی علمی ذخیرہ ہے کیونکہ اس میں ان چھ کتابوں کی تمام اخبار وتفصیلات شامل وداخل ہیں جنہیں آج فن نسب کے اہم مصادر ومراجع میں سے سمجھا جاتا ہے۔ بذات خود مؤلف ان کے استقصاء اور ان سب کی جمع وتلخیص کے لئے تیار وکمربستہ ہوئے ہیں۔

لہٰذا اس کتاب کے درس وتحقیق کی طرف توجہ ہوئی اور علمی قوانین کی شکل وصورت میں اس کے اخراج واستخراج کا رجحان وخیال ہوا اس انداز میں کہ مخطوطات کے پڑھنے میں بحث علمی کی جو شرائط ہیں وہ مکمل ہوجائیں۔

بیشک میں تقسیم عمل کے لئے کمربستہ ہوا اور اسے دو قسموں پر منقسم کیا۔

قسم اول: قسم دراسۃ وتحقیق کے بارے میں۔ اس میں دو فصلیں ہیں۔

فصل اول: امام مرتضیٰ حسینی زبیدی کی تعریف وتوصیف اور ان کے تعارف

وعرفان کے بارے میں۔

اس فصل میں میں نے امام زبیدی کے نام ونسب کو شامل کیا اوران کے اخلاق وکرداراوران کی شکل وصورت کو بیان کیا ہے۔انہوں نے جس انداز میں مجالس حدیث کوزندہ کیااوران کی نشاۃ ثانیہ فرمائی میں نے اس کا بھی ذکر کیا ہےاور میں نے ان کی شاعری اورنظم نگاری کا بھی تذکرہ کیا ہے، پھر میں نے ان کے شیوخ واساتذہ اوران کے شاگردوتلامذہ کا ذکروبیان کیا، میں نے یہ بھی بیان کیا کہ علماء ومشائخ کے درمیان ان کاعلمی مقام ومرتبہ کیا ہے اور میں نے یہ قصد وارادہ کیا کہ ان کی تمام تصانیف وتالیفات اوران کے تمام علمی رسائل ومسائل کا احاطہ واستقصاء کروں اوراخیر میں اس قسم کوامام زبیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات پرختم کروں۔

فصل ثانی: دراسۃ الکتاب کے بارے میں۔

اس فصل میں میں نے کتاب کانام شامل کیااور مؤلف کی طرف اس کی نسبت کوبھی ظاہروواضح کیااورکتاب کی تالیف وترتیب کے بارے میں لکھا، پھر میں نے کتاب کاموضوع بیان کیااوربعض نقطۂ نظر سے اس کی اہمیت ومعنویت روشن وآشکارا کی ، پھر میں نے یہ بھی بیان کیاہے کہ امام زبیدی نے اس کتاب میں کس نہج پر گفتگو کی اورکون سااندازاپنایاہے۔اور میں ان کے مخطوطات کوبھی پہچانتاہوں ،اس کی تحقیق وتدقیق میں مجھے جن پر وثوق واعتمادتھا اوراس سلسلے میں میراجوطریقۂ تحقیق اورنہج کلام تھامیں نے اس کوبھی شرح وبسط کے ساتھ لکھاہے۔اور میں نے صحابی جلیل سیدناجعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات اقدس کے بارے میں بھی سرسری طور پرمختصرانداز میں کچھ ذکر کیاہے۔پھر بعض قلمی تحریروں اور مخطوطات کی تصویروں اوران کے موافق تصدیقات وتائیدات پر میں نے قسم الدراسۃ کوختم کردیاہے۔

قسم ثانی: تحقیق کتاب کے بارے میں

نے قسم دراسۃ میں بیان کیا ہے۔ پھر میں نے کتاب کو ایک خاتمہ اور اس کے نتائج کے ساتھ ختم کردیا ہے۔ پیش نظر کتاب ''الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار'' کی دراسۃ وتحقیق میں جن اہم چیزوں کی مجھے ضرورت پڑی میں نے ان کی تلخیص کی ہے اور میں اللہ کریم سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس بات کی توفیق دے جو اسے محبوب و پسند ہے وہی مجھے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

وَاللّٰهُ الْكَرِيْمُ اَسْاَلُ اَنْ يُّوَفِّقَنَالِمَا يُحِبُّ
وَيَرْضَاهُ هُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

قسم اول: قسم دراسۃ

فصل اول: امام زبیدی کے تعارف میں

مؤلف کا نام اور ولادت و پرورش

امام العلماء علامۂ کامل، فقیہ زمانہ، علم نسب کے ماہر، وقت کے عظیم محدث، علم اصول ولغت کے امام شیخ ابوالفیض، ابوالجود، ابوالوقت سید محمد بن محمد بن محمد عبدالرزاق (۱) جو مرتضیٰ حسینی علوی (۲) واسطی (۳) بلگرامی پھر مصری حنفی سے مشہور ہیں۔ ولادت و پیدائش کے اعتبار سے ہندی اور نشو ونما پانے کے اعتبار سے زبیدی ہیں (۴)

---

(۱) امام زبیدی کے سوانحی خاکے اور ان کے احوال زندگی کی معلومات مندرجۂ ذیل کتابوں سے ماخوذ ومستخرج ہیں۔ عجائب الآثار فی التراجم والآثار ج ۲ ص ۱۰۳۔ یہ کتاب امام زبیدی کے شاگرد جبرتی کی ہے جو تاریخ جبرتی سے مشہور ہے۔ ابجد العلوم، لصدیق حسن خاں ج ۳ ص ۱۲۔ ہدایۃ العارفین فی اسماء المصنفین ج ۲ ص ۳۴۷۔ فہرس الفہارس والاثبات، محمد عبدالحی الکتانی ج ۱ ص ۵۲۶۔

استاذ عبدالستار احمد فراج نے امام زبیدی کی حیات وخدمات پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے اور انہوں نے تاج العروس کی جلد اول میں ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جو ۱۳۸۵ھ میں کویت سے طبع ہوئی۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے بھی اپنی کتاب "بلغۃ الاریب فی مصطلح آثار الحبیب" کے مقدمہ میں امام زبیدی سے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ ص ۱۴۸۔

(۲) حسینی علوی: اس سے سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت ہے۔ امام زبیدی کے تلمیذ جبرتی نے اپنی کتاب "عجائب الآثار" (ج ۲ ص ۱۰۴) میں فرمایا کہ اس بات کو امام زبیدی نے خود ذکر کیا ہے اور یہ نسبت بھی انہوں نے خود ان کی طرف کی ہے۔ کتاب بحر الانساب میں ان کے قلم کی ایک تعلیق ملی اس میں لکھا ہے کہ "شاید میں شرف الدین محمد بن علی بن احمد بن محمد بن احمد بن موسی المبرقع کی اولاد میں ہوں" یہ بات امام مرتضیٰ زبیدی کے مخطوطات اور بحر الانساب میں ص ۳۴ پر بھی ہے۔

امام زبیدی کی ایک انگشتری تھی جس سے وہ اجازت ناموں اور خطوط ومکتوبات پر مہر لگایا کرتے تھے اس میں یہ شعر منقوش تھا۔ محمد المرتضیٰ یرجو الامان غدا بجدہ وھواوفیٰ الخلق بالذمم

محمد مرتضیٰ کل بروز محشر اپنے جد کریم سے امن وامان کا طالب وامیدوار ہے کیونکہ وہ مخلوق میں ذمت وملامت کا سب سے زیادہ مستحق وحقدار ہے۔

(۳) واسطی: اس کی نسبت واسط کی طرف ہے جو عراق کا ایک شہر ہے۔ بغداد پر ہلاکو نے جب حملہ کیا تھا اس کے بعد امام زبیدی کے اجداد میں سے سید ابی الفرج واسطی عراقی واسط سے ہندوستان آگئے تھے انہیں کی طرف منسوب ہو کر امام زبیدی واسطی کہلاتے ہیں۔

(۴) زبیدی: زبید کی طرف منسوب ہے جو یمن کا ایک مشہور شہر ہے،

امام زبیدی کی ولادت ۱۱۴۵ھ میں ہندوستان کے قصبہ بلگرام (ضلع ہردوئی۔یوپی) میں ہوئی وہیں پر ان کی پرورش ونشوونما اور ابتدائی تعلیم ہوئی پھر مزید حصول علم کے لئے اپنے وطن سے جدا ہو کر یمن کے شہر زبید تشریف لے گئے وہاں پر انہوں نے ایک طویل مدت تک قیام کیا یہاں تک کہ وہ اسی کی طرف منسوب ہوگئے اور عالم اسلام میں زبیدی سے مشہور و معروف ہوئے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد ۱۱۶۳ھ میں انہوں نے حجاز مقدس کا سفر کیا وہاں پر ان کی اقامت ورہائش زیادہ طویل مدت تک نہیں ہوئی کہ وہ ۱۱۶۷ھ کے اوائل میں مصر روانہ ہوگئے اور مصر کے شہر قاہرہ کو اپنا وطن بنالیا یہاں تک کہ اسی جگہ ۱۲۰۵ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔

امام زبیدی کے اخلاق اور ان کا جسمانی حلیہ

امام زبیدی کے تلمیذ وشاگرد جبرتی نے ان کے قد وقامت اور ان کے احوال زندگی کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

ان کا قد میانہ تھا، نحیف الجثہ، رنگ نارنگی وارغوانی جس میں سونے جیسی چمک وتابش تھی، تمام جسمانی اعضاء وجوارح متناسب وموزوں، داڑھی معتدل ودرمیانی نہ زیادہ گنجان نہ زیادہ پتلی، اس کے اکثر بال سفید ہو چکے تھے یعنی سفید وکالے بال مل کر کھچڑی ہوگئے تھے لباس حسین وعمدہ، لباس سے نازنعمت کے پلے ہوئے معلوم ہوتے، اہل مکہ کے مثل عمامہ باندھتے، عمامہ ذرا ایک طرف کو جھکا ہوا ہوتا دیکھنے میں اچھا اور پاکیزہ دکھائی دیتا، عمامہ کافی مضبوط اور سخت ہوتا اس میں ایک ریشمی پھندنا بھی ہوتا، پھندنے کی لمبائی تقریباً ایک بالشت ہوتی، عمامے کا دوسرا کنارہ عمامہ کی پیچ میں گھڑ سا ہوتا اور اس کا بعض کنارہ کبھی ظاہر بھی ہوتا۔

امام زبیدی ذاتی طور پر نرم دل اور مہربان وشفیق تھے، محاسن وخوبیوں والے اور حسن صفات میں نادرو یکتا، ہشاش بشاش ہنس مکھ اور تبسم ریز، صاحب وقار وعزت اور حشمت وجاہ والے ... متحضر ہستیں، ذہین وذکی، ذہانت وذکاوت

والے اور فطین تھے، ان کے فضل وشرف کا باغ اور ان کے وقار وعزت کا چمن زار ہرا بھرا وسرسبز وشاداب رہتا۔ قوت حافظہ کی وسعت وکمال میں ان کا کوئی نظیر وثانی نہ تھا وہ بے نظیر ولا ثانی تھے۔ اللہ رب العزت جنت کے محلوں کو ان کا ٹھکانہ بنائے اور ان کی تربت کو رحمت وغفران کے وفود کی طواف گاہ بنا دے۔ (عجائب الآثار ج۲ ص۱۱۴)

مجالس حدیث کی نشاۃ ثانیہ واحیاء

امام زبیدی علیہ الرحمہ علوم حدیث میں ماہر وکامل تھے روایت ودرایت کے اعتبار سے علوم حدیث کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں تھی۔ فن حدیث میں انہوں نے متعدد کتب ورسائل تالیف کئے بلکہ کچھ علوم کو انہوں نے مضبوط ومدون کیا جن سے بہت سارے متاخرین علماء وافاضل غافل وبے پرواہ تھے مثلاً علم انساب، تخریج حدیث، اتصال اسانید، تحمل روایت کے طریقے، بعض علمی کام ایسے تھے جن میں امام زبیدی اپنے عہد میں ان کے کرنے میں قوی تر اور غالب تھے مثلاً انہوں نے مجالس حدیث کی تجدید واحیا کیا اور از سر نو ان کا رواج ڈالا، اسلاف واکابر کے طریقے پر حدیث کا املا کرایا کیونکہ ترویج حدیث کا یہ طریقہ امام جلال الدین سیوطی اور امام شمس الدین سخاوی کے زمانے تک تقریباً ختم ہو چکا تھا۔

امام زبیدی نے اپنے گھر کے قریب جامع شیخون مصر میں حدیث بیان کرنے کے لئے ایک مجلس قائم ومنعقد کی۔ اس کے لئے ہفتے میں دو دن یعنی پیر اور جمعرات کو مقرر ومتعین کیا ان دنوں میں وہ اسلاف واکابر کے طریقے پر اپنے حفظ ویادداشت سے حدیثیں روایت کرتے تھے۔ حدیثیں روایت کرنے کے ساتھ ان کی سند وتخریج کی طرف بھی اشارہ کرتے تھے۔ اس کتاب کے آخر میں خود امام زبیدی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے اس بات کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جو بھی ان کے پاس آتا ہے اسے وہ اپنی روایت وتخریج کردہ حدیث مسلسل بالاولیت لکھوا دیتے اور اسے اپنے دست اقدس سے سند اور

امام زبیدی نے حدیثیں بیان کرنے کی مجالس ومحافل کے احیاء وقیام میں صرف مساجد ہی کے درس وتدریس پر اکتفا واقتصار نہ کیا بلکہ اس کا سلسلہ آگے بڑھایا اور گھروں میں بھی درس حدیث کی مجلسیں قائم ومنعقد کیں اور ایسے مناسب وموزوں مقامات کا بھی انتخاب کیا جہاں پر لوگوں کی اجتماعیت وکثرت ہوتی تھی، خاص طور پر اس وقت جب انہیں کوئی شخص درس حدیث کی دعوت دیتا تو وہ اپنے خاص طلبہ کے ساتھ تشریف لے جاتے، ان کے ساتھ حدیث پڑھنے اور لکھنے والے سب لوگ ہوتے، ان کے درس حدیث میں جو لوگ شامل ہوتے ان کے نام لکھنے والے بھی شریک ہوتے تھے۔ پھر امام زبیدی انہیں درس دیتے، پڑھاتے جب تک ان کا پڑھنا مقدر ہوتا۔ پھر زمانہ سلف کے محدثین کے طریقے کے مثل درس حدیث کی مجلسوں کی تدوین وترتیب میں لگ گئے۔ امام زبیدی کے شاگرد جلیل نے صراحت ووضاحت سے بیان کیا ہے کہ امام زبیدی نے اپنی حیات اقدس میں درس حدیث کی جتنی مجلسوں کا انعقاد واہتمام کیا ان کی تعداد چار سو تک پہنچتی ہے۔ (عجائب الآثار ج۲ ص ۱۰۶)

امام زبیدی کی شاعری اور نظم واشعار

امام حافظ زبیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جہاں ایک عظیم وجلیل محدث اور دیگر علوم وفنون کے ماہر تھے وہیں وہ ایک باکمال وصاحب فن عربی شاعر بھی تھے، ان کی شاعری میں شاعرانہ طمطراق اور فن شاعری کے تمام تر تقاضے موجود ہیں ان کی جو شاعری اور نظمیں ہیں وہ خالص علمی ومذہبی ہیں، ان کے اشعار نازک خیالی اور باریک بینی پر مشتمل ہیں ان میں حسن وبانکپن کا بھی غلبہ ہے۔ ان کی علمی نظموں پر مشتمل یہ کتاب بہت مشہور ومعتبر ہے اس میں پندرہ سو (۱۵۰۰) اشعار ہیں کتاب کا نام یہ ہے "اَلْفِيَةُ السَّنَدِ وَمَنَاقِبُ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ"

امام زبیدی فرماتے ہیں کہ تم نے بہت کم کوئی ایسی کتاب دیکھی ہوگی جس پر اعتماد و وثوق [illegible] اتصال زیادہ ہے اور بہت کم

تم نے کسی عالم کو دیکھا ہوگا مگر یہ کہ میرے لئے ان کی طرف واسطے ہیں جو مجھے ان پر فوقیت وترجیح دیتے ہیں۔(فہرس الفہارس ج۱،ص ۵۲۷۔تاج العروس ج ۱۰،ص ۴۶۹)

امام زبیدی کے اشعار ونظم ممتاز ونمایاں ہیں اس طرح سے کہ وہ قلب وروح پر گراں وثقیل نہیں خفیف وسبک ہیں، عبارت آسان وسہل ہے، الفاظ شیریں اور میٹھے ہیں، اشعار میں حلاوت وچاشنی اور لذت وسرور بھی ہے۔جیسے ان اشعار میں ان کی شیریں کلامی کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔(ترجمۂ اشعار)

اللہ تعالیٰ اس مقام کو سیراب وشادکام کرے جس میں میری اقامت گاہ ہے، جوانی کی ہری بھری ٹہنیاں وہاں پر اقامت کرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ اس مقام کو آباد وباقی رکھے جس میں میرا ایک پڑوسی ہے اس کے ساتھ جو میرا پیالہ ہے وہ فضل وشرف سے بھرا ہوا ہے۔سنو اور زمانہ حفاظت کرے کہ وہ ان کی محبت وانسیت میں فنا ہو گیا اور اگر مجھے خواہش وآرزو نہ ہوتی تو میں ایک دن بھی اس کو نہ کہتا کہ حفاظت کر۔میرا دوست وہ ہے جب وہ ظاہر وعیاں ہوتا ہے تو چاند کی طرح چمکتا ہے، قریب ہے کہ دل کی کنکریاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔اور اگر بادصبا ان کے دیار سے چلتی ہے میری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں جو خون کے آنسو کے برابر ومساوی ہیں (۱)

امام زبیدی نے عقل اور مال کے بارے میں جو اشعار کہے ان کا ترجمہ یہ ہے۔

تھیلی کے ساتھ نفع بخش چیز کو روکنے والا جبکہ دونوں ایک ساتھ جمع ہو جائیں آج کسی کے لئے اور کل سلطان زمانہ کے لئے، مال کی تھیلی سے آدمی اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہو جاتا ہے اور نفع بخش چیزون کے استخراج سے کبھی تھیلی کا مالک ووالی ہو جاتا ہے۔صرف مال

---

(۱) شیخ ابوغدہ نے کتاب "بلغۃ الاریب" کے مقدمہ میں فرمایا ہے کہ یہ شعر وان نسمت ریح الصبا من دیارہم الخ اس نسخے میں موجود ہے جو پہلی بار مصر سے طبع ہوا تھا اور یہ باردوم کے مصری ایڈیشن میں بھی موجود ہے جو تاریخ جبرتی سے ثابت ہے۔مگر اسے اور اس طرح کے بہت سے اشعار کتاب کے اس نسخے سے حذف کردیئے گئے ہیں جو دارالجیل بیروت سے طبع ہوا جبکہ حذف کا نہ کوئی اشارہ ہے اور نہ اس کے لئے کوئی تنبیہ ہے۔یہ امانت میں خلل اور اشاعت علم میں خیانت ہے (عجائب

کی تھیلی ہی آدمی کو بے نیاز و بے پروا کر دیتی ہے اور صرف عقل و دانائی آدمی کو مفت میں والی اور مال والا بنا دیتی ہے۔ (مقدمہ بلغۃ الاریب از شیخ ابوغدہ، ص ۱۵۵)

امام زبیدی کے شیوخ واساتذہ

امام زبیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جہاں دیدہ شخص اور اہل علم وفن کے گرویدہ تھے انہوں نے بڑے بڑے سفر کئے اور مختلف شہروں کا دورہ کیا ان میں انہوں نے ایسے متعدد شیوخ واکابر سے ملاقات کی جو صاحب عزت وشہرت اور صاحب علم وعظمت ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''معجم صغیر'' میں اس سلسلے میں یہ فرمایا ہے:

یہ میرے ان شیوخ واکابر کی فہرست ہے جن سے میں نے سیر وسیاحت اور سفر کے دوران ملاقات کی، ان کے ناموں کو میں نے حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، پھر ان کے بعد شیوخ اجازت کا ذکر کیا، پھر میری جتنی تالیفات وتصنیفات ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور میں اللہ عزوجل ہی پر توکل ووثوق کرتا ہوں اور اسی سے مدد کا طالب وامیدوار ہوں۔

وعلى الله اتوكل وبه استعين۔ (فہرس الفہارس ج ۱، ص ۵۳۱)

پھر امام زبیدی نے ان شیوخ کے نام بیان کئے ہیں جن سے انہوں نے ملاقات کی ہے تو ان شیوخ کی تعداد ترانوے (۹۳) تک پہنچتی ہے، پھر ان شیوخ کے نام ذکر کئے جن سے انہیں اجازت حاصل ہوئی ان کی تعداد پندرہ (۱۵) ہے۔ شیخ حافظ ابویحییٰ کتانی نے فہرس الفہارس میں مزید ان کے شیوخ میں چودہ (۱۴) مشائخ کا اضافہ کیا پھر انچاس (۴۹) شیوخ اور شامل کئے تو ان تمام مشائخ کی تعداد اٹھہتر (۷۸) کو پہنچ گئی۔ امام زبیدی نے جن شیوخ سے ملاقات وسماعت کی اور جن مشائخ سے اجازتیں حاصل کیں ان دونوں کی تعداد کو ملانے سے ایک سو اکہتر (۱۷۱) شیوخ ہوتے ہیں۔

حافظ زبیدی کے ہندوستانی شیوخ واساتذہ میں سے وہ چند حضرات ہیں جن سے [illegible] علم حاصل کیا وہ حضرات

یہ ہیں:

☆ علامہ محمد فاخرالٰہ آبادی، ان کا لقب زائد ہے۔

☆ فقیہ عصر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مصنف حجۃ البالغہ

☆ علامہ محدث نورالدین محمد قبولی۔ (بلغۃ الاریب مقدمہ از شیخ ابوغدہ، ص ۱۶۵)

(ابجد العلوم ج ۳، ص ۲۷۔ فہرس الفہارس ج ۱، ص ۵۲۴)

امام زبیدی کے وہ مشہور و معروف مشائخ و اساتذہ جن سے انہوں نے یمن کے شہر زبید میں حصول علم کیا یہ ہیں:

☆ سید علامہ احمد بن محمد مقبول اہدل

☆ شیخ رضی الدین عبدالخالق بن ابی بکر نمری المز جاجی زبیدی حنفی۔

☆ شیخ محمد بن علاء الدین عبدالباقی المز جاجی زبیدی حنفی فقیہ۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے شیوخ و اساتذہ ہیں جن کا ذکر امام زبیدی نے اپنی معجم میں کیا ہے اور بعض ان اجازت ناموں میں بھی ان کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں امام زبیدی نے اپنے دست اقدس سے دوسروں کو عطا کیا۔ (فہرس الفہارس ج ۱، ص ۵۲۷)

لیکن مصر جانے اور وہاں پر قیام کرنے سے قبل امام زبیدی نے حرمین شریفین میں جن شیوخ واکابر سے علم کی تحصیل کی ان کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ان کے شیوخ حرمین میں جو حضرات مشہور و نامور ہیں وہ یہ ہیں:

☆ شیخ محدث عمر بن احمد بن عقیل حسینی مکی شافعی، جو سقاف سے مشہور ہیں۔

☆ سید عبداللہ بن ابراہیم میرغنی حسینی مکی طائفی حنفی۔

☆ شیخ امام بغوی ابوعبداللہ محمد بن محمد الشرفی الفاسی، نزیل مدینہ منورہ۔

☆ شیخ المشائخ عبداللہ سندی

☆ شیخ عبداللہ سقاف

☆ شیخ [illegible]

☆ شیخ عبدالرحمن عیدروس۔ (تاج العروس ج ۱۰،ص ۴۶۹)

مصر میں متوطن ہونے کے بعد مصر وغیرہ میں امام زبیدی کے جو شیوخ واساتذہ ہوئے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ امام زبیدی یمن سے ۱۱۶۷ھ کو مصر تشریف لے گئے اور خان صاغۃ میں سکونت ورہائش اختیار کی۔ سب سے پہلے علماء مصر میں سے امام زبیدی نے وہاں پر جن سے اکتساب علم کیا وہ شیخ علی مقدسی حنفی ہیں۔ ان کے درس میں وقت کے بڑے بڑے مصری شیوخ حاضر ہوتے تھے جیسے احمد ملوی، جوہری، حفنی، بلیدی، صعیدی، مدابغی۔ ان کے علاوہ کچھ حضرات مشائخ اور بھی ہیں جن سے امام زبیدی نے ملاقات کی اور اجازت حاصل کی۔ ان تمام علماء ومشائخ نے امام زبیدی کے علم وفضل کی شہادت وگواہی دی اور ان کی قوت حافظہ، یادداشت اور ان کی ذہانت وذکاوت کا کھلے دل سے اعتراف واقرار کیا۔

(فہرس الفہارس ج ۱،ص ۵۲۷)

شیخ کتانی فرماتے ہیں کہ امام زبیدی کے شیوخ واساتذہ اور مشائخ ومعاصرین علماء بکثرت تھے اکثر مشائخ سے انہوں نے استفادہ کیا اور خود اہل علم وفضل میں شمار ہونے لگے۔ اس کے باوجود انہوں نے کسی ایک موڑ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہمیشہ وہ علم کی طلب وتلاش اور حصول علم میں کوشاں رہے۔ اور آفاق میں جس اہل علم کی شہرت سنتے اسے خط بھی لکھتے تھے یہاں تک کہ میں نے ان کا ایک مکتوب ابن عبدالسلام ناصری کی بیاض (یادداشت لکھنے کی کاپی) میں دیکھا، ابن عبدالسلام ناصری مغرب کے بڑے محدثین میں سے ایک عظیم ونامور محدث ہیں ان سے امام زبیدی نے استدعا والتجا کی تھی کہ آپ اگر کسی علم والے سے ملاقات کریں تو میرا یہ مکتوب انہیں ضرور دکھادیں۔ ان کے مکتوب گرامی کا ترجمہ یہ ہے:

اللہ کا شکر ہے اس کے فضل کثیر اور عام کرم وبخشش پر اور درود وسلام نازل ہو ہمارے سردار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے آل واصحاب پر۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد میں سادات علماء اعلام کے غلاموں کے صدقے سے امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی عزت وعظمت اور ان کی حشمت وشوکت کو ہمیشہ قائم وباقی رکھے اور انہیں نظام اسلام سمجھنے کی توفیق

دے۔

اس بندے کو اجازت عطا فرمائیں جو اپنے مولیٰ کا فقیر ومحتاج ہے، اس کا ادنیٰ نام لکھ دیں یوں ہی اصول وفروع کی بھی اجازت دے دیں جس کا وہ مجاز ہے، علم معقول ومنقول کی روایت کی اجازت دے دیں یوں ہی اصول وفروع کی بھی اجازت عطا ہو، جہاں تک ہو سکے ان مشائخ کا بھی تذکرۂ جمیل کر دیں جن سے آپ کو اجازت حاصل ہے اور اگر سہولت وآسانی سے میسر ہو تو ان کی اسانید بھی بیان کر دیں۔

اس مکتوب کو بندۂ خدا ابوالفیض محمد مرتضیٰ بن محمد بن محمد حسینی واسطی عراقی الاصل، زبیدی نزیل مصر نے بروز جمعرات ۱۶ ربیع الاول ۱۱۹۷ھ کو لکھا۔ اللہ عزوجل اپنے احسان وکرم سے اس کی مغفرت فرمائے۔ حامدا ومصلیا۔(۱)

امام زبیدی کے تلامذہ

شیخ کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، امام زبیدی سے مصر اور دیگر شہروں کے بڑے بڑے علماء وفضلاء نے روایت کی ہے۔ (فہرس الفہارس للکتانی ص ۵۳۹)

جن ملکوں اور شہروں کے علماء وافاضل نے امام زبیدی سے روایت کی ہے شیخ کتانی نے نام بنام ان کا ذکر کیا ہے۔

☆ انہوں نے مصری علماء میں سے تیرہ علماء کا ذکر کیا ہے۔

☆ حجازی علماء میں سے چار کا تذکرہ کیا ہے۔

☆ شامی علماء میں سے اٹھارہ کا۔

☆ علمائے عراق میں سے پانچ کا۔

---

(۱) شیخ کتانی اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر کسی چیز پر تعجب کرنا ہے تو حافظ عظیم الشان امام زبیدی کی ہمت وحوصلہ، علم سے ان کی عدم آسودگی اور علم کی کثرت حرص پر تعجب کرو۔ امام زبیدی اس استدعا کے لکھنے کے بعد آٹھ سال باحیات رہے۔

حدیث میں ہے کہ دو حریص ایسے ہیں جو کبھی سیراب وآسودہ نہیں ہوتے۔ ایک علم کا طلبگار اور دوسرا دنیا کا چاہنے

☆جزائر کے علماء میں سے سات کا۔

☆طرابلس کے دو عالموں کا۔

☆تیونس کے پانچ علماء کا۔

☆یورپی ممالک کے انیس علماء کا

☆اور یمن کے دو علماء کا ذکر کیا ہے

ان کے علاوہ اور بھی علماء ہیں جنہوں نے امام زبیدی سے حدیث وفقہ وغیرہما علوم کی روایت کی۔شیخ کتانی نے ان میں سے جتنے علماء کا تذکرہ کیا ہے ان کی تعداد پینسٹھ (۶۵) ہے۔یہ تعداد ان علماء کے علاوہ ہے جنہوں نے امام زبیدی سے روایت کی اور اجازت طلب کی، یہ تعداد بطور نمونہ کے ہے ورنہ اسی تعداد پر انحصار واکتفا نہیں ہے نہ اس میں اس کا استقصاء اور استقرا کیا گیا ہے۔یعنی طلب اور تلاش اور سعی وجستجو کے بعد اور بھی علماء کے نام مل سکتے ہیں جنہوں نے ان سے اکتساب واستفادہ کیا اور علمی فیض پایا ہے۔

خلفائے عثمانیہ میں سے سلطان روم ملک اعظم ابوالفتح نظام الدین عبدالحمید خاں اول نے حدیث لکھنے کی اجازت طلب کی تو امام زبیدی نے ان کے لئے اجازت نامہ لکھا اور حدیث مسلسل کی سند لکھی جو ماثور ومشہور ہے۔مروی شدہ حدیث یہ ہے۔

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ۔رحم کرنے والے بندوں پر رحمٰن تبارک وتعالیٰ رحم فرماتا ہے۔

مکتوب کا آغاز یوں ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ رَفَعَ مَقَامَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ مَكَانًا عَلِيًّا۔الیٰ آخرہ

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے حدیث والوں کا مقام مکان عالی میں بلند وبالا کیا۔آخر تک

یہ بات ۱۱۹۳ھ کی ہے۔اجازت نامے کے ساتھ امام زبیدی نے بادشاہ کی خدمت میں ایک قصیدہ بھی بطور تحفہ وہدیہ کے بھیجا جسے انہوں نے بادشاہ کی مدح وتوصیف میں نظم کیا

اس کا آغاز یہ ہے:

سَقَى اللّٰهُ … غصن الشبيبة اَينَعا

اللہ تعالیٰ اس مقام کو سیراب وشادکام کرے جس میں میری اقامت گاہ ہے اور جوانی کی ہری بھری ٹہنیاں وہاں پر اقامت کرتی ہیں۔

علماء کے درمیان امام زبیدی کا مقام ومرتبہ

مصر میں اقامت ورہائش کے بعد امام زبیدی کا معاملہ بہت مشہور ہوا اور ان کی خبر دنیا بھر میں پھیل گئی اور وہ ایسے شخص تھے جو اپنے ملک ودیار اور اپنے شہر میں نادر روزگار تھے۔ شیخ کتانی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان کے شاگرد وتلامذہ کے بعد علم ومعلومات میں ان سے بڑا کوئی نہ آیا۔ روایت ودرایت میں اتنی وسعت وفراخی تھی کہ ان جیسا کوئی نہ تھا، ان کے تلامذہ کی اتنی کثرت وزیادتی تھی کہ اتنے شاگردوں والا استاد کوئی دیکھا نہیں گیا، ان کی شہرت سے بڑھ کر کسی کی شہرت نہ ہوئی، فن حدیث اور اس سے متعلق علوم میں ان سے زیادہ کسی کو دیکھا نہ گیا، وہ علوم وفنون میں نابغۂ روزگار اور بے مثل تھے۔

شہاب مرجانی نے انہیں بارہویں صدی ہجری کے مجددین میں شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام زبیدی بارہویں صدی ہجری کے مجددین محدثین میں سے ہیں، ان کے علاوہ امام زبیدی کے تلمیذ علامہ ادیب شہاب احمد بن لطیف بربیر البیرونی نے بھی انہیں مجدد تسلیم کیا اور وصف مجدد سے ان کی تعریف وتوصیف کی ہے۔ (۱)

حق یہ ہے کہ امام زبیدی مجدد ہونے کے لائق واہل ہیں کیونکہ ان کے اندر تجدید احیاء کی شرطیں غالب وکامل طور پر پائی جاتی تھیں ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

امام زبیدی کے ایک شاگرد نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ دیکھنے میں جمیل ووجیہ، صاحب عزت ووقار اور کثیر زلفوں والے تھے، امام المسندین، حفاظ محدثین معتمدین کے خاتم تھے، کسی کہنے والے نے جو کہا ہے وہ اس کے لائق ومصداق ہیں۔

ہر شخص کے لئے کہا جائے گا اور اس کی تعریف وثنا ممکن بھی ہے خواہ وہ سونا ہو یا

چاندی ہر ایک کے بارے میں جواب دیا جائے گا مگر وہ کہ گردش زمانہ جس کی مثال ونظیر نہ پیش کرسکی اور نہ آنکھوں نے ان جیسا کسی کو دیکھا، اس کی مثال کون لاسکتا ہے، بے نظیر کا کوئی نظیر پیش نہیں کرسکتا۔

شرق وغرب سے لوگ ان کے پاس آتے اور حسب ونسب کے تعلق سے تحریر وسند لکھواتے اور نسبی رشتوں کی تائید وتصحیح چاہتے تھے۔ ان کے سوانحی شہ پارے اور ان کی کتاب زندگی کے آثار وعلامات سے یہ ظاہر وعیاں ہے کہ علوم روایت کا یہ چھوٹا سا شعلہ اسلامی شہروں میں ابھی تک موجود وباقی ہے بیشک اس شعلے کا نور ان کے علمی مباحث، ان کی مساعی جمیلہ اور ان کی تصانیف وتالیفات کے نشر واشاعت سے لیا گیا ہے اور اس میں جو فضل وبزرگی اور شرف واعزاز ہے سب انہیں کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ امام زبیدی وہ شخص واحد ہیں جن کے علم وفضل کا پرچم آج تک لہرا رہا ہے۔ (فہرس الفہارس ج۱،ص ۵۲۷۔ ہدیۃ العارفین ج۲،ص ۳۴۷)

امام زبیدی کی شہرت ومقبولیت ہی کے سبب سے متعدد ممالک کے بادشاہوں اور دیار وامصار کے امراء وحکام نے انہیں خطوط ومکاتیب لکھے اور ان سے اجازت وسند طلب کی۔ مثلاً ترک، حجاز، ہند، یمن، مغرب، سوڈان، فزان، جزائر کے بادشاہوں کے نام اس سلسلے میں سرفہرست ہیں۔ روئے زمین کے بادشاہوں میں سے جس نے ان سے اکتساب علم کیا وہ وقت کے خلیفۂ اسلام سلطان عبدالحمید خاں اول ہیں اور ان کے وزیر اعظم محمد پاشا نے خط کے ذریعہ آستانہ استنبول کے لئے انہیں دعوت دی مگر انہوں نے عذر پیش کردیا اور تشریف نہیں لے گئے۔

شیخ جبرتی نے ذکر کیا ہے کہ امام زبیدی ترکی اور فارسی زبان جانتے تھے بلکہ بقدر ضرورت کرجی زبان سے بھی واقف وآگاہ تھے۔ (۱)

---

(۱) کرج: نصاریٰ میں سے کچھ لوگ ہیں جنہیں کرج کہتے ہیں یہ لوگ حدود آرمینیہ کے آخر میں قبق کی پہاڑیوں میں رہتے تھے۔ (معجم البلدان ج۴،ص ۴۴۶)

شیخ ابوغدہ نے فرمایا کہ لوگ ان شہروں کی لڑکیوں کو ان کے حسن وجمال کی وجہ سے پسند کرتے تھے۔ کرجی زبان میں امام زبیدی کا تعارف

حافظ زبیدی کی تالیفات

امام حافظ زبیدی مختلف علوم وفنون میں کثرت تالیف وتصنیف سے عالم اسلام میں مشہور وممتاز ہوئے ان کے علوم ومعارف میں تنوع تھا، ہمہ گیریت وآفاقیت تھی اسی کی انہوں نے پیروی کی، انہوں نے حصول علم سے جو علمی خزانہ محفوظ کیا، جو کچھ پڑھا مطالعہ کیا اور جو علوم انہیں من جانب اللہ عطا ہوئے جنہیں علم وہبی کہا جاتا ہے ان میں کافی وسعت وفراخی تھی، اور ان کے جو تصنیفی وتالیفی آثار وباقیات ہیں وہ سو سے متجاوز ہیں۔ ان کی تمام تالیفات وتصنیفات جو سو سے زائد ہیں ان میں دو عظیم کتابیں سب سے زیادہ مشہور ومقبول ہیں ان کا نام اہل علم کی زبانوں پر رائج ہے وہ دو عظیم کتابیں یہ ہیں۔

۱: تاج العروس من جواہر القاموس (عربی لغت کی یہ کتاب چالیس جلدوں میں ہے)

۲: اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین۔ (فن تصوف کی یہ کتاب دس جلدوں میں ہے)

امام زبیدی نے ان دونوں کتابوں کی جمع وترتیب میں قدرت وطاقت بھر اپنی علمی توانائی صرف کی جو ان کے علوم شرعیہ اور علم لغت پر وسعت معلومات اور علمی گہرائی کی دلیل ہے۔ اس بات کی شہادت وگواہی دور ونزدیک کے رہنے والے ہر شخص نے دی یہاں تک کہ ان دونوں کتابوں کی مشرق ومغرب میں شہرت ومقبولیت ہوگئی اور مختلف ممالک وامصار میں ان کا نام پھیل گیا۔

ان کی تالیفات وتصنیفات میں سے بعض مطبوع ہیں لیکن اکثر تصانیف وہ ہیں جو ابھی تک زیور طبع سے آراستہ وپیراستہ نہیں ہوئیں مگر یہ کام اب تو آسان وسہل بھی نہیں ہے کیونکہ زمانے کے طویل فاصلے نے ان کے نقوش مٹادیئے یا ان کا خزانۂ علمیہ محفوظ نہ رہا۔ ان کی تمام تالیفات کے اسماء ہم حروف تہجی کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں تاکہ قاری کو ان کتابوں کا نام پڑھنے اور رکھنے میں کوئی الجھن، وتکدر اور رنج وتکلیف نہ ہو۔ ممکن ہے کہ اہل علم میں سے کوئی

عظیم آدمی ہمت وحوصلہ کرے اور لوگوں کے لئے ان تمام کتابوں کو نکالے جو خزانہ مخطوطات میں قید ہیں۔(۱)

(۱) الابتهاج بختم صحيح مسلم بن الحجاج

(۲) اتحاف الاصفياء بسلاسل الاولياء

(۳) اتحاف الاكوان فى حكم الدخان

(٤) اتحاف بنى الزمن فى حكم قهوة اليمن

(٥) اتحاف السادة المتقين بشرح اسرار احياء علوم الدين(١٠جلد)

(٦) اتحاف سيدالحى بسلاسل بنى طى

(۷) الاحتفال بصوم السبت من شوال

(۸) اختصار مشيخة ابى عبدالله البيانى

(۹) اربعون حديثا فى الرحمة

(۱۰) ارجوزة فى الفقه

(۱۱) ارشاد الاخوان الى الاخلاق الحسان

(۱۲) الازهار المتناثرة فى الاحاديث المتواترة

(۱۳) الاشغاف بالحديث المسلسل بالاشراف

(١٤) اعلام الاعلام بمناسك حج بيت الله الحرام

(١٥) اقرار العين بذكر من نسب الى الحسن والحسين

(١٦) اكليل الجواهر الغالية فى رواية الاحاديث العالية

(۱۷) الفية السند ومناقب اصحاب الحديث. فى ١٥٠٠ بيت

(۱۸) الامانى الحنفية فى مجلد

(۱) شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے اسے بلغة الاریب کے صفحہ نمبر ۱۶۷ پر اپنے تحقیقی مقدمہ میں لکھا ہے اور اسے انہوں نے عبدالستار فراج کے مقدمہ سے قدرے تصرف کے ساتھ نقل کیا ہے جو تاج العروس کے لئے تحقیقی طور پر لکھا گیا جس کی طباعت کی ۔۔۔ کی

(۱۹)الامالی الشیخونیة فی مجلدین
(۲۰)انالة المنی فی سر السکنی
(۲۱)الانتصار لوالدی النبی المختار
(۲۲) ایضاح المدارک عن نسب العواتک
(۲۳) بلغة الاریب فی مصطلح آثار الحبیب
(۲٤) تاج العروس من جواهر القاموس(٤۰ جلد)
(۲٥) التحبیر فی الحدیث المسلسل بالتکبیر
(۲٦) تحفة العید
(۲۷) تحفة الودود فی ختم سنن ابی داؤد
(۲۸) تخریج احادیث الاربعین
(۲۹) تخریج حدیث شیبتنی هود
(۳۰) تخریج حدیث نعم الادام الخل
(۳۱) ترویج القلوب بذکر ملوک بنی ایوب
(۳۲) التعریف بضروری علم التصریف
(۳۳) التعلیقة الجلیلة علی مسلسلات ابن عقیلة
(۳٤) التفرید فی الحدیث المسلسل یوم العید
(۳٥) التفتیش فی معنی لفظ الدرویش
(۳٦) تفسیر علی سورة یونس
(۳۷) تکملة علی شرح حزب البکری للفاکهی
(۳۸) تکملة القاموس عما فاته من اللغة
(۳۹) تنبیه العارف البصیر علی اسرار حزب الکبیر
(٤۰) جزء طرق: اسمح یسمح لك

(٤١) الجواهر المنيفة فى اصول ادلة مذهب الامام ابى حنيفة

(٤٢) حديقة الصفا فى والدى المصطفى

(٤٣) حسن المحاضرة فى آداب البحث والمناظرة

(٤٤) حكمة الاشراق الى كتاب الآفاق

(٤٥) حلاوة الفانيد فى ارسال حلاوة الاسانيد

(٤٦) الدرة المضيئة فى الوصية المرضية ـ مائتان وعشرون بيتا

(٤٧) رسالة فى اصول الحديث

(٤٨) رسالة فى اصول المعمى

(٤٩) رسالة فى تحقيق قول ابى الحسن الشاذلى ـ وليس من الكلام .....الخ

(٥٠) رسالة فى تحقيق لفظ الاجازة

(٥١) رسالة فى طبقات الحفاظ

(٥٢) رسالة فى المناشى والصفين

(٥٣) رشف سلاف الرحيق فى نسب حضرة الصديق

(٥٤) رشفة المدام المختوم البكرى من صفوة زلال صيغ القطب البكرى

(٥٥) رفع الشكوىٰ لعالم السر والنجوىٰ

(٥٦) رفع الكلل عن العلل (اربعون حديثا انتقاها من الدار قطنى)

(٥٧) رفع نقاب الخفا عمن انتمى الى وفاء ابى الوفا

(٥٨) الروض المؤ تلف فى تخريج حديث يحمل هذاالعلم من كل خلف

(٥٩) الزهرة الاكمام المنشق من جيوب الالهام بشرح صيغة سيدى عبد السلام

(٦٠) شرح ثلاث صيغ لابى حسن البكرى

(٦١) شرح حديث ام زرع
(٦٢) شرح سبع صيغ المسمى بدلائل القرب للسيدالمصطفىٰ البكرى
(٦٣) شرح الصدر فى اسماء اهل البدر
(٦٤) شرح صيغة السيد البدوى
(٦٥) شرح صيغة ابن مشيش
(٦٦) شرح على خطبة الشيخ محمد البحيرى البرهانى على تفسير سورة يونس
(٦٧) العقد الثمين فى حديث اطلبواالعلم ولو بالصين
(٦٨)عقد الجمان فى احاديث الجان
(٦٩) عقدالجواهرالمنيفة فى ادلة مذهب الامام الحنيفة
(٧٠) عقدالجوهرالثمين فى الحديث المسلسل بالمحمدين
(٧١) العقدالمكلل بالجوهرالثمين فى طرق الالباس والذكر والتلقين
(٧٢) العقد المنظم فى امهات النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم
(٧٣) عقيلة الاتراب فى سند الطريقة والاحزاب
(٧٤) الفجر الباهلى فى ترجمة الباهلى
(٧٥) الفوائد الجلية على مسلسلات ابن عقيلة
(٧٦) قلنسوة التاج فى بعض احاديث صاحب الاسراء والمعراج
(٧٧) قلنسوة التاج
(٧٨) القول الصحيح فى مراتب التعديل والتجريح
(٧٩) القول المثبوت فى تحقيق لفظ التابوت
(٨٠) كشف الغطاء عن الصلوٰة الوسطىٰ
(٨١) كشف اللثام عن آداب الايمان والاسلام

(۸۲) کوثر النبع لفتی جوهری الطبع
(۸۳) لقط اللآلی من الجوهر الفالی
(۸٤) لقط العجلان فی لیس فی الامکان ابدع ماکان
(۸۵) المربی الکابلی فیمن روی عن الشمس البابلی
(۸٦)المرقاة العلية بشرح حديث المسلسل بالاولية
(۸۷) معارف الابرار فیما للکنی والالقاب من اسرار
(۸۸) المعجم الاکبر
(۸۹) المعجم الصغیر
(۹۰) معجم شیوخ سجادة الوفائية
(۹۱) معجم شيوخ العلامة عبدالرحمٰن الاجهوری شیخ القراء بمصر
(۹۲) المقاعد العندية فی المشاهد النقشبندية ۔ مائة وخمسون بیتا
(۹۳)مقدمة سماها اسعاف الاشراف
(۹٤)مناقب اصحاب الحديث
(۹۵) منح الفیوضات الوفية فیما فی سورة الرحمٰن من اسرار الصفة الالٰهية
(۹٦) المواهب الجلية فيما يتعلق بحديث الاولية
(۹۷) نسق الغوالی من تخریج العوالی
(۹۸) نشوة الارتياح فی بيان حقيقة الميسر والقداح
(۹۹) النفحة القدسية بواسطة البضعة العيدروسية
(۱۰۰) النوافح المسكية علی الفوائح الكشكية
(۱۰۱)هدية الاخوان فی شجرة الدخان
(۱۰۲) الهدية المرتضية فی المسلسل بالازلية

وفات امام زبیدی

امام مرتضیٰ زبیدی نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی کا نام زبیدہ بنت ذوالفقار دمیاطی ہے۔ ان سے وہ بہت زیادہ محبت کرتے تھے، ان کی پہلی بیوی زندگی کے اہم سالوں میں ان کے ساتھ رہیں اور کافی عرصے تک ساتھ نبھایا۔ وہ ان کے عقد میں زمانۂ طالب علمی کے ابتدائی دور ہی سے تھیں۔ ان کا انتقال ۱۱۹۶ھ کو ہوا جس سے امام زبیدی کو کافی حزن وملال لاحق ہوا اور وہ کافی متفکر وغمگین ہوئے۔ ان کی وفات پر بکثرت شاعروں نے مرثیے لکھے اور تعزیت پیش کی۔ خود امام زبیدی نے بھی ان کے لئے مرثیہ کہا اور بہت سارے قصیدے لکھے، کچھ قصیدے ایسے ہیں جن میں مرثیہ کی جھلک غالب ہے۔ شیخ جبرتی نے اپنی تاریخ میں بعض قصائد کو درج کیا ہے۔ ان میں سے بعض کا ترجمہ یہ ہے۔

میرا دوست جس سے مجھ کو محبت وانسیت تھی وہ مجھ سے بچھڑ گیا، اس کے بعد سے میرا دل ہمیشہ غمگین وخوفزدہ ہے۔ کیا گردش زمانہ کے بغیر کوئی تشویش وپراگندگی آ گئی یا کوئی نئی بات پیدا ہوگئی۔ میرے سفر کرنے سے وہ کسی ناگوار طبیعت بات کا مرتکب ہوا یا میں نے اس کے گرنے کی جگہ کو یاد کر لیا۔ ورنہ وہ تو میرے خون دل کی محبت والفت سے دور وجدا ہو گیا۔ زبیدہ تو حسن وجمال اور فضل وکمال دونوں کی جامع عورت ہے۔ وہ گزر گئی تو مجھ سے دنیا کی ہر لذت روٹھ گئی، ان سے تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں پھر ان کے جانے سے دونوں باتیں مجھ سے ساتھ ساتھ جدا ہو گئیں۔ بے شک زبیدہ نے موت کا تلخ پیالہ پی لیا عنقریب ہم سب بھی اسے پینے والے ہیں جس طرح انہوں نے پیا، موت کو ٹالنے والی آج تک دنیا میں کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی۔ کون ہے جو میرے ساتھی کی خبر مکہ پہنچا دے کیونکہ اس کے فراق وجدائی میں میں اتنا رویا کہ میری آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا، میری آنکھیں خشک ہو گئیں۔ (ابجد العلوم ج ۳، ص ۲۸)

نیز امام زبیدی نے اپنی زوجہ محترمہ کے مرثیے میں یہ قصیدہ بھی کہا ہے۔ ترجمہ یہ

ہے:

زبیدہ نے پیر کے دن کی صبح کو سبز گدی (گدی سے مراد وہ کپڑا جس کو عورتیں سرین پر بڑا معلوم ہونے کے لئے باندھتی ہیں) میں ملبوس سفر کے لئے سواری اور سامان سفر تیار کیا، ہر طرف سے بادشاہ لوگ ان کی زیارت کو آئے اور ان کے لئے آسمان کا ڈھول پیٹا گیا اس میں کوئی انکار اور جھوٹ نہیں ہے۔ زبیدہ ناز ونخرے کے ساتھ نئی نویلی دلہن کی مانند خوشبو لگاتی تھیں۔ اور وہ ہاتھوں کو ہلا کر ناز وادا سے چلتی تھیں۔ ان کا لباس برنس اور ازار ہوتا یعنی ہمیشہ وہ سر کو چھپا کر چلتی تھیں۔ میں جب تک زندہ رہوں گا ان کی موت پر آنسو بہاتا اور روتا رہوں گا۔ اور اگر میں مر گیا تو قبر میں میری ہڈیاں اور پسلیاں ان پر روئیں گی۔ زبیدہ کی موت جو ایک عبرت انگیز موت ہے میں نے اس کو باقی رکھنا نہ چاہا اور صبر سے میں نے صبر کا انجام طلب نہیں کیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ زبیدہ پر نہ روؤ بلکہ خاموش ہو جاؤ اور نفس وقلب کے رنج والم کو ذکر اور صبر سے تسکین وتسلی دو۔ پھر میرے پاس ہر طرف سے غم واندوہ آنے لگے کیونکہ میرے غم والم، درد ورنج اور فکر وتردد مختلف ہیں۔ (۱)

پہلی بیوی کے انتقال کے بعد امام زبیدی نے غم زندگی دور کرنے کے لئے ایک دوسری عورت سے نکاح کیا لیکن جیسا کہ امام کے حالات زندگی سے ظاہر وعیاں ہوتا ہے کہ ان کی دوسری زوجہ پہلی کی طرح نہ تھی کیونکہ انہوں نے امام زبیدی سے مال ومتاع کے حرص وطمع میں نکاح کیا تھا اور یہ سب اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے کیا تھا، یہ بات امام کی وفات کے وقت بخوبی ظاہر وآشکارا ہوگئی کیونکہ اس عورت نے اور اس کے گھر والوں نے امام کی موت کو لوگوں سے مخفی وپوشیدہ رکھا یہاں تک کہ وہ لوگ امام کی میراث اور تمام مال ومتاع پر قابض ہوگئے مزید اس کے لئے انہوں نے دن بھر تیاری کی اور یہ کیا کہ جو چیزیں قیمتی اور وزن کے اعتبار سے ہلکی تھیں ان کو چرا لیا بلکہ سامان کے ذخیروں، قیمتی سامانوں اور عمدہ کتابوں کو چھپا دیا

(۱) شیخ ابوغدہ نے اسے کتاب بلغۃ الاریب (۱۵۵) کے مقدمہ میں جبرتی کی عجائب الآثار (ج ۲، ص ۱۱۰) کے حوالے سے
نقل کیا...

پھر لوگوں کو ان کی وفات کی خبر دی گئی۔ ماہ شعبان ۱۲۰۵ھ میں امام زبیدی کو طاعون کا مرض اس وقت لاحق ہوا جبکہ وہ اپنے گھر کے سامنے کی مسجد کردی میں نماز جمعہ سے فارغ ہوئے تھے پھر وہاں سے وہ اپنے گھر آئے رات بھر ان کی زبان بند رہی کسی سے بات نہ کر سکے، ۱۰ر شعبان ۱۲۰۵ھ بروز ہفتہ ان کی روح پرواز کر گئی پھر پیر کے دن نماز جنازہ ادا کی گئی اور اس قبر میں ان کو دفن کیا گیا جسے انہوں نے اپنی زوجۂ اولیٰ کے پہلو میں اپنے لئے تیار کیا تھا۔ یہ وہ جگہ ہے جو مشہد سید رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مشہور و معروف ہے۔ (عجائب الآثار للجبرتی ج۲،ص۱۱۱)

بعض لوگوں کو امام زبیدی کی وفات کی بہت دنوں تک خبر نہ ہوئی کیونکہ لوگ اس وقت مرض طاعون میں مشغول و مبتلا تھے جس سے بہت سارے لوگ ہلاک ہوئے، لوگوں کی ہلاکت اور اس مرض کی وجہ سے اکثر لوگ ایک دوسرے کے احوال و معاملات سے بے خبر و غافل تھے۔ اور ان کی موت کی خبر عام نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کا گھر جامع ازہر سے کافی دور تھا پھر بھی علمائے ازہر میں جن کو معلوم ہوا وہ فوراً تشریف لے گئے مگر ان کو نماز جنازہ نہ مل سکی۔ امام زبیدی کی وفات کا معاملہ لوگ مہینوں بھلائے رہے یہاں تک کہ وقت کی حکومت اور حکمراں بدل گئے اور مصر کے وہ امراء، حاکم و بادشاہ ہوئے جو شہر کے مغربی کنارے پر رہتے تھے۔ امام کی دوسری بیوی نے ایک ایسے سپاہی آدمی سے نکاح کر لیا جو موجودہ بادشاہ کے ماننے والوں میں سے تھا، امام نے جو مال ترکے میں چھوڑا تھا بیوی کے نکاح ثانی کے بعد اس کی وصیت اور قاضی کے حکم سے کھولا گیا، نکاح کے بعد اس لئے کھولا گیا کہ انہیں کسی وارث کے ظاہر ہونے اور دعویٰ کرنے کا خوف تھا جب ایسا نہ ہوا تو ان کے ترکہ کو ایک جماعت کی موجودگی میں فروخت کیا گیا پھر کچھ مال بیت المال کو دیا گیا اور باقی بیوی نے لے لیا۔ امام زبیدی کے ترکہ میں مختلف اقسام و انواع کی بہت ساری قیمتی چیزیں تھیں۔ (عجائب الآثار للجبرتی ج ۲،ص۱۱۴)

امام زبیدی اس انداز میں خاموشی کے ساتھ اپنے رب سے جا ملے کہ نہ کسی شاعر نے مرثیہ کہا نہ کسی نے ان کا تذکرہ کیا جبکہ انہوں نے عظیم علمی کارنامے انجام دیئے اور دنیا کو

علم سے بھر دیا، ان کے علم و معلومات کا شہرہ دور ونزدیک کے ہر شخص نے سنا۔

صحیح یہ ہے کہ ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی اپنے بعد انہوں نے نہ کوئی لڑکا چھوڑا نہ لڑکی لیکن انہوں نے نافع ومفید تالیفات وتصنیفات چھوڑیں اور ایسے آثار وباقیات چھوڑے جو آج تک ان کے علم وفضل کی شہادت وگواہی دے رہے ہیں۔ نیز انہوں نے ایک عظیم کتاب (تاج العروس) چھوڑی جو ان کے علم کامل پر شاہد وگواہ ہے۔ اس کتاب کا ان کے زمانے میں اور ان کے بعد جو اثر ونفوذ رہا وہ قابل رشک واغتباط ہے۔ اور یہ کہ ان کی وفات کے برسوں بعد ان کی کتب وتالیفات میں سے ایک ایسی کتاب (غالباً اتحاف السادۃ المتقین) پر ہم واقف ومطلع ہوئے جو مشہور زمانہ اور اہل علم کی پسندیدہ کتاب ہے۔ لہٰذا علم بہترین میراث ہے، مال چھوڑنے سے علم کا چھوڑنا زیادہ بہتر ونافع ہے۔

فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنِ الْمُسْلِمِيْنَ كُل خَيْرٍ وَرِفْعَةٍ وَمَثُوْبَةٍ فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ اَللّٰهُمَّ آمِين ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

فصل ثانی

کتاب ''الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار''

کا تعارف وتجزیہ

کتاب کا نام

کتاب کا نام اسی طرح آیا ہے جیسا کہ اس کے مؤلف نے اپنے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ میں نے اس کا نام ''الروض المعطار فی نسب آل جعفر الطیار'' رکھا ہے۔ مگر نسخہ لکھنے والوں اور نقل کرنے والوں نے کتاب کے پہلے صفحہ پر اپنے ہاتھ سے خود اس کا نام لکھا ہے لیکن اس میں کلمہ ''السادۃ'' کو ''آل جعفر الطیار'' سے پہلے زیادہ کر دیا۔ اس طرح کتاب کا نام ''الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار'' ہو گیا۔ اس سے کچھ نقصان وضرر بھی نہیں ہے کیونکہ اس طرح کا اضافہ عنوان کتاب سے شمار نہیں کیا جاتا بلکہ یہ لفظ یا اس قسم کے دوسرے الفاظ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احترام وتوقیر کی قبیل سے سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسا لفظ کبھی تلفظ کیا جاتا ہے لکھا نہیں جاتا اور کبھی لکھا جاتا اور تلفظ بھی کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ پیش نظر کتاب میں نسخہ لکھنے والے یا مؤلف نے لکھا ہے کہ کتاب کے اصل نام میں لفظ ''السادۃ'' کا اضافہ کیا گیا ہے اس سے اگرچہ نام میں قدرے اختلاف ہوا مگر یہ بات کتاب

تمام مؤرخین ونسب داں، تمام نسخہ لکھنے والوں اور تمام فہرست بنانے والوں نے کتاب الروض المعطار کو اسی نام سے بیان کیا ہے، کسی نے اس کتاب کے نام اور نسبت میں امام زبیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مخالفت بھی نہیں کی ہے۔(۱)

کتاب کی نسبت صاحب کتاب کی طرف

اس کتاب کے مؤلف ومرتب امام ابوالفیض محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی ہیں جیسا کہ اس کے قلمی نسخہ میں وارد ہوا ہے۔ یوں ہی اس کے لکھنے کی تاریخ اور لکھنے کے مقام میں بھی یہی درج ہے۔(۲)

اور جس شخص نے بھی اس کے مؤلف کا سوانحی خاکہ لکھا یا فہرست بنائی اس نے لکھا کہ یہ کتاب امام زبیدی کی تالیفات میں سے ایک اہم تالیف ہے اور اس سلسلے میں کسی نے اختلاف بھی نہیں کیا۔(۳)

اور جس بات سے مزید اس کا ثبوت ملتا اور قلبی طمانیت وتسلی حاصل ہوتی وہ مختصر سی تحریر ہے جسے اختتام کتاب کے بعد ذکر کیا گیا اور اسے آخر میں ملایا گیا ہے۔ وہ تحریر امام زبیدی کی پیش نگاہ کتاب کا تکملہ ہے اس میں اولاد جعفر طیار میں سے ان لوگوں کے نسب کا بیان ہے جو

---

(۱) فہرس الفہارس ج۱، ص ۳۹۸۔ تاریخ الجبرتی ج ۲، ص ۱۹۶۔ خطط مبارک ج ۲، ص ۹۴۔ آداب اللغۃ ج ۳، ص ۲۸۸۔ مجلۃ المجمع العلمی العربی ج ۲، ص ۵۶۔ الاعلام للورکلی ج ۷، ص ۷۰۔ طبقات النسابین، ص ۳۴۔ معجم المؤلفین ج ۳، ص ۶۸۱۔

(۲) امام زبیدی نے اس کتاب کے آخر میں فرمایا ہے کہ اس کے مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اسے چند نشستوں میں لکھا اس کی آخری نشست ۸ر جمادی الاولی ۱۱۹۱ھ بروز ہفتہ میرے اپنے گھر بذریالا لامصر میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس گھر کو مصائب وآلام سے محفوظ رکھے۔ آمین اور یہ وہ زمانہ تھا کہ امام زبیدی خان صاغہ سے بذریالا لاباشا کو منتقل ہوئے تھے۔ اپنے آخری وقت میں اسی مقام پر مقیم رہے یہاں تک کہ ۱۲۰۵ھ میں وفات ہوئی۔

(۳) الخطط التوفیقیۃ ج ۳، ص ۹۴۔ فہرس الفہارس ج ۱، ص ۳۹۸۔ فہرس المخطوطات المصورۃ ج ۱، ص ۲۴۲۔ معجم

اس کتاب کے زمانہ تالیف کے بعد ہوئے۔(۱)

اسی تحریر کی طرف ان تصدیقات کی نسبت کی گئی ہے جو کتاب کے قلمی نسخے میں شامل ہیں، ان کی تاریخ وہی ہے جو مؤلف کی تاریخ وفات میں مذکور ہے۔ وہ تصدیقات ایسی ہیں جن سے مؤلف کے لئے نسبت کتاب کی مزید توثیق وتائید ہوتی ہے، یہ تصدیقات نابلس کے قاضیوں اوران کے نائبین کی طرف سے پے درپے وقتوں میں حاصل ہوئی ہیں۔لہٰذا اس سے ایسا یقین واعتماد ہوتا ہے جس میں شک وریب کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ کتاب کا نام ''الروض المعطار فی نسب السادة آل جعفر الطیار'' ہے اس کے مؤلف ومرتب امام زمانہ وحید عصر فرید دہر یکتائے روزگار ابوالفیض محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔

کتاب کا موضوع اور سبب تالیف

کتاب کا موضوع اس کے عنوان اور نام سے ہی ظاہر وواضح ہے، اور وہ عنوان صحابی جلیل حضرت جعفر طیار بن ابی طالب ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب نامہ ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کا نسب متصل اور قریب ہے۔ ۸ھ کو مقام موتہ میں جب حضرت جعفر طیار کی شہادت ہوئی اس وقت سے لے کر امام زبیدی کے زمانے ۱۱۹۱ھ تک ان کی ذریت واولاد میں جتنے لوگ ہوئے اور اس درخت کبیر سے اولاد در اولاد اور قبیلوں کی جتنی شاخیں نکلیں ہر ایک کا نسب نامہ بیان کیا گیا ہے، وہ کہاں کہاں پھیلے اس کا بھی بیان ہے، وہ کس قبیلے اور کس شہر میں رہے اس کا بھی ذکر ہے، ان میں اہم نام کون اور کس کے ہیں، کون شخص قابل ذکر ہے، اور بعد میں جو لوگ آئے ان میں سے اکثر کا ذکر کیا گیا ہے، اور بعض ان باتوں کو مختصر انداز میں تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس سلسلے میں واقع ہوئیں۔ یہ اسی بات کی تکمیل ہے کہ امام زبیدی نے کتاب پر اس عنوان کے مکمل اطلاق وورود کا دعویٰ کیا ہے لہٰذا کتاب کے مندرجات سے عنوان اور مضمون کتاب کے درمیان واضح

(۱) وہ مختصر تحریر وہ ہے جسے شیخ محمد ناجی سلیم نے ۱۲۶۸ھ میں اور شیخ حسن احمد سلیم نے ۱۳۰۴ھ میں کتاب کے آخر میں ضم کیا۔

وعیاں مناسبت اور کامل ومکمل مطابقت ہو جاتی ہے۔

اس کتاب کا جو سبب تالیف ہے وہ دو امروں پر منحصر وموقوف ہے انہیں مؤلف نے کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔

اول:-مؤلف نے اس کتاب کی تالیف وتصنیف سے قبل ایک کتاب ترتیب دی تھی جس میں انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ آل جعفر کے لئے ایک علیٰحدہ کتاب ترتیب دیں گے جس میں وہ ان کا نسب اور اس کی تمام شاخوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

ثانی:-حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے نابلس والوں کی ایک جماعت نے امام زبیدی سے ایک کتاب لکھنے کا مطالبہ کیا اور اس کے لئے ایسا اصرار وتقاضا کیا کہ انہیں اس کے ردوانکار کی کوئی گنجائش ومجال نہ رہی یہاں تک کہ امام زبیدی نے اس کتاب کی تالیف وترتیب کا اصرادمطالبہ قبول کرلیا۔لہٰذا مؤلف کے زمانے تک اس خاندان کا نسب نامہ اور اس کی جتنی شاخیں تھیں ہر ایک کو انہوں نے تفصیل ووسعت کے ساتھ بیان کیا۔

یہی دو باتیں اس کتاب کی تالیف وترتیب کے لئے اہم سبب ہیں کہ مؤلف کی توجہ مبذول ہوئی اور اس کی طرف ان کا عزم وحوصلہ مرکوز ہوا۔

کتاب کی اہمیت

متعدد جہت، مختلف گوشوں اور الگ الگ پہلوؤں سے کتاب کی اہمیت وعظمت ظاہر کی گئی ہے، کتاب کے مطالعہ سے ہر شخص کو اس کی اہمیت ووقعت کا اندازہ واحساس ہو جائے گا اور اہل علم حضرات امام زبیدی کی فن نسب پر وسعت معلومات کے قائل ومعترف ہو جائیں گے۔

موضوع سے کتاب کی اہمیت

نسب، جس کے لئے علماء و محققین نے دوسری صدی ہجری سے لے کر ہمارے اس زمانے تک اہتمام و انتظام فرمایا۔ اس کتاب کو ان مآخذ و مراجع میں اہم اور وقیع و گراں قدر سمجھا جاتا ہے جو اس شجر شریف کی شاخوں کے تعارف و تذکرے میں منفرد و یکتا ہے اور وہ آل جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذریت و اولاد کا نسب ہے۔(۱) اور وہ پاک و طاہر شجر محمدی ایسا ہے کہ اس کے پھیلاؤ اور اس کی متعدد شاخوں کو دیکھ کر نگاہیں جھپک جاتی ہیں۔ بارہویں صدی ہجری میں کچھ ایسے اہم واقعات اور درد انگیز حادثے پیدا ہوئے جن میں لوگ مختلف گروہوں، متعدد فرقوں اور الگ الگ جماعتوں میں بٹ گئے۔ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو مؤلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عہد تک باقی رہے۔

کتاب کا زمانۂ تالیف

یہ کتاب بارہویں صدی ہجری میں تصنیف کی گئی اور وہ زمانہ ایسا پر آشوب و پرفتن تھا کہ اس میں علماء و مشائخ کم تھے، قحط الرجال کا دور تھا، اس زمانے میں لوگ علم اور اہل علم سے منحرف و برگشتہ ہو گئے، اسی پرفتن دور میں خلافت عثمانیہ کی انتہا ہوئی، اس کا سقوط ہو گیا، اور خاص بات یہ ہے کہ امام زبیدی نے یہ کتاب اپنی حیات کے آخری سالوں میں تصنیف کی۔ مگر ہمارے لئے معاملہ اس کے برعکس ہے جس پر لوگوں کی زندگی، ان کے طور و طریقے، عادات و اطوار اور ان کی تقلید و پیروی تھی۔ خاص طور سے جب ہم نے اس زمانے کی طرف حیات مؤلف کی نسبت کی اور ہند سے یمن کی طرف ان کا منتقل ہونا، پھر یمن سے حرمین شریفین کی طرف، پھر حرمین طیبین سے مصر کی طرف تشریف لے جانا بیان کیا تو وہ بات ایسی نکلی جس پر شہر میں لوگوں کے احوال مشتمل ہیں۔

---

(۱) اس سلسلے میں چند کتابیں اور ہیں جن میں صرف آل جعفر طیار کے نسب پر اقتصار و اکتفا کیا گیا ہے مثلاً ابن عنبہ کی کتاب، عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب..... امام سلاوی کی کتاب طلعۃ المشتری فی النسب الجعفری

پیش نظر کتاب ''الروض المعطار فی نسب السادة آل جعفر الطیار'' ایسی عظیم و معرکۃ الآرا ہے جس سے ہمیں اس کا ماحصل وخلاصہ معلوم ہو جاتا ہے جو کچھ علم انساب پر لکھا گیا۔ خاص طور سے اس کو جب کوئی ایسا عالم و فاضل لکھے جو امام زبیدی کا ہم پایہ اور علم و معلومات میں ان کے برابر و ہمسر ہو، اسی طرح ان کے نسب وخاندان کے بارے میں لوگوں کا سوال کرنا اس کتاب کے سبب تالیف کی طرف اشارہ وانتباہ کو بتاتا ہے، کتاب ایسی بابرکت ہے کہ اس سے ہماری فکر روشن وواضح ہو جاتی اور عشق وعقیدت کو اجالا ملتا ہے۔ اگر ہم اسے اپنے موجودہ زمانے سے ملائیں تو معلوم ہوگا کہ نسب کے بارے میں جتنے لوگوں نے اہتمام وسعی کی یہ اس کی انتہا ہے، فن نسب پر جتنی کتابیں تصنیف ہوئیں ان میں یہ ایک مضبوط کڑی ہے۔

وہ مصادر جن پر اعتماد کیا گیا

اس کتاب کی اہمیت اس بات میں مخفی و پوشیدہ ہے کہ اس کے مواد ومضامین دوسری معتبر ومستند کتابوں سے ماخوذ ومستخرج ہیں جیسا کہ اس کے مؤلف نے خود اس کتاب کے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ اس علم شریف کی چھ ایسی کتابوں سے اس کو اخذ کیا ہے جو فن نسب میں اہم ستون کی حیثیت رکھتی ہیں، امام زبیدی نے ان کتابوں سے ایسی تلخیص کی ہے جو قاری اور اختلاف ونزاع کے وقت بحث وتمحیص کرنے والے کو ترجیح تک پہنچنے میں مطمئن کر دیتی ہے۔ ان کتابوں کو سوانحی وتاریخی اور فہارس کی کتابوں سے ملائیں گے یا تقابل کریں گے تو دونوں کے درمیان باہمی مناسبت ومطابقت ہوگی۔ اور اس کے مؤلف جہاں گئے، ٹھہرے قیام کیا یا لوگوں کا سامنا کیا اگر ان سب سے مزید اس کی تحقیق وتوثیق کی جائے تو اس سے بھی اس کتاب کا معتمد ومعتبر ہونا ثابت ہوگا۔ اس سے علم نسب سے متعلق مؤلف کے وفور علم ومعلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔

مؤلف کتاب کا مقام ومرتبہ

الشان اور عظیم المرتبت امام وعلامہ ہیں جو اپنے وقت کے امام جلال الدین سیوطی اور اپنے زمانے کے ایک مجدد ہیں۔اس موضوع سے متعلق جب تالیف کا تذکرہ آیا تو انہوں نے اس فن میں کئی کتابیں تصنیف کیں اس لئے بلاشبہ یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس باب میں جولکھا ہے وہ بہت ہی عمدہ و بہتر ہے اور وہ بحث وتحقیق کرنے والوں کی عادت اور طریقے کے مطابق ہے۔

بعد والوں میں کتاب کا اثر

وہ مختصر سی تحریر جواس کتاب کے آخر میں شامل ہے اس کو دیکھنے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جو شخص امام زبیدی کے بعد آیا وہ ان بعض لوگوں کے نسب کی تکمیل میں لگ گیا جن کا ذکر کتاب میں کیا گیا اور وہ لوگ زمانہ امام زبیدی کے تقریباً سو سال بعد تک ہوئے، پھر اس کی طرف ان لوگوں کے نسب کی نسبت کردی گئی جن کا اور جن کی اولاد کا ذکر امام زبیدی نے اپنی کتاب میں کیا۔لہٰذا بیش نگاہ کتاب فن نسب میں بہت ہی عمدہ واحسن اور بنیاد کا پتھر ہے بلکہ سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے جو امام زبیدی کے بعد آئے انہوں نے اسی پتھر پر بعد میں اپنی تعمیر کی، اسی کو اپنی تحقیق وتحریر کا سنگ بنیاد قرار دیا۔اگر میں یہ کہوں تو جزاف ومبالغہ نہیں ہوگا کہ جو لوگ اس علم کی قدر ومنزلت جانتے ہیں ان کے نزدیک اس کتاب کا اثر ورسوخ جب سے آج تک برابر دیکساں اور بہت زیادہ ہے۔

کتاب میں حافظ زبیدی کے مصادر

حافظ زبیدی نے اس کتاب کی تالیف وترتیب میں ایسا طریقہ اپنایا ہے کہ اگر قاری ان تفصیلات میں جانا چاہے جن کو کتاب میں ذکر کیا گیا ہے تو قاری کا وقت ضائع نہیں ہوگا بلکہ اپنے مقدمہ میں انہوں نے اپنی معلومات کے مطابق کتاب کے مصادر ومراجع کو بیان کر دیا ہے [illegible] راجع ہے۔

اول:-- اس کتاب کے مؤلف امام زبیدی کی یہ علمی امانت ہے کہ انہوں نے ان علماء ومصنفین کے علم وفضل ان کی مساعی جمیلہ اور جدوجہد کا کھلے دل سے اعتراف واقرار کیا جن کے حوالے سے کچھ اخذ کیا کیونکہ فضل وشرف والوں کی رعایت فضل واعزاز والے ہی کرتے ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''جس نے ایک لمحے کی محبت ووداد کی رعایت کی وہ آزاد ہے، اور اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے کسی کو اگرچہ ایک لفظ کا بھی فائدہ پہنچایا اس کی بھی رعایت کی جائے گی، اس کا بھی لحاظ کیا جائے گا۔

ثانی:-- اس سے پہلے علم انساب پر جو کچھ بھی لکھا گیا وہ سب لائق اعتماد ہیں مگر امام زبیدی کی یہ کتاب بنیادی وکلیدی حیثیت رکھتی ہے گویا کہ یہ کتاب ان سب کا تکملہ ہے اور قول راجح کے اختیار کرنے میں یہ کتاب ماسبق کا ماحصل وخلاصہ ہے۔

امام زبیدی کو جن مآخذ ومراجع پر وثوق واعتماد تھا ان میں سے بہت ساری چیزیں ہمارے اس زمانے میں برباد وضائع ہوگئی ہیں۔ اللہ عزوجل نے ہمارے لئے اس کتاب کو محفوظ وسلامت رکھا۔

اس کتاب کے جو مصادر ومراجع ہیں اور امام زبیدی نے جن پر اعتماد کیا وہ یہ ہیں۔

۱:-- کتاب شیخ الشرف العبیدلی (۱)

۲:-- کتاب ابی نصر البخاری (۲)

۳:-- کتاب المفاہیم للبلاذری (۳)

۴:-- کتاب عمدة الطالب لابن عنبہ (۴)

---

(۱) اس کتاب کا پورا اور اصل نام یہ ہے ''تہذیب الانساب ونہایۃ الاعقاب''

(۲) اس کتاب کا اصل نام ہے ''سر السلسلۃ العلویۃ''

(۳) اس کتاب کا نام ''المفاہیم'' ہے کسی نے ذکر کیا ہے کہ بلاذری کی ایک کتاب المفاہیم کے نام سے ہے مگر مجھے یہ کتاب نہ ملی، واللہ اعلم

(۱) اس کتاب کا نام ہے ''عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب''

۵:-مشجر رکن الدین (۱) موصل کے بہت بڑے نسب داں
۶:-البیان والاعراب للمقریزی (۲) مصر کے عظیم مؤرخ
۷:-المشجر الکشاف لابن عمید الدین النجفی (۳) نسب کے ماہر
۸:-الضوء اللامع للحافظ السخاوی (۴)

امام زبیدی ایسے امام علم وفن ہیں جو علم وفن کے بحر بیکراں ہیں ان کی معلومات میں سمندر جیسی وسعت وگہرائی ہے۔ انہوں نے صرف ان مراجع ومصادر پر اکتفانہیں کیا جن کا بیان اوپر گزرا بلکہ انہوں نے کتاب کی معلومات میں کافی وسعت دی اور فن نسب کی ایک کائنات بسائی ہے اسی لئے انہوں نے کتاب کے ترکش میں تراجم وتاریخ اور فہارس وسیر کی کتابوں سے نصوص واقوال اور شواہد کا اضافہ کیا اس کے باوجود انہوں نے ان کو محدود بھی نہیں سمجھا بلکہ اگر کوئی شخص اس بحر ناپیدا کنار کی غواصی کرے تو وہ گوہر آبدار نکال سکتا ہے۔ اپنی کتاب میں انہوں نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ کتاب کی تحقیق سے میرے لئے یہ ظاہر وعیاں ہوا کہ انہوں نے جن مآخذ ومصادر کی طرف رجوع کیا ہے ان میں سے چند کتب یہ ہیں:

۱: کتاب شذرات الذہب لابن عماد
۲: کتاب نسب قریش للزبیری
۳: کتاب الشجرۃ المبارکۃ
۴: کتاب التاریخ الکبیر للبخاری
۵: کتاب تہذیب التہذیب لابن حجر
۶: کتاب الکامل فی التاریخ للطبری

(۱) اس کتاب کا نام ہے "مشجر لانساب لآل بیت النبوۃ"۔ اب یہ کتاب موجود نہیں نایاب ہے۔
(۲) اس کتاب کا نام ہے "البیان والاعراب عما بارض مصر من الاعراب"
(۳) اس کتاب کا نام ہے، المشجر الکشاف لاصول السادۃ الاشراف، اس کا نام بحر الانساب بھی ہے۔

یہاں پر کچھ مراجع وماخذ اور بھی ہیں جن سے امام زبیدی نے استفادہ کیا اور اپنی کتاب میں ان کو بیان بھی کیا ہے، ان میں سے بعض مراجع یہ ہیں:

۱:- کتاب الثقات لابن حبان

۲:- صحیح البخاری

۳:- مستدرک الحاکم

۴:- سنن الترمذی

۵:- معاجم الطبرانی الثلاثۃ، الکبیر والاوسط والصغیر۔

۶:- تاریخ الاسلام للذہبی

۷:- معجم الشیوخ لابی علی الحداد

۸:- کتاب احیاء علوم الدین للغزالی، وغیرہا

ان کے علاوہ امام زبیدی نے کچھ ایسے مراجع کا بھی اضافہ کیا ہے علم انساب میں جن کی ضرورت ہے اور وہ درست و بہتر بھی ہیں۔ وہ مراجع ایسے ہیں جو کتابوں اور ظاہری مراجع کے باطن میں مخفی و پوشیدہ اور ثقہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ بعض وہ مراجع جو کتابوں میں مذکور و وارد نہیں ہیں تو امام زبیدی نے ان کے بارے میں اہل علم وفن سے پوچھا بھی ہے ، یہ اہم بات ان سے فوت نہ ہوئی تا کہ یہ کتاب ان علم والوں کی خدمات میں تحفۂ پیش کی جاسکے۔

کتاب میں امام زبیدی کا نہج

امام زبیدی سے قبل دیگر مصنفین ومؤلفین نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا اور عظیم وجلیل کتابیں تصنیف کی ہیں انہوں نے اپنی تالیفات میں جو انداز اپنایا وہی نہج وطریقہ امام زبیدی نے اپنی اس کتاب میں اختیار کیا ہے، مگر یہ کہ مؤلف نے اپنی اس تالیف میں صرف صحابی جلیل حضرت جعفر ... رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل پر اکتفا واقتصار کیا ہے ... کسی

صحابی کے نسب سے بحث نہیں کی ہے۔

اس کتاب میں مؤلف نے اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ انہوں نے نسب کی بڑی شاخ وفرع کے ذکر وبیان سے آغاز وابتدا کی ہے پھر اس کا ذکر فرمایا ہے جو اس کے قریب ہے، پھر جو اس کے قریب ہے، مؤلف کے زمانے تک یہی انداز اور یہی سلسلہ ہے۔ پھر ان کی تحریر میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آئے گی کہ بعد میں آنے والوں میں جن کی اکثریت ہے ان پر نگاہیں مرکوز ہو جاتی ہیں یعنی ان کا ذکر وہ تفصیل سے کرتے ہیں اور جس شاخ سے اولاد کم ہیں ان کا ذکر اجمالی کرتے ہیں تفصیلی نہیں کرتے۔ اسی طریقے کے مطابق انہوں نے علی زینبی، محمد جواد، اسحاق عریضی کے نسب میں وسعت دی ہے کیونکہ ان کی شاخیں بڑی اور طویل ہیں۔ پھر انہوں نے نسب نامہ لکھنے کی ابتدا یوں کی کہ پہلے بڑے کا ذکر کیا بعد میں چھوٹے کا ذکر کیا، پھر ان میں جو سب سے بعد میں ہوئے ان کا تذکرہ کیا ہے ان کے لکھنے کا انداز یہ ہے مثلاً:

''محمد اکبر کی والدہ اور ان کے بھائی عبداللہ اکبر کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں۔ عبداللہ اکبر صفین کے کارزار میں قتل ہوئے ان کی تین اولاد ہیں۔ عبداللہ، عبدالرحمٰن، قاسم،۔ قاسم کی والدہ ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر ہیں۔ ان میں سب ختم ہو گئے کوئی باقی نہ رہا۔''

بعد میں آنے والا وہ شخص جس کا رشتہ نسب سے براہ راست اور بلا واسطہ وذریعہ ہے اس کا صرف نام ذکر کیا گیا ہے، یوں ہی بعد میں آنے والے وہ لوگ جن کا رشتہ وتعلق نسب سے براہ راست نہیں بلکہ بواسطہ وذریعہ ہے ان لوگوں کا نام کامل طور پر لکھا گیا یہاں تک کہ یہ سلسلہ صاحب کتاب تک پہنچ گیا۔ اگر کسی کے مناقب وفضائل اور عمدہ خصائل واوصاف ہیں تو خاص طور سے ان کو ذکر کیا گیا اور وہ بات بھی بیان کی گئی ہے جو ان کے اخلاق وسیرت کو ممتاز و نمایاں کرتی ہے۔ خواہ وہ شخص امیر ہو یا عالم یا شاعر یا محدث ومفتی ہو، اس کے ساتھ اگر اس کا لقب ملا تو اسے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور کبھی ان کے بارے میں بعض علماء کے اقوال بھی ذکر کئے جاتے ہیں اور ان کی رائے سے شہادت لی جاتی ہے۔ اور جس کے بعد کوئی نہیں اس کی

طرف اشارہ کردیا جاتا ہے اور جس کی اولاد میں صرف مؤنث ہی ہوتی ہیں لفظ "مئناث" سے اس کا اشارہ کردیا جاتا ہے تفصیل نہیں کی جاتی۔ اور جب ماں جعفر کی ذریت و اولاد ہو یا فاطمہ کی نسل سے تو اس کا تذکرہ اس کے پورے نام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات نسب بیان کرنے والوں کے اقوال سے گواہی لی جاتی ہے جیسے

شرف العبید لی، زبیر بن بکار اور ابن طباطبا

کبھی مؤرخین کے کلام و سوانح عمری سے شہادت لی جاتی ہے جیسے

ابن حبان، ذہبی اور امام شمس الدین سخاوی

اور کبھی صاحب ترجمہ یعنی آدمی کا مقام اقامت ورہائش، سال وفات اور اس کے سماع حدیث کا زمانہ وغیرہ بھی درج کیا جاتا ہے۔

ہاں مصنف نے اس تالیف میں جو نہج وطریقہ اختیار کیا میں نے اختصار کے ساتھ اسے ممتاز ونمایاں کردیا ہے جس کی طرف مؤلف نے مقدمہ اور خاتمہ میں اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے کہ میں نے اس وقت ان کا مطالبہ قبول کیا جبکہ میں کافی عجلت وجلدی میں تھا، وقت میں تنگی تھی گنجائش نہ تھی، اس لئے کہ ان میں جو بے چین و بے قرار لوگ تھے وہ سفر وطن کے لئے پابہ رکاب تھے انہیں ان مقامات نے کھینچ لیا جن کی نسیم بوئے جنت کے مثل تھی، مجھے اسے طویل کرنے کی وسعت وگنجائش نہ ملی اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی اس کے باوجود میں نے ایسا لطیف جز پیش کیا جو اہم لوگوں کے تعارف وتذکرے پر مشتمل ہے۔

پھر کتاب کے آخر میں انہوں نے اختصار وعجلت کے لئے معذرت پیش کی ہے اور فرمایا ہے کہ میں نے کمال غور وخوض اور کامل اعتبار سے اس مختصر سی تحریر میں ان سادات کرام کا ذکر و بیان مختصر طور پر پورا کردیا ہے جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے متعدد ومختلف شہروں میں خاندان و قبیلے اور شاخیں ہیں۔ ان سب کی تفصیل کے لئے میں نے قلم کو نہیں پھیلایا حالانکہ ان کی اولاد میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی شہرت پے در پے اور مسلسل ہے اور اللہ عزوجل نے انہیں شرف بزرگی کے ساتھ احوال واقوال اور افعال بھی عطا

فرمائے۔ اگر مجھے طوالت کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو میں ان سب کو مثالوں کے ساتھ بیان کرتا۔

جس طرح بعض کے حالات لکھنے میں سرعت وتیزی سے گزر گئے اس کو وہ حق نہ دیا جو دوسرے کو دیا بسا اوقات تحقیق کی راہ میں عجلت واقع ہوئی جیسا کہ جعفر طیار کی اولاد کے ذکر میں ان سے ایسا واقع ہوا اور یہ وہ بات ہے جسے حافظ زبیدی جیسے امام سے فوت نہ ہوئی۔ لیکن اس کتاب کی تصنیف کے لئے نابلس والوں کی عجلت کا سبب وہی ہے جو اس سے پہلے مذکور ہوا جیسے عبدالمنعم بن سرور اور ان کی ذریت واولاد کے بیان نسب میں وسعت اختیار کرنا دوسرے کے بیان میں ایسا نہ کرنا تو اس کا سبب یہ ہے کہ نابلس والے جنہوں نے امام زبیدی سے اصرار وتقاضا کیا وہ عبدالمنعم بن سرور کی اولاد سے تھے، اسی لئے امام زبیدی نے اولاد جعفر طیار سے اس قبیلے کے تذکرہ وبیان کا خوب اہتمام فرمایا اور ان سب کا نسب مکمل طور پر مفصل انداز میں بیان فرمایا جبکہ دوسروں کا ذکر اس قدر تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ نہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اس بات کی تحقیق وتائید اس مختصر سی تحریر سے ہوتی ہے جس کو میں نے اس کتاب کے آخر میں شامل کیا ہے اس میں اس نسبت عالیہ سے لے کر زمانۂ مؤلف کے بعد تک اسی ذریت جعفر کی تکمیل ہے۔ یہ تحریر محمد ناجی سلیم اور حسن سلیم کے قلم کی ہے اس پر اہل نابلس اور وہاں کے مفتیوں کی تصدیق وتائید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پھر مؤلف نے یہ بتاتے ہوئے کتاب کو ختم کر دیا ہے کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہر مسلمان پر واجب ولازم ہے۔ یہ بات انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس وصیت مبارکہ پر عمل کرنے کے لئے کہی جو حضور نے اہل بیت کے لئے فرمائی، نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل بیت نبوت کا مرتبہ ومقام پہچاننے اور ان سے محبت کرنے کی تعلیم وترغیب دی ہے۔ مؤلف نے یہ فرمایا ہے۔

اہل بیت کے نسب کی معرفت وپہچان سے متعلق اہم اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ

اس چیز کی معرفت حاصل ہو جو ان پر بذاتِ خود واجب ہے یعنی حسب ونسب کی حفاظت وصیانت کرنا، علماء نے اس کی صراحت کی ہے اہل بیت کی محبت فرض عین ہے ہر مسلمان پر واجب ہے اور یہی خلاصۂ ایمان ہے۔

اس کے بعد امام زبیدی نے اہل بیت کے ساتھ ان کو ملایا جن کا انتساب شجر محمدی کی طرف تھا اس سے بتانا مقصود یہ ہے کہ جو ان لوگوں پر لازم وضروری ہے اس کا قائم وباقی رکھنا واجب ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا

اشراف اہل بیت کے وظائف ومعمولات میں سے یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جن سنتوں کو لوگوں نے مردہ کر دیا ہے ان کو زندہ کرنا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہونا، حدیث کا درس وتدریس کرنا، سیرت شریفہ اور اس کے گوشوں کو تلاش کرنا، اور حضور کے پاک ستھرے شمائل وفضائل کو بیان کرنا اور ان پر عمل کرنا، مساجد میں ان کا ذکر وبیان پھیلانا، مجالس میں ان کا تذکرہ کرنا، احسان وسلوک کے اقسام وانواع کے ذکر سے امت کے قلوب وارواح میں کشش ورعنائی پیدا کرنا۔

مخطوطہ نسخے کا تعارف

اللہ عزوجل کے فضل واحسان سے مجھے اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوا تھا جس کو میں نے استفادہ کے لئے چھپا کر رکھا تھا حالانکہ مخطوطات کی فہرستوں میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔(۱)

تحقیق وتلاش کے معاملے میں اسی کو میں نے اصل اور بنیاد قرار دیا، اس کے علاوہ کتاب کے اور بھی نسخے تھے جن کی وجہ سے میرے لئے ظاہر وآشکارا ہوا کہ تمام نسخوں میں وہ سب سے پہلے کا نسخہ ہے۔ حال یہ ہے کہ ان نسخوں میں افتتاح کلام اور مؤلف کے خاتمہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے، ان نسخوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ بھی نہ ہوا، وہ زیادہ لوگوں تک پہنچا بھی

(۱) الخلط التوفیقیۃ ج۳، ص۹۴۔ فہرس الفہارس ج۱، ص۳۹۸۔ فہرس المخطوطات المصورۃ ج۱، ص۲۴۲۔ معجم المطبوعات، ص ۱۷۲۶۔ فہرس الازہریۃ ج۱، ص۲۹۷۔ ہدیۃ العارفین ج۲، ص۳۴۷۔ معجم المؤلفین ج۱۱، ص۲۸۲۔

نہیں، ان کو سنا بھی نہیں گیا، جیسا کہ ان نسخوں میں یہ اشارہ بھی نہیں ہے کہ وہ نسخے کس کی ملکیت وتحویل میں ہیں، انہیں کس نے نقل کیا ہے۔ مگر میرے پاس جو نسخہ ہے وہ خزانۂ تیموریہ کی ملکیت میں ہے کیونکہ اس کے پہلے صفحہ پر ''تاریخ تیمور'' لکھا ہوا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس کے مالک کی وفات کے بعد اس کو دارالکتب المصریہ میں منتقل کر دیا گیا۔ (۲)

اس نسخہ میں ۱۳۰۴ھ کی تاریخ مرقوم ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نسخے کے لکھنے والے حسن بن سید احمد سلیم ہیں۔ نابلس والوں میں یہ وہ شخص ہیں جن کا نسب جعفر طیار کی اولاد سے ملتا ہے۔ پھر انہوں نے شیخ محمد ناجی سلیم کے اس نسخہ کی تکمیل کی جو بہت مختصر ہے اس میں ان لوگوں کا ذکر شامل وداخل ہے جو امام زبیدی کے زمانے کے بعد جعفر کی آل میں آئے۔ میں ۱۲۶۸ھ کو سلیم کے گھر میں اس پر آگاہ ومطلع ہوا۔ پھر حسن احمد سلیم نے اسی نسخہ کی متابعت وپیروی کی اور ان لوگوں کا نسب نامہ لکھنے لگے جن کا نسب اسی خاندان سے ۱۳۰۴ھ تک جعفر طیار سے ملتا ہے۔

اس کتاب کا قلمی نسخہ لوح عنوان کے ساتھ پینتالیس (۴۵) صفحات میں ہے اور یہ نسخہ ایک مستقل کاپی میں ہے۔ جس نسخہ کو امام زبیدی نے لکھا ہے وہ تیس (۳۰) صفحات میں ہے، اور وہ مختصر سی تحریر جو بشکل مقدمہ ہے اس کے صفحات کی تعداد پندرہ (۱۵) ہے۔ لہٰذا پوری کتاب کا مجموعہ پہلے صفحہ کے ساتھ پینتالیس (۴۵) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سائز ۲۱×۱۶ سینٹی میٹر ہے، ہر صفحہ میں دس بارہ سطریں ہیں، ہر سطر میں تقریباً سات کلمات ہیں اس پر دارالکتب مصریہ کا نمبر (۱/۱۰۵) درج ہے۔

وہ نسخہ بہتر وعمدہ اور مکمل وتام ہے اس میں کچھ نقص وکمی نہیں ہے یا اس سے کچھ ضائع وتلف بھی نہیں ہوا، رسم عثمانی کے اسلوب وانداز میں لکھا گیا ہے، اس کے اکثر حصے میں خط رقعہ استعمال کیا گیا ہے اور وہ ایسے رسم الخط میں ہے جو واضح طور پر پڑھا جاتا ہے۔ اور جس سے

---

(۲) کویت کے مکتبہ مخطوطات میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے جو مکتبہ نور عثمانیہ سے طبع ہوا۔ (خزانۃ التراث، فہرس المخلوطات

اس نسخہ کی صداقت وثقاہت مزید ثابت ہوتی ہے وہ شہر نابلس کے مفتیوں قاضیوں اوران کے نائبین کی طرف سے پانچ تصدیقات ہیں جو یکے بعد دیگرے لی گئی ہیں اوروہ اس کتاب کے مشمولات کی صحت وثقاہت پر شاہد وناطق ہیں۔اس کے صدق واتصال کی تاکید وتائید نسب شریف سے ہوتی ہے۔جواس پر مزید اطلاع وآگاہی چاہتا ہےاس کے لئے میں نے اس نسخہ کومخطوطہ نسخوں کے ساتھ شامل وضم کردیا ہے۔

تحقیق کلمات کا طریقہ

''الروض المعطار'' کے قلمی نسخے کی تحقیق وتصحیح مندرجہ ذیل طریقوں کے مطابق ہوئی ہے۔

الف:-قلمی نسخہ کی تبییض کرنا

ب:-کلمات نص اوراس کے الفاظ کا صحیح مفاہیم کے ساتھ ضبط کرنا،اگر کہیں پر تحریف وترمیم یا اسقاط پایا جائے تو اسے درست کرنا۔

ت:-علم والوں کا تعارف پیش کرنا جیسے شیوخ وعلماء،ائمہ ومدرسین،امراءوذی منصب وغیرہم کا تعارف کرنا اوران کے سوانحی مصادرومراجع کا تعین کرنا۔

ج:-اہم خبروں،تاریخی حوادث وواقعات اورایام ومقامات کا تعارف کرنا،ان کا حوالہ ان کے ان مصادر تک پورا ہوجاتا ہےجن کی تفصیل بات کرنے میں ہوجاتی ہے۔

ح:-تاریخ وادب اورلغت کی کتابوں سے ان الفاظ ومعانی اوراصطلاحات کی متعدد تشریح کرنا جن کی توضیح وتفسیر کی ضرورت ہے۔

خ:-میں نے رسالہ کا ماحصل وخلاصہ لکھ دیا ہے تاکہ اس کی طرف رجوع کرنا آسان وسہل ہوجائے،ہر شخص کے تذکرہ سے پہلے میں نے اس کا نام عنوان میں قوسین کے اندر لکھ دیا ہے کیونکہ یہ اصل نسخہ میں نہیں ہے۔

تذکرہ سے متعلق ہیں اور مؤلف نے ان کا ذکر نہیں کیا اور ان کی نسبت بعض ان اہم مصادر کی طرف کی گئی ہے جو صاحب تذکرہ کے احوال زندگی میں وسعت وتوثیق کے لئے ہیں۔

س:-ان اہم مقامات کی وضاحت وتشریح کی گئی ہے جن کا ذکر امام زبیدی نے کتاب میں کیا ہے اور ان کے لئے یاقوت حموی کی کتاب ''معجم البلدان'' کا حوالہ دیا گیا ہے۔

ع:-اس کتاب کی تحقیق کی انتہا ایک مختصر خاتمہ سے ہے جو ایسی جدید باتوں پر مشتمل ہے جن کو یہ کتاب علمی میدان میں لے آئی ہے۔

و:-مشمولات کتاب کی ایک جامع ومکمل فہرست بنائی گئی اور کتاب کا تعارف پیش کیا گیا ہے پھر ان مصادر پر کتاب کو ختم کر دیا گیا جو تحقیق ودراسۃ میں کافی معتمد اور لائق اعتبار ہیں۔

ی:-بعض ایسے الفاظ کی تصحیح وتصریح کی گئی جنہیں نسخہ لکھنے والے نے بدل دیا، اور انہیں قوسین کے درمیان کر دیا گیا ہے تاکہ اصل کتاب سے ممتاز وجدا ہو جائے اور اس کی طرف اشارہ ہو جائے جو قلمی نسخہ کے حاشیہ میں مذکور ہے۔

ہ:-مخطوطہ نسخہ کے ہر صفحہ کے اختتام وانتہا کی طرف رقم (نمبر) سے اشارہ کیا گیا ہے اور اس رقم کو قوسین کے درمیان رکھا گیا ہے۔

جعفر بن ابی طالب (الطیار) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات کا مختصر جائزہ (۱)

حضرت جعفر کا نسب اور مقام ولادت

ان کا اسم گرامی جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی ہے، جعفر طیار سے مشہور ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سگے بھائی ہیں، وہ حضور کے زمانۂ بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے، ان کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں، ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ''ابوالمساکین'' رکھی کیونکہ وہ مسکینوں محتاجوں پر رفق ونرمی کرتے، ان کی خبر گیری کرتے اور ان کے ساتھ بلا تکلف بیٹھا کرتے تھے۔ ان کا لقب صاحب ہجرتین ہے یعنی دو ہجرتوں والے، اس لئے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ سے ملک حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی اور حبشہ سے مدینۂ منورہ کی جانب، مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں مسجد نبوی کے قریب ٹھہرایا اور وہاں پر ان کے لئے ایک مکان کا انتخاب فرمایا جس میں ان کا قیام ہوا۔

حضرت جعفر کا اسلام اور ہجرت حبشہ

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو شروع اسلام میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے، وہ اپنے بھائی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے

---

(۱) حضرت جعفر کا سوانحی خاکہ مندرجہ ذیل کتابوں سے ماخوذ ہے۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۲، ص ۹۸۔ سیرت بن ہشام ج ۲، ص ۳۷۰۔ انساب الاشراف للبلاذری ج ۱، ص ۱۹۸۔ کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۲، ص ۴۹۴۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب [illegible]

بہت ہی قلیل و کم مدت کے بعد داخل اسلام ہوئے اسلام میں سب سے پہلی جو جماعت نماز قائم و منعقد ہوئی اس میں وہ مردوں میں دوسرے شخص تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ انہوں نے بعثت مبارکہ کے پانچویں سال مسلمانوں کے دوسرے گروہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہ مہاجرین حبشہ کے سردار و قائد تھے، ان کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس بھی تھیں، وہ ابھی حبشہ ہی میں ہجرت کی زندگی گزار رہے تھے کہ عرب میں اسلام خوب پھیل گیا اور مسلمانوں کی شان و شوکت بڑھ گئی۔

جب قریش مکہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حبشہ اس خیال سے بھیجا کہ وہ شاہ حبشہ نجاشی سے ان مسلمانوں کو طلب کریں جو ان کے ملک میں ہجرت کر کے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے آبائی دین سے راہ فرار اختیار کی ہے۔ جب حضرت عمرو بن عاص نے نجاشی کے سامنے اپنا مطالبہ رکھا اور کفار مکہ کی نمائندگی کی تو حضرت جعفر طیار نے بادشاہ حبشہ نجاشی کے روبرو مسلمانوں کی طرف سے شدت و سختی کے ساتھ دفاع کیا اور ایک مختصر سی تقریر کی، اس تقریر میں انہوں نے فرمایا:

اے بادشاہ! ہم جاہلیت والے جہالت و تاریکی کی دلدل میں غرق تھے، بتوں کو پوجتے، مردار کھاتے، عصیان و گناہ اور فحش و بے حیائی کرتے، رشتوں کو توڑتے صلہ رحمی نہ کرتے، پڑوسیوں کو فراموش کر چکے تھے، ان کا کوئی خیال کرنے والا نہ تھا، ہم میں جو طاقتور و توانا ہوتے وہ ناتواں اور کمزوروں کو کھا جاتے، ظالم و جابر ظلم و جبر کرتے ہوئے نہیں تھکتا، مظلوم کی مظلومیت پر کوئی آنسو بہانے اور فریادرسی کرنے والا نہ تھا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے ہم میں سے ہماری طرف ایک ایسے رسول برحق کو مبعوث فرمایا اور ایسے ہادی کو بھیجا ہم جن کا حسب و نسب جانتے ہیں۔ ان کی صداقت و امانت ان کی حق گوئی و بے باکی، ان کے عدل و انصاف، ان کے وعدے معاہدے کی پابندی، ان کی عفت و پارسائی سے واقف و آگاہ ہیں۔ انہوں نے ہمیں اللہ کی وحدانیت و توحید کی دعوت دی اور انہوں نے ہمیں یہ بتایا کہ ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، جن بتوں کو ہم پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں

ان سے قطع تعلق کرلیں ، انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانتیں ادا کرنے ، صلہ رحمی اور پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنے ، وعدہ وفا کرنے ، شرمناک باتوں سے اجتناب واحتراز کرنے ،حرام چیزوں اور قتل خوں ریزی سے باز رہنے کا حکم دیا، اور انہوں نے ہمیں فحش و بے حیائی سے، جھوٹ بولنے اور ناحق یتیم کا مال کھانے سے منع فرمایا، انہوں نے ہمیں نماز اور روزے کا حکم دیا، ہم ان پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق وتائید کی۔ ہم نے اسے حرام جانا جسے انہوں نے ہمارے لئے حرام فرمایا، ہم نے اسے حلال جانا جسے انہوں نے ہمارے لئے حلال فرمایا، ہم نے ان کو مانا ان کی باتوں کو مانا تو ہماری قوم نے ہم پر ظلم و جبر کیا، ستم ڈھائے، ہمیں اذیتیں اور سزائیں دیں، ہمیں ہمارے دین سے روکا منع کیا فتنہ برپا کیا تا کہ وہ ہمیں بتوں کی پوجا کی طرف لوٹا دیں۔ جب انہوں نے ہم پر قہر و جبر کیا، ہم پر ظلم وزیادتی کی اور وہ ہمارے دین وعبادت کے درمیان حائل و مانع ہو گئے تو ہم نے آپ کی پناہ لی، آپ کے ملک اور آپ کے شہروں میں آ گئے، ہم نے آپ کو پسند کیا، دوسروں پر آپ کو فوقیت وترجیح دیا۔ اے نیک خصلت بادشاہ! ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کے سایۂ عاطفت میں ہم پر مزید ظلم وستم نہ ہو اور ہمیں کفار مکہ کے حوالے نہ کیا جائے۔ (الکامل فی التاریخ لابن اثیر ج ۱، ص ۵۹۹)

جب بادشاہ حبشہ نجاشی نے حضرت جعفر طیار کی پر مغز اور مبنی بر حقیقت تقریر سنی تو وہ مہاجرین کو کافروں کے حوالے کرنے سے باز رہے اور کفار مکہ کے نمائندے کو اپنے دربار سے نکال دیا۔

شاہ حبشہ نجاشی کے اسلام لانے میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار نمایاں اچھا اور عظیم تھا مگر حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجاشی کو جو مکتوب گرامی بھیجا تھا اسلام لانے میں اس کے اثر ونفوذ کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

پھر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۷ھ میں حبشہ سے لوٹ کر مدینہ منورہ آ گئے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی، شرف زیارت سے مشرف ہوئے۔

حضرت جعفر کا مقام و رتبہ

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر و منزلت عظیم اور ان کا مقام و مرتبہ بڑا ہے، اسلام کے نشر و اشاعت اور دین و شریعت کی تبلیغ و ترویج میں ان کا کردار عظیم اور قابل ذکر ہے اسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے دن ان کو مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا ان کے حال کو لڑنے والوں کے حال کی طرح قرار دیا جبکہ حضرت جعفر طیار غزوۂ بدر میں حاضر و شریک نہ تھے حالانکہ جو شریک جہاد نہ ہو غنیمت میں اس کا حصہ نہیں ہوتا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے کارناموں کی وجہ سے ان کو مال غنیمت سے حصہ دیا۔ اس سے حضرت جعفر کی مقبولیت رسول کا پتہ چلتا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار کے اوصاف و خصائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے جعفر جو تمہاری سیرت و اخلاق ہے وہ میری سیرت و اخلاق ہے اور تمہاری صورت میری صورت سے مشابہ ہے تو تم اے جعفر مجھ سے اور میرے شجرۂ نسب سے ہو۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۷ھ میں حبشہ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت آئے جبکہ خیبر فتح ہو چکا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو گلے لگایا اور فرمایا معلوم نہیں کہ میں دو چیزوں میں کس سے زیادہ مسرور و خوش ہوں جعفر کے آنے سے یا خیبر کے فتح ہونے سے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس سے راضی و خوش ہونے کا اعلان کر دیں امت میں اس سے بڑا خوش بخت اور فیروز مند کوئی نہیں۔ حضور جس سے راضی و خوش ہوتے ہیں وہ طالب جنت نہیں جنت اس کی طالب و مشتاق ہوتی ہے۔

حضرت جعفر کی شہادت

جس وقت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۸ھ میں حدود روم سے باہر رومیوں پر حملہ کرنے کا عزم و ارادہ فرمایا تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلامی لشکر

کا امیر وسپہ سالار مقرر کیا اور مسلمانوں سے فرمایا سنو! اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب اسلامی لشکر کے امیر ہوں گے اور اگر جعفر قتل کر دیئے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ سپہ سالار ہوں گے۔

مقام موتہ میں اسلامی لشکر، روم کے کثیر در کثیر لشکر کے ساتھ میدان کارزار میں مقابل ہوا اور رومیوں کے ساتھ عرب کے نصاریٰ بھی شریک تھے دونوں لشکر جب ایک دوسرے کے سامنے ہوئے اور لڑائی کی آگ بھڑکی تو عین لڑائی کے وقت زید بن حارثہ شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکر کے قائد وسپہ سالار مقرر ہوئے، جنگ کرتے ہوئے گھوڑے سے اتر پڑے کیونکہ ان کے گھوڑے نے سرکشی کی اور لڑائی سے رک گیا تو حضرت جعفر نے اسے ذبح کر دیا۔ اسلام میں حضرت جعفر سب سے پہلے شخص ہیں جس نے اپنے گھوڑے کو میدان جہاد میں ذبح کیا۔ پھر وہ ان کفار کی صفوں میں چلے گئے جہاں کے لوگ ان پر حملے کر رہے تھے، صفوں کے بیچ میں گھس کر وہ بگولے کی طرح غضبناک ہو گئے اور ان کی آواز سخت بلند ہو گئی اسی عالم میں وہ شعلے بھڑکانے والے یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

جنت کتنی اچھی اور اس کا قرب کتنا اچھا ہے، اس کی شراب طیب وعمدہ اور ٹھنڈی ہے۔ رومیوں پر عذاب قریب آچکا ہے وہ ایسے کافر ہیں جن کا نسب بہت دور ہے جب میں ان سے ملوں تو انہیں خوب مارنا اور قتل کرنا مجھ پر لازم ہے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲، ص ۳۸۷)

روم کے لڑنے والے بہادروں نے اس آدمی یعنی حضرت جعفر طیار کی طاقت وقوت اور لڑائی کا انداز دیکھ کر سمجھا اور محسوس کیا کہ گویا ایک شور مچانے والی فوج ہے پھر رومیوں نے چاروں طرف سے حضرت جعفر کو گھیر لیا اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے پھر بھی حضرت جعفر لڑتے رہے، پھر دوبارہ رومیوں نے ایسی حصار بندی کی کہ نجات وسلامتی کا کوئی راستہ نہ رہا

لڑائی کرتے رہے یہاں تک کہ ان کا بائیں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ پھر رومیوں نے تیر وتلوار اور نیزوں سے شدید حملہ کیا، زخموں کی تاب نہ لاکر وہ شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ غزوۂ موتہ کے موقع پر میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا تلاش بسیار کے بعد ہم نے انہیں پایا تو دیکھا کہ ان کے جسم میں تیر وتلوار وغیرہ کے نوے سے زائد زخم تھے۔

جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو دو پروں سے بدل دیا ہے ان سے وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑتے ہیں اسی لئے ان کو جعفر طیار یا جعفر ذاالجناحین کہا جاتا ہے۔

ان کی تدفین سرزمین موتہ میں ۸ ھ کو ہوئی۔ موتہ بلقاء علاقے کا ایک قریہ ہے جو اردن میں حدود شام پر واقع ہے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شدید غمگین وآزردہ ہوئے ان پر گریہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ''علی جعفر کے مثل ہیں جو رونے والیاں ہیں وہ ان پر روئیں''۔ اس کے بعد حضور مسیحائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چچا کے بیٹے حضرت جعفر طیار کے گھر تشریف لے گئے، ان کے بچوں اور بیٹوں کو بلایا انہیں سونگھا اور ان کا بوسہ لیا، حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر حضور غم کے آنسو پونچھتے ہوئے تشریف لے گئے اور فرمانے لگے، اے پروردگار! جعفر کی اولاد میں جعفر کا قائم مقام کر دے، اے خالق کائنات جعفر کے اہل میں جعفر کا جانشین کر دے۔ پھر فرمایا کہ میں نے جعفر کو جنت میں دیکھا کہ ان کے دو پر ہیں اور وہ خون آلود ہیں اور پروں کا اگلا حصہ خون سے زیادہ رنگین ہے۔

بارگاہ رسالت کے شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کا مرثیہ کہنے کھڑے ہوئے اور یوں کہا: (سیرت ابن ہشام ج ۲، ص

صبح سویرے وہ مسلمانوں کی قیادت ورہنمائی کرتے ہوئے انہیں موت کی طرف لے چلے جو پاک نفس اوراچھے رنگ والے ہیں،آل ہاشم میں وہ بدر منیر کی روشنی کی مانند چمک دار ہیں، جب تاریکیوں کی علامتیں فخر کرتی ہیں تو وہ اس کا انکار کردیتے ہیں۔انہوں نے نیزہ مارا یہاں تک کہ میدان جنگ کے لئے کسی کو ذمہ دار بنائے بغیر ہی جھک گئے وہ میدان جنگ جس میں تلواریں اور نیزے ٹوٹتے ہیں۔قتل کے بعد وہ تو شہیدوں کے ساتھ ہوگئے ان کا ثواب جنت ہے جہاں کے باغ گنجان اور سبز ہیں۔ہم جعفر طیار میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے وفاداری دیکھتے ہیں، جب کسی چیز کا انہیں حکم دیا جائے تو وہ دور اندیش انسان نظر آتے ہیں۔اسلام میں ہمیشہ آل ہاشم عزت وشوکت کے ستون اور قابل افتخار رہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور برجستہ یہ فصیح وبلیغ اشعار پڑھے:(سیرت ابن ہشام ج۲،ص ۳۸۳)

وہ ان لوگوں سے بہت محبت کرتے تھے جنہوں نے جنگ موتہ کے دن ان کی متابعت وپیروی کی کہ وہ لوگ وہاں ٹھہرے رہے، ثابت قدم رہے وہاں سے منتقل نہ ہوئے۔اللہ تعالیٰ اس مرد جوان کی طرف سے ان پر رحمتیں برکتیں نازل کرے اور بہنے والی بارش ان کی ہڈیوں اور اعضاء کو سیراب وشادکام کرے۔انہوں نے اللہ کے لئے موتہ میں صبر وشکر کیا ان کی جانوں نے ہلاکت سے اجتناب وپرہیز کیا اور پیچھے ہٹنے اور بزدلی کا خوف کیا۔جبکہ لوگ حضرت جعفر طیار سے ہدایت وراستہ پارہے تھے، ان کا جھنڈا آگے تھا ان کا آگے ہونا ہی اچھا ہے۔جعفر نے جب حملہ کیا تو کافروں کی صفیں ٹوٹ کر منتشر ہوگئیں وہ تو صفوں کو توڑنے میں مضبوط وقوی چٹان تھے۔ان کے نہ ہونے سے نور بکھیرنے والا روشن وتاباں چاند متغیر ودھم ہوگیا اور سورج گہن آلود ہوگیا بلکہ غروب ہونے کے قریب ہوگیا۔

قسم ثالث

تحقیق کتاب

الروض المعطار فی نسب السادة آل جعفر الطیار

اس کے مصنف امام بحرالہمام ابوالفیض سید محمد مرتضیٰ حسینی ہیں جو مصر کی سرزمین پر سب سے زیادہ ماہر نسب ہیں اللہ عزوجل اپنے فضل واحسان سے ان کی مغفرت فرمائے۔

اس کتاب کے مؤلف نے فرمایا کہ اس کتاب کو میں نے ارتجالیہ طور پر فی البدیہ اورعجلت کے ساتھ لکھا جبکہ میں دیگر کاموں میں بہت زیادہ مشغول ومصروف تھا۔اس لئے اگر اس کتاب میں تم کو عیب ونقص نظر آئے تو اس پر اپنی زبان کو روکو یعنی اس کے سبب سے مجھ پر طعن وتشنیع نہ کرو تا کہ تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک اور وہی معاملہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم

سب تعریف وثنا اللہ کے لئے ہے جس نے نسب محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عمدہ خون اور خوشبودار لوگوں سے نکالا بالعموم تمام نسب وحسب میں اسے مشرف ومکرم فرمایا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کے تمام ستھرے اصول وفروع کو مزین وآراستہ کیا، اور اس نے نسب کے ذریعہ سے اہل بیت کے مقام ورتبے کو بلند فرمایا ایسی رفعت وبلندی بخشی جو رگوں کی گہرائیوں میں موجود ہے، ان کے آباء واجداد کے پاک ونظیف سلسلے کا وارث وامین بنایا، خاص طور سے ان کو وارث بنایا جو اس سلسلہ کے ذریعہ سبقت وبازی لے گئے، ان کی اولاد میں اپنی عنایت ومہربانی ظاہر فرمائی پھر اپنی نعمتوں کا سورج اگایا جو روشن ودرخشاں ہے۔

اور درود وسلام نازل ہو ہمارے سردار ومولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پر جن کو ایسی سیادت مطلقہ حاصل ہے جس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا اور ایسی شرافت و بزرگی دی گئی جو مطلقاً کسی کو نہ دی گئی۔ اور رحمت کاملہ نازل ہو ان کی ہر آل پر جن کو خوب خوب پاک وستھرا کیا گیا اور تعظیم وتوقیر سے ان کو ممتاز ونمایاں کیا گیا، ان سے ہر گندگی و برائی دور کر دی گئی، اہل بیت کو رب تعالیٰ نے یہ سب کچھ محض اپنے ابر کرم کی بارش کثیر سے عطا فرمایا ہے۔

اور درود وسلام نازل ہو ان کے نیکوکار اصحاب باوفا پر جو فضل وشرف والے اور خیار امت ہیں انہیں ان کی یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت وموافقت کے لئے پیدا کیا گیا اور رحمتیں نازل ہوں ان کے اس افضل و بہتر گروہ اور مبارک جماعت پر جو محامد ومحاسن کے زیادہ مستحق وحقدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمت ودرود نازل فرمائے حضور اور حضور کے آل واصحاب پر خاص کر حضرت علی وجعفر طیار پر جو کرم ورافت والے ہیں اور روز قیامت تک ان پر صلوٰۃ وسلام مسلسل نازل ہوتا رہے۔

امابعد:- بلاشبہ جس کے لئے عنایت وکرم کی لگام کو پھیرا گیا، جس کی طرف درایت ومعرفت کی کامیابی وآسانی مائل ومتوجہ ہوئی، جس کی نسبت وسند کو رعایت وحفظ کے ساتھ ضبط کیا گیا، جس کے لئے ہر دلیل و برہان کو یاد کیا گیا سب سے زیادہ اس کا مستحق وحقدار وہ ہے جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب شریف سے منسوب ومتعلق ہے اور وہ مستحق ہے جو نسب محمدی سے متصل وقریب ہے۔ کیونکہ ہر جاننے والے پر اس کا اظہار واجب ہے اور اس کی وضاحت وتشہیر لازم ہے جو علامتوں اور نشانیوں سے ثابت وقائم ہے، کیونکہ اس کے جمع کرنے والے کو اس کے بیان وامتیاز کی تکلیف دی گئی اور اسے اس منصب عزیز کی رفعت وبلندی کا حکم دیا گیا۔

بیشک میں ایک ایسی کتاب لکھنے کا مشتاق وخواہشمند تھا جو حضرات حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد اور ان لوگوں کے نسب کے بیان وتعارف پر مشتمل ہو جو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد واحفاد میں ہیں (اللہ تعالیٰ ان کے فیوض وبرکات سے

میں لگ گیا جوان کے اصول وفروع اور اولاد واحفاد کے نسب وبیان پر مشتمل ہے (۱) اس میں ان کا بھی ذکر ہے جو ان کے وطن اصلی میں رہ گئے اور ان کا بھی تذکرہ ہے جو دوسرے شہروں میں چلے گئے۔ اور میں نے اس کتاب میں وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے انتہا تک پہنچا دیا اور اس کی تکمیل ہوگئی تو ایک ایسی کتاب ترتیب دوں گا جو سادات آل جعفر طیار کے نسب کے بیان پر محیط و مشتمل ہوگی۔ پھر کام کرنے والا کام میں مشغول ہوگیا، امیدوں اور آرزوؤں کے درمیان کچھ ضرورتیں حائل و مانع ہوگئیں۔ اپنے ظن وگمان میں ہم نے ابھی تک وعدہ پورا نہیں کیا تھا اور مقصد و مدعا ظاہر کرنے میں مجھے کچھ عذر و حیلہ بھی نہ تھا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس راہ میں ہمارے لئے آسانیاں عطا فرمائے گا اگر چہ ہمارا بیان بہت ہی مختصر اور قلیل ہو۔

نسبیت کی غیرت اور ابنیت کی خودداری نے مسلسل میرے جذبۂ مہربانی کو جھنجوڑا اور میری رحم دلی نے مجھے ابھارا، میرے ذہن وفکر نے مجھے اکسایا یہاں تک کہ اسی گروہ شریف کی ایک جماعت نے مجھ سے سوال کیا جو نابلس (۲) والوں میں سے اسی مبارک وبلند گروہ کے سادات ہیں۔ سوال کا مقصد وغرض عام ہے اور ہر فریق وگروہ کا بیان معلوم ہے۔ وہ لوگ باربار مجھ سے اس کا سوال کرتے رہے، حق آل کا احسان جتلاتے ہوئے اس کی طلب پر ابھارتے رہے، پھر میرے کہنے کو انہوں نے کچھ بھی نہ چھوڑا جبکہ ان کو مجھ سے کچھ گنجائش نہ ملی اور نہ اس کام کو کرنے کا کوئی امکان تھا کیونکہ تصنیف وتالیف اور تخریج وغیرہ کی مشغولیت کی کثرت تھی۔ مقصد سے پھیر دینے والی حیرت انگیز باتیں اور کچھ جھوٹی وبری خبریں (۳) بھی ایسی تھیں جو ہمارے اور ہمارے مقصد کے درمیان حائل و مانع ہوگئی تھیں۔ اور آگے پیچھے سے

(۱) شاید اس کتاب کا نام یہ ہے، اقرار العین بذکر من نسب الی الحسن والحسین

(۲) نابلس: سرزمین فلسطین میں ایک مشہور شہر ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اس شہر میں پانی بہت زیادہ ہے کیونکہ وہ پہاڑ سے ملا ہوا ہے، اس شہر کی زمین پتھریلی ہے۔

(۳) ارجاف، اراجیف کا واحد ہے، اراجیف خبروں کو کہتے ہیں۔ جب لوگ بری خبروں اور فتنوں کے ذکر میں غور وخوض کریں تو "ارجف القوم" کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے والمرجفون فی المدینۃ۔ (الاحزاب،۶۰) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جھوٹی خبریں پھیلایا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں میں اضطراب و پریشانی ہو۔

انسان کو گھیر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے امر و حکم پر غالب ہے سب اسی کے قبضہ وقہر کے تحت ہے۔ پھر لوگوں نے مجھ سے دوبارہ اس کا اصرار و تقاضا کیا تو اس کا مان لینا ضروری تھا تا کہ ایک دوسرے کے ساتھ رہنے اور محبت و قرابت کا حق ادا ہو جائے (۱) میں نے انہیں ایسے وقت میں جواب دیا جبکہ مجھے کافی عجلت تھی اور وقت میں تنگی تھی کیونکہ ان میں جو بیقرار و بے چین اور جلد باز لوگ تھے وہ اپنے وطن کو سفر کرنے کے قریب تھے انہیں ایسے مقامات کی کشش ہوئی جن کی نسیم میں جنتوں جیسی خوشبو ہے لہٰذا مجھے اسے طویل کرنے کی فرصت و گنجائش نہ ہوئی جبکہ کوئی رکاوٹ و مانع چیز بھی نہ تھی۔ اور میں ایک ایسا لطیف و نادر جزء لایا جو اہم تعریف و تعارف پر مشتمل ہے اور میں نے اس کا نام "الروض المعطار فی نسب السادۃ آل جعفر الطیار" رکھا ہے اور میں نے اس کی نقل و تائید میں ان کتابوں پر وثوق و اعتماد کیا ہے جنہیں فن نسب کے عظیم و جلیل اماموں نے تالیف کیا ہے۔ وہ کتابیں یہ ہیں:

۱:- کتاب شرف الشیخ العبید لی (۲)

۲:- امام ابونصر بخاری (۳)

۳:- المفاہیم لابی جابر البلاذری (۴)

---

(۱) اس سے اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے، قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (الشوریٰ، ۲۳) تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (کنز الایمان)

(۲) ان کا پورا نام اور نسب نامہ یہ ہے، شیخ الشرف العبید لی محمد بن محمد بن علی بن عبداللہ بن حسین بن اصغر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ابوالحسن العلوی الحسینی، بغداد کے بہت بڑے نسب داں، ۳۴۸ھ میں ان کی ولادت ہوئی، علم انساب میں یکتائے روزگار تھے، اسی لئے ان کا لقب شیخ الشرف پڑا، وہ شاعر باکمال بھی ہیں اور بہت ساری کتابوں کے مصنف عظیم بھی، بغداد سے موصل چلے گئے تھے پھر موصل سے بغداد آگئے۔ ۴۳۷ھ کو دمشق میں وفات ہوئی۔ ان کی کتاب کا پورا نام یہ ہے "تھذیب الانساب ونھایۃ الاعقاب" (الوافی بالوفیات ج ۱، ص ۱۰۹۔ الاعلام للزرکلی ج ۷، ص ۲۱)

(۳) ان کا اسم گرامی ہے، سہل بن عبداللہ بن سلیمان بن داؤد ابونصر بخاری، تقریباً ۳۴۱ھ تک باحیات رہے۔ ان کی اس کتاب کا نام یہ ہے سر السلسلۃ العلویۃ (طبقات النسابین الشیخ بکر بن عبداللہ ابوزید، ص ۱۴)

(۴) ان کا اسم گرامی یہ ہے۔ احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری۔ وہ علم تاریخ اور فن نسب کے ماہر ہونے کے ساتھ جغرافی بھی ہیں۔ بغداد میں سکونت و رہائش تھی۔ ان کی وفات ۲۷۹ھ میں ہوئی۔ ان کی تالیفات میں سے "انساب الاشراف" ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔ (الاعلام ج ۱، ص ۲۶۷۔ سیر اعلام النبلاء ج ۱۳، ص ۱۶۲)
بعض لوگوں نے "المفاہیم" کے نام سے ان کی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے مگر مجھے اس نام سے ان کی کوئی کتاب نہ

۴:۔عمدۃ الطالب لابن عنبہ (۱) عراق کے بہت بڑے نسب داں

۵:۔مشجر رکن الدین (۲) موصل کے سب سے بڑے نسب داں

۶:۔البیان والاعراب للمقریزی (۳) مصر کے بہت بڑے مؤرخ

۷:۔المشجر الکشاف لابن عمید الدین النجفی (۴) علم نسب کے ماہر

۸:۔الضوء اللامع للحافظ السخاوی (۵)

ان کے علاوہ حدیث وتاریخ اور سیر کی اور بھی کتابیں ہیں جن سے دوران مطالعہ میں نے استفادہ واستخراج کیا۔بعض باتیں وہ ہیں جن کو میں نے ثقہ ومعتمد لوگوں سے سن کر

---

(۱) ان کا نام ہے،احمد بن علی بن حسین،ابوالعباس،جمال الدین،ابن عنبہ داؤدی طالبی الحسنی،عراق کے عظیم مؤرخ اور ماہر نسب ہونے کی حیثیت سے مشہور ہیں۔۸۲۸ھ کو شہر کرمان میں ان کی وفات ہوئی۔(طبقات النسابین ص ۱۵۱۔الاعلام للورکلی ج۱،ص ۱۷۷)..........ان کی تالیفات یہ ہیں"عمدۃ الطالب فی نسب آل ابی الطالب" محمد حسن آل الطالقانی نے اس کتاب کو المطبعۃ الحیدریۃ سے ۱۳۸۰ھ میں دوبارہ شائع کرایا۔بحرالانساب،یہ کتاب بنی ہاشم کے شاخ درشاخ نسب پر مشتمل ہے۔تحفۃ الطالب باختصار عمدۃ الطالب،التحفۃ الجمالیۃ فی الانساب۔

(۲) شاید وہ سید رکن الدین حسن بن محمد بن شرف شاہ حسینی استرآبادی شافعی ہیں۔وہ موصل کے بڑے عالم اور مشہور فقیہ ہیں۔۷۱۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔(الدرر الکامنۃ ج۲،۱۱۸)

(۳) یہ لفظ"مقریزی:" ہی درست وصحیح ہے ورنہ بعض لوگوں نے اصل میں تحریف کرکے اس کو"مقری" لکھا ہے۔ان کا پورا نام یہ ہے،احمد بن علی بن عبدالقادر ابوالعباس حسینی العبیدی،تقی الدین المقریزی،مصری ممالک کے بڑے مؤرخ مانے جاتے ہیں،ان کا خاندانی سلسلہ بعلبک سے ہے ان کے زمانے میں بعلبک کے جو محلے تھے انہیں میں سے محلہ مقارزہ کی طرف ان کی نسبت ہے۔ان کی ولادت ونشوونما اور وفات بھی قاہرہ میں ہوئی،خطابت وامامت کے فرائض انجام دیتے تھے اور ان کے ذمے مردوں کی تجہیز وتکفین بھی تھی۔مقام رقوق میں ملک الظاہر سے ملاقات ہوئی،ان کے لڑکے ناصر کے ساتھ ۸۱۰ھ میں دمشق آئے،ناصر نے منصب قضا پیش کیا مگر انہوں نے انکار کردیا۔ان کی ولادت ۷۶۶ھ میں ہوئی اور وفات ۸۴۵ھ میں ہوئی۔ان کی تالیفات میں سے ایک کتاب یہ ہے"المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار" امام سخاوی ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک تحریر پڑھی جس میں یہ تھا کہ ان کی تصانیف دوسو سے زائد ہیں۔(الاعلام ج۱،ص ۱۷۷)..........ان کی ایک کتاب یہ بھی ہے،"الاعراب عما بارض مصر من الاعراب" مستشرق المانی Fardinand Wustenfeld نے اس کی تحقیق کی ہے جو ۱۸۴۷ء میں جوتجن المانیا سے طبع ہوئی ہے۔

(۴) ان کا اسم گرامی یہ ہے،محمد بن احمد عمید الدین حسینی النجفی۔اس کتاب کا پورا نام"المشجر الکشاف لاصول السادۃ الاشراف" ہے۔اس کا دوسرا نام"بحرالانساب" بھی ہے۔(طبقات النسابین،ص ۴۷)..........ان کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکی شاید یہ دسویں صدی ہجری کے ہیں۔واللہ اعلم

(۵) ان کا پورا نام ہے،امام حافظ مؤرخ محدث شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی،متوفی ۹۰۲ھ انہوں نے تقریباً دوسو کتابیں تصنیف کیں ان میں سب سے زیادہ مشہور اور عظیم کتاب یہ ہے۔الضوء اللامع لاہل القرن التاسع (الضوء اللامع ج

حاصل کیا اور کچھ چیزیں وہ ہیں جو میں نے نوشتوں اور قوم کے معتبر لوگوں سے اخذ کی ہیں۔
واللہ المسئول فی ابلاغ المامول۔

حضرت جعفر کے نسب اور ان کے مناقب کا بیان

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو طالب کے بیٹے ہیں، ابو طالب کا نام ہے، عبد مناف بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن نزار بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ نسب بیان کرنے والے یہاں تک متفق ہیں۔ (۱)

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ حضرت علی (۲) سے ان کی عمر بیس سال زیادہ تھی۔

(۱) میں کہتا ہوں کہ نسب بیان کرنے والوں نے عدنان سے اسماعیل تک اختلاف کیا ہے لیکن اس بات پر سب کا اجماع واتفاق ہے کہ وہ سلسلہ اسماعیل تک پہنچتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، معد بن عدنان بن ادد بن زند بن یری بن اعراق الثری، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زند، ایسا قوی و مضبوط اور طاقت ور آدمی جسے کوئی پچھاڑ نہیں سکتا، اور یری سے مراد لڑکی ہے اور اعراق الثری سے مراد حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ (تاریخ الطبری ج ۲، ص ۲۷۱)

ابن کثیر کی سیرت نبوی ج ۱، ص ۷۶ میں ہے، عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن ثابت بن اسماعیل بن ابراہیم علیہما الصلاۃ والسلام محمد بن یسار نے بھی اپنی سیرت میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔

(۲) علی بن ابی طالب بن عبد المطلب الہاشمی القرشی، ابو الحسن، امیر المؤمنین، چوتھے خلیفۂ راشد، عشرۂ مبشرہ میں سے ایک، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور حضور کے داماد، صحابۂ کرام میں دلیر و بہادر اور بڑے پہلوانوں میں ایک، خطباء و علماء میں بڑے اور قضا و فیصلے کے معاملے میں سب سے آگے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد جوانوں میں اسلام لانے میں سب سے اول، مکے میں پیدا ہوئے حضور کی آغوش محبت میں تربیت پائی، آخری دم تک حضور کے قدموں سے جدا نہ ہوئے۔ ہجرت سے ۲۳ سال پہلے پیدا ہوئے، اکثر معرکوں اور غزووں میں اسلامی پرچم انہیں کے ہاتھ میں ہوتا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب صحابۂ کرام کے درمیان اخوت و بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علی سے حضور نے فرمایا کہ اے علی تو میرا بھائی ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ نے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا یہاں تک کہ عبد الرحمن بن ملجم نے ۴۰ ھ میں ان کو قتل کر دیا۔ ان کی تربت کس مقام پر ہے اس میں اختلاف ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انہوں نے کثیر حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کے خطبات و مواعظ، اقوال و ارشادات اور مکاتیب و خطوط بہت ہیں ان سب کو ایک کتاب میں جمع کیا گیا ہے اس کا نام "نہج البلاغۃ" ہے۔ مگر اس کتاب کے تمام مندرجات کی ان کی طرف نسبت کرنے میں اکثر محققین نے شک کا اظہار کیا ہے۔ ان کا رنگ گندمی تھا، شکم کچھ بڑا اور آنکھیں بھی بڑی تھیں، قد درمیانہ، ریش مبارک دو کندھوں کے درمیان تک بھری ہوئی۔ ان کی اٹھائیس (۲۸) اولاد ہوئی، ان میں سے گیارہ لڑکے ہوئے اور سترہ لڑکیاں۔ (شذرات الذہب فی اخبار الذہب ج ۱، ص

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوالمساکین ہے، ان کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں (۱) اولین صحابہ اور قدیم الاسلام ہیں، انہوں نے دو ہجرتیں کی ہیں، پہلی ہجرت مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہوئی (۲) حبشہ سے وہ مدینہ منورہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں اس وقت حاضر ہوئے جبکہ خیبر فتح ہو چکا تھا حضور نے انہیں دیکھ کر ان کو گلے سے لگایا اور فرمایا معلوم نہیں ہم کس بات سے زیادہ مسرور و خوش ہیں، خیبر کے فتح ہونے سے یا اے جعفر تمہارے آنے سے (۳) یہ سن کر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین مرتبہ وجد و سرور میں ایک پیر سے چلے۔ (۴)

مجھے سادات اشراف سے ایک حدیث مسلسل منقول ہوئی ہے۔ (۵)

---

(۱) حضرت جعفر طیار کی والدہ کا نسب نامہ یہ ہے، فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف، وہ اپنے شوہر ابو طالب کے حقیقی چچا کی بیٹی ہیں لہٰذا حضرت جعفر، ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی ہیں۔

(۲) حبشہ کو آج کل ایوبیہ کہتے ہیں، بعض صحابۂ کرام پہلی ہجرت میں حبشہ تشریف لے گئے کیونکہ مکے والوں نے اس وقت ان کا جینا تنگ اور سانس لینا دشوار کر دیا تھا۔ حضرت جعفر کی تحریک اہم تھی، شاہ حبشہ نجاشی کے ساتھ انہوں نے طویل گفتگو کی جس کے نتیجے میں انہوں نے حضرت جعفر طیار کے ہاتھ میں اسلام قبول کیا۔ ان کی پہلی ہجرت مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہوئی اور دوسری ہجرت حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف، اسی لئے ان کو صاحب الہجرتین کہتے ہیں۔

(۳) طبرانی نے معجم کبیر ج ۲۲، ص ۱۰۰ میں اس حدیث کی تخریج اسی طریقے سے کی ہے اور فرمایا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اور حاکم نے مستدرک ج ۳، ص ۲۱۱ میں اس کی تخریج کی ہے۔ ذہبی نے فرمایا کہ اس حدیث کے طرق ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۵، ص ۵۳)

(۴) امام بیہقی نے دلائل النبوۃ ج ۴، ص ۲۴۶ میں اس حدیث کی تخریج کی اور فرمایا کہ سفیان ثوری تک اس کی سند میں جتنے راوی ہیں سب غیر معروف و غیر مشہور ہیں۔

ایک پیر سے چلنے کی وجہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے یعنی انہوں نے حضور کے ادب و تکریم میں ایسا کیا۔

(۵) حدیث مسلسل وہ ہے جس کے رجال و راوی یکے بعد دیگرے لگاتار اور پے در پے ہوں، اس کی اسناد راویوں کے لئے کبھی ایک صفت یا ایک حالت پر ہو اور کبھی روایت کے لئے ہو، راویوں کی صفات ان کے اقوال و افعال ہیں۔ حدیث مسلسل کے انواع و اقسام کثیر ہیں جیسے تشبیک بالید یعنی ہاتھوں کی انگلیوں کو قینچی بنانے اور انگلیوں میں شمار کرنے والی حدیث مسلسل ہے اور جیسے راویوں کے نام یا ان کی صفات یا ان کی نسبت کا متفق ہونا۔

حدیث مسلسل بالاولیت کی مثال یہ ہے الراحمون یرحمھم الرحمٰن (رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے) اس کی روایت سفیان بن عیینہ سے شروع ہوئی، یہ پہلی حدیث ہے جسے سفیان نے روایت کیا پھر جس راوی نے ان سے روایت کی وہ بھی کہتے

[illegible]

اور اس کے بارے میں ہم نے ایک مستقل رسالہ مرتب کیا ہے۔(۱)

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جعفر تو سیرت وصورت میں میرے مشابہ ہے۔اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح باب مناقب جعفر میں تعلیقا اور باب عمرۃ القضا میں موصولاً روایت کیا ہے۔(۲)

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ غرباء ومساکین سے محبت والفت کرتے، ان کے پاس بیٹھتے تھے، وہ لوگ بھی ان کے پاس بلا تکلف وبے جھجک بیٹھتے تھے اسی سبب سے ان کی کنیت ابوالمساکین ہوئی ہے۔اسے امام ترمذی (۳) نے مناقب جعفر میں روایت کیا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۴) جب عبداللہ بن جعفر کو سلام کرتے تو یوں کہتے السلام علیک یا ابن ذی الجناحین (۵) اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔(۶)

---

(۱) اس رسالے کا نام ہے "الاشغاف بالحدیث المسلسل بالسادۃ الاشراف" امام زبیدی نے فن حدیث میں جو کتاب لکھی ہے اس میں یہ رسالہ ضمنی طور پر شامل ہے۔

(۲) امام بخاری نے اسے اپنی صحیح کتاب المناقب باب مناقب جعفر بن ابی طالب میں تعلیقاً بیان کیا۔نیز امام بخاری نے اسے کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے موصولاً ذکر کیا ہے۔ترمذی نے اپنی سنن میں بھی اسے کتاب المناقب باب مناقب جعفر بن ابی طالب میں بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) امام ترمذی کا پورا نام یہ ہے، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن ضحاک، ابوعیسیٰ السلمی الترمذی الحافظ الضریر، ایک قول یہ ہے کہ وہ نابینا تھے، ائمہ ستہ میں سے ایک عظیم وجلیل امام ہیں۔انہوں نے مختلف شہروں کا سفر کیا اور متعدد لوگوں سے حدیثیں سنیں، امام بخاری سے علم اسماء الرجال اور دیگر علوم حاصل کئے، امام بخاری نے بھی ان سے سماعت حدیث کی ہے، امام حبان فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے بہت ساری حدیثیں جمع کیں ان کو حفظ کیا اور کتابیں تصنیف کیں۔رجب ۲۷۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔(کتاب الثقات ج۹، ص۱۹۳۔سیر اعلام النبلاء ج ۲۳، ص۲۷۰۔تقریب التہذیب، ص۵۰۰)

(۴) سنن ترمذی کتاب المناقب باب مناقب جعفر بن ابی طالب، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ابو اسحاق مخزومی کا نام ابراہیم بن الفضل المدنی ہے۔بعض محدثین نے ان کی یادداشت اور حافظہ کے بارے میں کلام کیا ہے۔

(۵) ان کا اسم گرامی ہے، عبداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی، ابوعبدالرحمن۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت مبارکہ کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کی ولادت ہوئی، عبادلۂ اربعہ میں سے ہیں اور ان جلیل القدر صحابہ میں ان کا شمار ہے جنہوں نے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں۔حدیث واثر کی شدت وسختی کے ساتھ پیروی کرتے اور سنتوں پر محبت کے ساتھ عمل کرتے تھے۔۷۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔(تقریب التہذیب، ص۳۱۵)

(۶) صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ موصولاً مروی ہے۔نیز امام بخاری نے اسے کتاب المغازی، باب غزوۃ موتۃ من ارض الشام، میں بھی بیان کیا ہے۔

(۷) امام بخاری کا اسم گرامی یہ ہے، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن بردزبہ بن الاحنف الجعفی، ابوعبداللہ بخاری، جامع صحیح اور [illegible]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سلام کرتے وقت حضرت عبداللہ بن جعفر کو یا ابن ذی الجناحین اس لئے کہتے تھے کہ حضور نے ان سے ایک مرتبہ فرمایا تھا، اے عبداللہ تمہیں مبارک ہو کہ تمہارے باپ آسمان میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہیں۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے (۱)..........حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸ھ میں ملک شام کے مقام موتہ (۲) میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ جب ان کی شہادت ہوئی تو وہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) کے بعد امیر لشکر ہوئے تھے ان کے ہاتھ میں اسلامی پرچم تھا، اللہ کی راہ میں قتال کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ اس واقعہ کے بعد کشف والہام کی صورت میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دکھایا گیا کہ ان کے دو پر ہیں جو خون میں لتھڑے ہوئے ہیں وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہیں۔

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

امام ترمذی، ابوزرعہ اور ابن خزیمہ نے روایت کی ہے۔ امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ جب وہ دس سال کے تھے تو انہیں مکتب کے اندر حفظ حدیث کا الہام ہوا۔ شب عید الفطر ۲۵۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (التعدیل والتخریج للباجی ج ۱، ص ۳۷۔ تہذیب الکمال ج ۲۴، ص ۴۳۰۔ تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۴۱)

حاشیہ صفحہ ہٰذا

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۴، ص ۱۴۷۔ رقم الحدیث ۱۴۷۷۲۔ ہیثمی نے اسے مجمع الزوائد میں ذکر کیا (ج ۹، ص ۳۷۳) اور فرمایا کہ اسے طبرانی نے روایت کیا اور اس کی اسناد حسن ہے۔ ابن حجر نے اسے فتح الباری ج ۷، ص ۷۶ میں ذکر کیا ہے۔

(۲) موتہ: حدود شام میں علاقہ بلقاء کا ایک قریہ ہے مگر آج کل وہ ایک ایسا شہر ہے جو مملکت اردنیہ کے شمال میں کرک کی محافظت کے لئے ہے۔ اسی شہر میں جعفر بن ابی طالب کی قبر ہے اور ان کا مزار وہاں پر بہت ہی مشہور اور زیارت گاہ خلائق ہے۔ (مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع ج ۳، ص ۱۳۳۰۔ معجم ما استعجم من اسماء البلاد والمواضع ج ۴، ص ۱۱۷۲۔ اطلس السیرۃ النبویۃ للدکتور شوقی ابوخلیل رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ص ۱۹۱)

(۳) زید بن حارثہ کا تعارف یہ ہے، زید بن حارثہ بن شراحیل الکلبی، ابواسامہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت میں قیدی ہو گئے تھے انہیں حکیم بن حزام نے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے خرید لیا تھا جبکہ وہ آٹھ سال کے تھے۔ بعد میں حضرت خدیجہ نے انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے کر دیا تھا تاکہ وہ حضور کی خدمت کریں۔ حضور نے ان کو مکے میں اعلان نبوت سے پہلے منہ بولا بیٹا بنایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف ان سے دس سال زیادہ تھی۔ زید بن حارثہ کو حب رسول اللہ کہا جاتا تھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ۸ھ میں ملک شام کے مقام موتہ میں شہادت ہوئی اس وقت وہ اس لشکر اسلام کے سپہ سالار وامیر تھے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۲، ص ۵۴۲۔ اسد الغابۃ ج ۲، ص ۳۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) کی حدیث میں ہے جسے ترمذی اور حاکم (۲) نے ایسی اسناد کے ساتھ روایت کیا جو مسلم (۳) کی شرط پر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جعفر طیار رات کو فرشتوں کے ایک گروہ میں میرے پاس سے گزرے میں نے دیکھا کہ ان کے دونوں پر خون سے رنگین ہیں (۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۵) کی حدیث میں مرفوعا مروی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں گزشتہ شب جنت میں تشریف لے گیا اس میں جعفر کو دیکھا کہ وہ فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔ اسے طبرانی (۶) نے روایت کیا (معجم کبیر للطبرانی ج ۲، ص ۱۰۷۔ رقم الحدیث ۱۴۶۷)

---

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی جلیل اور صحابہ میں حافظ حدیث ہیں۔ ان کے اور ان کے والد کے ناموں میں علماء و مؤرخین کا اختلاف ہے۔ ان کا مشہور نام عبدالرحمن بن صخر دوسی ہے، ہجرت سے پہلے اسلام لائے، ایک قول یہ ہے کہ فتح خیبر کے سال مسلمان ہو کر یمن سے مدینۂ طیبہ آئے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی قوت حافظہ کے لئے دعا فرمائی تھی جس کی برکت سے وہ صحابہ کے درمیان روایت حدیث میں سبقت و بازی لے گئے اور انہوں نے بکثرت حدیثیں روایت کیں ۵۸ھ میں ان کی وفات ہوئی (اصابہ ج ۷، ص ۴۲۷۔ تقریب التہذیب ص ۶۸۰)

(۲) حاکم کا پورا نام یوں ہے، محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم، ابوعبداللہ بن البیع نیشاپوری شافعی۔ پرکھنے والے ناقد، صاحب تصانیف کثیرہ، ان کی تصانیف میں یہ کتابیں مشہور ہیں۔ المستدرك على الصحيحين ، معرفۃ علوم الحدیث، تاریخ نیشاپور۔ ۴۰۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تاریخ بغداد ج ۵، ص ۴۷۳۔ شذرات الذہب ج ۵، ص ۳۳)

(۳) امام مسلم کا اسم گرامی یہ ہے، مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کوشاد، ابوالحسین القشیری نیشاپوری، بڑے حفاظ حدیث میں سے ایک ہیں۔ صحیح مسلم، جامع کبیر علی الابواب، کتاب اوہام المحدثین، کتاب التمییز وغیرہا کے مصنف و مؤلف ہیں۔ ان کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۶۱ھ میں نیشاپور کی سرزمین میں ہوئی۔ (تہذیب الکمال ج ۲۷، ص ۴۹۹۔ تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۲۱۳)

(۴) المستدرک للحاکم ج ۳، ص ۲۱۲۔ رقم الحدیث ۴۹۴۲۔ حاکم نے کہا یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام مسلم اور حاکم دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی اور سنن ترمذی میں مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔

(۵) حضرت ابن عباس کا پورا نام یہ ہے، عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب، ابوالعباس۔ کثرت علم، فہم و فراست اور ذکاوت و تیزی کے سبب سے ان کو حبر الامۃ اور بحر الامۃ کہا جاتا تھا، دین میں بے مثل فقیہ ہوئے، تاویل و تفسیر کا علم سیکھا، انہیں ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔ ان کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل شعب کے سال ہوئی۔ ان کی وفات ۶۸ھ کو طائف میں ہوئی۔ (معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم ج ۳، ص ۱۷۰۰۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ص ۲۳۴)

(۶) طبرانی کا پورا نام یہ ہے، امام حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد لخمی طبرانی، طبریا کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ان کو طبرانی کہتے ہیں۔ وہ بڑے بڑے محدثین میں سے ایک بلند پایہ محدث ہیں، ثقہ اور وسیع حفظ والے ہیں، اسماء الرجال اور علل پر گہری نظر اور کامل بصیرت رکھتے ہیں۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں، ان کی تصانیف میں معاجم ثلثہ مشہور ہیں یعنی معجم کبیر، معجم اوسط، معجم صغیر۔ ۳۶۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (طبقات الحفاظ للسیوطی، ص ۳۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دوسری روایت میں ہے کہ جعفر جبریل و میکائیل کے ساتھ اڑ رہے ہیں ان کے دو پر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں ہاتھوں کے عوض عطا کیے ہیں۔(۱)

جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو ان کے جسم میں اسی (۸۰) سے زائد زخم تھے اس وقت ان کی عمر چالیس برس کی تھی۔ بعض لوگوں نے چالیس برس کے علاوہ بھی کہا ہے۔ ان کی شہادت پر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شدید غمگین وملول ہوئے اور حضور کی آنکھیں اشک بار و پرنم ہو گئیں۔

(۱) اس حدیث کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں گزشتہ شب جنت میں تشریف لے گیا میں نے جنت میں جعفر کو دیکھا کہ وہ فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔

یہی حدیث دوسرے طریق میں یوں ہے، کہ جعفر جبریل و میکائیل کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔ ان کے دو پر ہیں جو اللہ عزوجل نے انہیں ان کے ہاتھوں کے عوض عطا کیے ہیں۔ ابن حجر نے فرمایا اس کی اسناد جید ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ص ۳۵۰)

جعفر بن ابی طالب کے جانشین

ذکر اولاد(۱)

عبداللہ اکبر، محمد اکبر، عبداللہ اصغر، عون، حمید، مساور (۲)، جعفر، حسین۔

(۱) مؤلف نے اس مقام پر یہ ذکر فرمایا ہے کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد نو ہیں۔ مگر جمہور مؤرخین اور نسب دانوں کے اتفاق سے جو ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جعفر کی اولاد صرف تین ہیں۔ عبداللہ، محمد، عون۔ ان تینوں کی والدہ وہی اسماء بنت عمیس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم۔ (البلاذری فی انساب الاشراف ج ۲، ص ۵۳۔ جمہرۃ انساب العرب لابن حزم، ص ۲۸۔ الجوہرۃ فی نسب النبی واصحابہ العشرۃ ج ۲، ص ۴۲۔ الاصابہ لابن حجر ج ۱۲، ص ۱۱۶۔ اسد الغابہ لابن اثیر ج ۱، ص ۳۴۱۔ معجم الصحابہ لابی نعیم ج ۲، ص ۴۹۴۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲، ص ۲۸۲)

بعض نسب بیان کرنے والوں نے اس تحقیق سے علیحدگی اختیار کی اور اس کتاب کے مؤلف کی طرح حضرت جعفر کی نو اولاد قرار دیں جبکہ بعض محققین اور نسب دانوں نے آٹھ بیان کیے اور بعض نے صرف عبداللہ بن جعفر پر اکتفا واقتصار کیا ہے جیسا کہ امام رازی نے شجرۂ مبارکہ میں کیا ہے (ص ۵۸) اور راجح قول وہ ہے جس پر اعتماد و وثوق کیا جاسکتا ہے کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکر اولاد صرف تین ہیں ان سب کی والدہ محترمہ وہی اسماء بنت عمیس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس لئے کہ حضرت جعفر نے جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو اسماء بنت عمیس سے ان کے تین بچے پیدا ہو چکے تھے۔ وہ ۷ھ میں فتح خیبر کے سال وہاں سے واپس آئے پھر زیادہ مدت نہ گزری کہ ۸ھ کو جنگ موتہ میں شہید ہوگئے۔ ان کی حیات زیادہ طویل نہ ہوئی نہ ہمیں یہ منقول ہوا کہ انہوں نے دوسرا نکاح کیا یا کسی کو لونڈی بنا کر رکھا۔ حضرت جعفر تو ایک جلیل القدر صحابی ہیں ان کی سیرت وحالات لکھنے اور ان کی تمام اولاد واحفاد کے شمار وگنتی میں مؤرخین سے غفلت نہیں ہوئی ہوگی کیونکہ خاندان نبوت میں ان کو ایک طرح کی جلالت و بزرگی اور مقام ورتبے کا شرف واعزاز حاصل تھا۔ غالب گمان یہ ہے کہ جعفر کی اولاد کی تعداد جس نے تین سے زیادہ لکھی تو اس کی صورت یہ ہے کہ بعض لوگ اپنی عادت اور طریقے کے مطابق پوتوں نواسوں کو بیٹوں میں شمار کرتے اور دادا کی طرف منسوب کردیتے ہیں جس سے قاری یہ سمجھتا ہے کہ یہ ان کی براہ راست اور بلاواسطہ اولاد ہیں حالانکہ معاملہ کچھ اور ہوتا ہے، واللہ اعلم بالصواب

ایک بات ایسی ہے جس پر تنبیہ وتاکید واجب ہے کہ مؤرخین اور نسب دانوں نے خاص طور سے عبداللہ بن جعفر کے ذکر وبیان کا خوب اہتمام فرمایا اور ان کا نام عبداللہ جواد رکھا کیونکہ وہ اہل بیت نبوت میں چار بڑے سخیوں میں سے ایک تھے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جعفر بن جعفر کی اولاد میں حضرت عبداللہ ہیں۔ان کی اولاد میں علی، معاویہ، اسماعیل، اسحاق اور جعفر ہوئے۔(۱)

محمد اکبر معرکۂ صفین (۲) میں قتل ہوئے۔ان کی اور ان کے بھائی عبداللہ اکبر کی والدۂ محترمہ اسماء بنت عمیس (۳) ہیں ان کی تین اولاد ذکور ہیں۔عبداللہ، عبدالرحمٰن، قاسم۔

(حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

ان کے علاوہ باقی تین سخی حضرات یہ ہیں۔حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن جعفر نے اولاد کی شکل میں اپنے بعد جن کو چھوڑا وہ یہ ہیں۔علی، معاویہ، اسماعیل، اسحاق۔

(۲) عمدۃ المطالب میں بیان کیا ہے کہ مساور سے مراد وہ مساور بن عون بن جعفر ہیں۔ان کی کئی اولاد ہوئیں مگر انہوں نے طویل حیات نہ پائی بلکہ اپنے والد ماجد کی حیات ہی میں وفات پا گئے۔(انساب الاشراف، البلاذری ج۱ص۲۶۳)

عبداللہ بن جعفر کے پاس ایک شخص آیا جسے مسور کہا جاتا تھا اس نے بتایا کہ وہ عون بن جعفر کے بیٹے ہیں یہ سن کر عبداللہ بن جعفر نے ان کو دس ہزار درہم عطا کئے۔پھر عبداللہ بن جعفر کے بیٹے نے اس کا انکار کر دیا اور اسے دھتکار دیا۔ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ مدائن میں بھی تھے، قریش کی طرف ان کا انتساب نہ تھا، شریف لوگوں سے شادی بیاہ اور مناکحت بھی نہیں کرتے تھے۔جن سے حدیثیں روایت کی گئیں وہ ابو جعفر مدائنی ہیں انہیں کو عبداللہ بن عون کہا جاتا ہے۔امام واقدی کے کاتب محمد بن سعد نے اپنی اس کتاب میں بیان کیا ہے جسے انہوں نے طبقات محدثین وفقہاء کے بارے میں تالیف کیا ہے کہ ''مسور بن محمد بن جعفر نے فرمایا'' قاسم وام محمد کے علاوہ محمد بن جعفر کی کوئی اولاد نہ ہوئی ان دونوں کی والدۂ محترمہ لمۃ اللہ بنت قیس بن عبدالمطلب بن عبد مناف ہیں۔

حاشیہ صفحۂ ہٰذا

(۱) یہ بات گزر چکی ہے کہ متقدمین مؤرخین اور فن نسب کے ماہرین وغیرہم کے نزدیک جو ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جعفر بن ابی طالب کے تین بیٹے ہیں عبداللہ، محمد، عون۔اور جعفر کو ان کے بیٹوں میں کسی نے شمار نہیں کیا نہ کسی نے اس کا ذکر کیا ہے۔اسی سے ظاہر وواضح ہو گیا کہ عبداللہ بن جعفر سے مقصود یہاں پر وہ ہیں جو عبداللہ جواد بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔یہی عبداللہ جواد بنی ہاشم کے چار سخیوں میں سے ایک ہیں اور باقی تین بڑے سخی وجواد کے نام یہ ہیں، حسن وحسین اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عبداللہ جواد وہی ہیں جن کے بیس یا چوبیس بیٹے ہوئے (اس کا بیان عنقریب آئے گا) ان کے مشہور جانشینوں اور اولاد میں علی، معاویہ، اسماعیل اور اسحاق ہیں۔جیسا کہ عمدۃ الطالب ص۴۵ پر مذکور ہے۔اسی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جعفر بن ابی طالب کے بیٹوں میں جعفر نام کا کوئی وجود وپتہ نہیں ہے۔ہاں بعض ایسی دستاویز میں جعفر نام پایا جاتا ہے جن میں کافی خلط ملط واقع ہوا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صفین ایک مقام کا نام ہے جو نہر فرات کے مغربی ساحل پر رقہ کے قریب ہے آج کل صفین کو ''سوریہ'' کہتے ہیں۔معرکۂ صفین حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان ۳۷ھ میں واقع ہوا۔(معجم البلدان ج۳، ص۴۱۴)

(۳) اسماء بنت عمیس کا پورا نام یہ ہے، اسماء بنت عمیس بن معبد الخثعمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔عبداللہ ومحمد اور عون بن جعفر کی والدہ ماجدہ، وہ پہلے پہل ہجرت کرنے والی عورتوں میں سے ایک ہیں۔انہوں نے اپنے شوہر حضرت جعفر طیار کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، وہاں ان کے تین بیٹے عبداللہ، محمد اور عون پیدا ہوئے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قاسم کی والدہ ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر ہیں۔ یہ سب لوگ ختم ہو گئے ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔

عبداللہ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی ہاشم کے چار سخی آدمیوں میں سے ایک ہیں۔ حبشہ کے مہاجرین میں جو بچہ سب سے پہلے پیدا ہوا وہ یہی عبداللہ اکبر ہیں۔ ان کو شرف صحابیت بھی حاصل ہوا۔ یہ کرم و سخاوت میں اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر تھے۔ اس حدیث کو ایک جماعت نے (۱) روایت کیا ہے۔ ان سے سعد بن ابراہیم (۲) اور ابن عقیل (۳) نے بھی روایت کی ہے۔ ۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (۴)

(صفحۂ گزشتہ کا بقیہ حاشیہ)

پھر ۷ھ میں اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ سے ہجرت کر کے مدینۂ منورہ آئیں۔ حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا، حالت احرام میں ان سے ایک لڑکا محمد پیدا ہوا، حجۃ الوداع کے موقع پر حج کیا، ابوبکر صدیق کی وفات ہوئی تو حضرت اسماء نے انہیں غسل دیا۔ پھر ان سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے نکاح فرمایا ان سے ایک لڑکا تولد ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ حضرت اسماء، حضرت علی مرتضیٰ کی وفات کے بعد بھی باحیات رہیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۴، ص ۲۷۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲، ص ۲۸۲۔ الاصابۃ ج ۱۲، ص ۱۱۶)

(حاشیہ صفحہ ہذا)

(۱) یہاں جماعت سے مقصود و مراد اصحاب صحاح ستہ کی کتابیں ہیں اور وہ چھ کتابیں یہ ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ۔

(۲) سعد بن ابراہیم کا پورا نام یہ ہے،، سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف الزہری، ابو اسحاق قرشی مدنی۔ اکابر علماء میں سے ہیں بہت بڑے فقیہ ہوئے اور مدینۂ منورہ کے قاضی رہے، امام علم و فن اور دین کی حجت ہیں۔ امام زہری اور یحییٰ بن سعید انصاری کے ساتھ ان کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کی وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی۔ (التاریخ الکبیر ج ۴، ص ۵۱۔ الجرح والتعدیل ج ۴، ص ۷۹۔ تہذیب الکمال ج ۳، ص ۴۶۳۔ سیر اعلام النبلاء ج ۵، ص ۴۱۸)

(۳) ابن عقیل کا تعارف یہ ہے، عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب الہاشمی، الامام، ابو محمد ابن عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الہاشمی الطالبی المدنی۔ اکابر علماء میں سے تھے بہت بڑے محدث ہوئے۔ ان کی والدہ زینب بنت علی بن ابی طالب ہیں۔ ابن عقیل کی وفات ۱۴۰ھ کے بعد ہوئی۔

(طبقات خلیفہ ص ۲۵۸۔ التاریخ الکبیر ج ۵، ص ۱۸۳۔ تہذیب التہذیب ج ۶، ص ۱۳۔ سیر اعلام النبلاء ج ۶، ص ۲۰۴)

(۴) عبداللہ کا تعارف یہ ہے، عبداللہ بن جعفر ذی الجناحین بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی، یہ شرف صحابیت سے ممتاز و مشرف ہوئے۔ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس الخثعمیہ ہیں۔ یہ سرزمین حبشہ میں پیدا ہوئے، ان کے والدین نے حبشہ کی ہجرت کی وہیں پر ان کی ولادت ہوئی اور یہ ان بچوں میں سب سے اول ہیں جو زمانۂ اسلام میں سرزمین حبشہ میں پیدا ہوئے پھر اپنے والد گرامی کے ساتھ مدینۂ منورہ آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال اقدس ہوا تو اس وقت عبداللہ کی عمر دس سال کی تھی، وہ بنی ہاشم میں سب سے آخری شخص ہیں جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے جمال کا دیدار کیا اور شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔

وہ امیر معاویہ اور عبدالملک کے درباروں میں قاصد کی حیثیت سے تشریف لے گئے، وہ بڑی شان و عظمت والے تھے، کریم و سخی اور جواد تھے اسی لئے ان کو بحر الجود کہا جاتا ہے۔ (اسد الغابۃ ج ۳، ص ۱۹۹۔ تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۲۷، ص ۲۴۸۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے جانشین

عبداللہ بن جعفر کی اولاد کا ذکر (۱)

علی زینبی، معاویہ، اسحاق۔ ان کی اولاد کا سلسلہ باقی رہا۔ عیسیٰ، موسیٰ، عون اکبر، عون اصغر، عون اوسط، ابوبکر، عبداللہ، صالح اکبر، صالح اصغر، جعفر اکبر، جعفر اصغر، حمید، یحییٰ، ہارون، قاسم، عباس، عبدالرحمٰن، ام کلثوم۔

---

(۱) زبیری نے اپنی کتاب "نسب قریش" ص ۸۳ پر فرمایا کہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی اولاد کے احوال یہ ہیں، جعفر اکبر کی کنیت اکبر تھی، یہ اور عون اکبر دونوں عبداللہ کی زندگی میں ختم ہو گئے جس سے ان کو کافی تکلیف ہوئی اور شدید حزن وملال ہوا، عبداللہ بن جعفر کی اولاد کا سلسلہ علی بن عبداللہ سے چلا۔ ام کلثوم کو حضرت امیر معاویہ نے اپنے لڑکے کے لئے پیغام نکاح دیا تو عبداللہ نے ان کے معاملے کو حضرت حسین بن علی کے سپرد کر دیا، حضرت حسین نے ام کلثوم کا نکاح قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب سے کر دیا۔ قاسم سے ایک لڑکی ہوئی جس سے حمزہ بن عبداللہ بن زبیر بن العوام نے نکاح کیا۔ ان سے بھی ان کے کچھ بچے ہوئے۔ پھر طلحہ بن عمر بن عبداللہ بن معمر نے ان سے نکاح کیا، ان سے بھی ان کے کئی بچے ہوئے طلحہ اور حمزہ کی اولاد میں انہیں کے بچے بعد تک رہے۔ ام کلثوم کی حین حیات قاسم کی وفات ہو گئی، تو ام کلثوم سے حجاج بن یوسف نے نکاح کر لیا جبکہ وہ مدینہ کا امیر تھا۔ عبدالملک بن مروان نے حجاج کو لکھا اور حکم دیا کہ ام کلثوم کو اپنے نکاح سے جدا کر دو، اس حکم کے بعد حجاج بن یوسف نے ام کلثوم کو طلاق دے دی۔ ام کلثوم کی ایک بہن ام عبداللہ ہیں جنہوں نے نکاح نہ کیا۔ ان سب کی والدہ زینب بنت علی بن ابی طالب ہیں۔ زینب کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا بنت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔
حسین اور عون اصغر دونوں مقام طف میں قتل ہوئے۔ ان دونوں کی والدہ مسیّب بن نجبہ فزاری کی بیٹی ہیں۔ ابوبکر، محمد، عبداللہ اصغر بالترتیب اور محمد اصغر سب مقام طف میں قتل ہوئے ان سب کی والدہ خصفہ بن ثقیف بن بکر بن وائل کی دختر ہیں۔ یحییٰ، ہارون، صالح، موسیٰ کی دادی عبدالملک بن مروان کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان کو طلاق دے دی جبکہ وہ امیر وخلیفہ تھے۔ ان کے بعد علی بن عبداللہ بن عباس نے ان سے نکاح کر لیا، ان سے بچے ہوئے۔ وہ انہیں کے نکاح میں تھیں کہ وفات کر گئیں۔ ام محمد، یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کے عقد میں تھیں۔ ان سب کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی بن سلمی بن جندل بن نہشل ہیں۔ ان کے ماں شریک بھائی عبداللہ اور ابوبکر دونوں علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں۔ صالح اصغر، اسماء، لبابہ، عبداللہ کی اولاد ہیں۔ ان کی والدہ آمنہ بنت عبداللہ بن کعب بن عبداللہ قبیلۂ خثعم سے ہیں۔ جعفر بن عبداللہ کی کوئی اولاد نہ ہوئی کہ وہ دنیا سے چلے گئے۔ ان کی والدہ نابغہ بنت خداش بنی عبس بن بغیض میں سے ہیں۔ حسین اصغر کا کوئی وارث وجانشین نہ ہوا۔ معمر یہ اور اسحاق، عبداللہ کے بیٹے ہیں۔ ان کے علاوہ ماں شریک اولاد مختلف اور بہت ہیں۔

زبیر بن بکار(۱) نے فرمایا کہ معاویہ، اسحاق، اسماعیل، علی زینبی کے سوا عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں کسی کی کوئی اولاد نہ ہوئی (۲) حافظ سخاوی نے اسے زبیر بن بکار سے استجلاب الغرف میں نقل کیا ہے۔(۳)

ام کلثوم (۴) جو قاسم بن محمد بن جعفر طیار کے نکاح میں تھیں ان سے فاطمہ بنت قاسم پیدا ہوئیں جو حمزہ بن عبداللہ بن زبیر (۵) کے نکاح میں رہیں۔

---

(۱) زبیر بن بکار کا پورا نام یہ ہے، زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر بن عوام الاسدی المدنی، ابو عبداللہ بن ابی بکر قاضی مکہ۔ یہ ثقہ وثبت اور نسب کے عالم تھے۔ متقدمین کی خبروں اور ماضی کے آثار وباقیات کے عارف ودانا تھے۔ چوراسی (۸۴) سال کی عمر میں ذیقعدہ ۲۵۶ھ میں وفات ہوئی اور مکے میں تدفین ہوئی۔ ان کے بیٹے مصعب نے نماز جنازہ پڑھی۔ (تہذیب التہذیب ج ۳، ص ۳۱۲۔ الاعلام للزرکلی ج ۳، ص ۴۲)

(۲) نسب قریش، مصعب بن ثابت الزبیری جد الزبیر بن بکار ص ۲۹۔

(۳) کتاب کا پورا نام یہ ہے، استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذوی الشرف۔ اسے امام سخاوی نے الضوء اللامع میں ذکر کیا ہے۔ (ج ۸، ص ۱۸)

(۴) یعنی ام کلثوم، قاسم کے چچا عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دختر تھیں۔

(۵) عبداللہ بن زبیر کی اولاد میں حمزہ بن عبداللہ بن زبیر سب سے زیادہ عمر والے تھے۔ انہیں کو موسی شہوات کہا جاتا ہے۔ ابن زبیر نے ان کو بصرہ کا عامل بنایا تھا، پھر ان کو معزول کر کے مصعب کو عامل مقرر کیا تھا۔

حمزہ بن عبداللہ کی اولاد میں سے عباد بن حمزہ ہیں، ان کی والدہ ہند بنت قطبہ بن ہرم بن قطبہ بن سیار بن عمران ہیں۔ ہرم بن قطبہ وہ شخص ہیں جن کو عامر بن طفیل اور علقمہ بن علاثہ نے اپنی منافرت وتنازع کے معاملے میں فیصل وحکم بنایا تھا۔ عباد بن حمزہ کافی حسین وجمیل اور سخی تھے۔ احوص شاعر نے اس سلسلے میں ایک شعر یہ کہا ہے۔

لها حسن عباد وجسم ابن واقد وريح ابى حفص ودين ابن نوفل

ان کا حسن وجمال عباد کے مثل اور جسم وبدن ابن واقد کی طرح ہے، ان کے بدن کی خوشبو ابوحفص کی مانند اور ان کا دین ابن نوفل کے مثل ہے۔

نیز حمزہ بن عبداللہ بن زبیر کی اولاد میں سے عامر بن حمزہ بھی ہیں۔ ان کی والدہ ام ولد ہیں۔ عامر بن حمزہ، زبیر کی اولاد میں سرداروں میں سے تھے اور عقل وبیان میں کافی مضبوط وقوی تھے۔ عامر بن حمزہ کی اولاد ختم ہوگئی مگر ان کی بیٹی فاختہ بنت عامر بن حمزہ کی طرف سے اولاد کا سلسلہ باقی رہا۔ ان کے بطن سے عبداللہ اکبر بن نافع بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے۔

حمزہ بن عبداللہ کی اولاد میں سے سلیمان بن حمزہ ہیں۔ ان کی والدہ ام الخطاب بنت شیبہ بن عبداللہ بن انس بن رواح بن امرء القیس بن زید بن عبدالاشہل ہیں۔ سلیمان کے بعد ان کی اولاد ذکور میں سے کوئی باقی نہ رہا البتہ عورتوں کی طرف سے اولاد باقی رہیں۔

حمزہ بن عبداللہ بن زبیر کی اولاد میں سے ہاشم بن حمزہ ہیں، ان کی والدہ ام ولد ہیں۔ ان کی اولاد کا سلسلہ باقی رہا۔ وہ بذات خود لوگان کے قراء میں سے تھے آل زبیر میں سے اکثر مرنے والوں کو وصیت کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو امانت

حمزہ بن عبداللہ نے اپنی موت کے وقت فاطمہ بنت قاسم کو اپنے قریب روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ قسم خدا کی گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اعرج جو طلحہ بن عمر بن عبداللہ بن معمر (۱) سے موسوم ہیں وہ تم کو پیغام نکاح دے رہے ہیں جب تم حلال ہو جاؤ یعنی تمہارے شوہر حمزہ بن عبداللہ بن زبیر کی وفات سے تمہاری عدت پوری ہو جائے تو تم ان سے نکاح کر لینا۔ یہ سن کر فاطمہ بنت قاسم نے کہا اگر میں ان سے کبھی بھی نکاح کروں تو میرے جتنے غلام اور میری ملکیت میں جتنی چیزیں ہیں سب کو فی سبیل اللہ دے دوں گی۔ جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو طلحہ بن عمر نے ان کو یہ کہہ کر پیغام نکاح دیا کہ مجھے تمہاری قسم معلوم ہے اگر تم مجھ سے نکاح کر لو تو میں تمہاری ہر چیز کے بدلے میں تمہیں دوہری چیزیں دوں گا یعنی ایک چیز کے بدلے میں تم کو دو چیزیں دوں گا۔

ابو عبداللہ یعنی زبیر بن بکار نے فرمایا کہ فاطمہ بنت قاسم کی قسم جتنی چیزوں پر ٹوٹی وہ بیس ہزار دینار تھے۔ طلحہ بن عمر نے ان کو اس کا دوگنا عطا فرمایا۔ ان سے دو بچے ابراہیم اور رملہ پیدا ہوئے۔ رملہ نے ایک لاکھ دینار مہر پر اپنا نکاح کیا۔ اس پر اسماعیل بن یسار (۲) نے طلحہ بن عمر سے فرمایا کہ تم لوگوں میں سب سے بڑے تاجر ہو۔ طلحہ بن عمر نے کہا تمہاری خرابی ہو قسم خدا کی میں نے تجارت کا بالکل ہی قصد و ارادہ نہیں کیا ہے، اسماعیل بن یسار نے کہا دیکھو تم نے فاطمہ بنت قاسم سے چالیس ہزار دینار مہر پر نکاح کیا تو اس کے منافع میں تم کو ابراہیم اور ساٹھ ہزار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حمزہ بن عبداللہ بن زبیر کی اولاد میں سے ابوبکر اور یحییٰ ہیں۔ ان دونوں کی والدہ فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔ فاطمہ کی والدہ ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔ ام کلثوم کی والدہ زینب بنت علی بن ابی طالب ہیں۔ زینب کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ابوبکر و یحییٰ کے ماں شریک بھائی ابراہیم بن طلحہ بن عمر بن عبیداللہ بن معمر ہیں۔ ابوبکر یحییٰ کی اولاد میں جو مرد تھے وہ ختم ہو گئے عورتیں باقی رہیں۔ (نسب قریش ص ۲۴۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸، ص ۳۲۲۔ جمہرہ نسب قریش واخبارہا للزبیر بن بکار ص ۴۲۔ جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ج ۱، ص ۱۲۳)

(حاشیہ صفحہ ہذا)

(۱) طلحہ بن عمر بن عبیداللہ بن معمر سادات قریش میں سے ہیں انہوں نے فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن جعفر سے چالیس ہزار دینار مہر کے عوض نکاح کیا، ان سے ابراہیم اور رملہ پیدا ہوئے۔ رملہ نے اسماعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس سے ایک لاکھ دینار مہر کے عوض اپنا نکاح کیا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۹، ص ۵۷)

(بقیہ حاشیہ اگلا صفحہ)

دینار ملے۔ تو تم سے بڑھ کر کون تاجر زیادہ نفع اٹھانے والا ہے؟ اور کون سی تجارت تمہاری تجارت سے زیادہ نفع بخش ہے؟ یہ سن کر طلحہ بن عمر ہنسنے لگے۔ (۱)

معاویہ بن عبداللہ

ان کا نام معاویہ بن عبداللہ اس سبب سے رکھا گیا ہے کہ ان کو حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان (۲) نے گود لیا تھا اس کے لئے انہوں نے دس لاکھ درہم صرف کئے تھے۔ (تاج العروس ج۹، ص۱۳۱)

تمام نسب بیان کرنے والوں نے لکھا ہے کہ ان کی اولاد میں کوئی باقی نہ رہا سب کے سب ختم ہو گئے۔ ابن طباطبا (۳) نے ثابت کیا ہے کہ ان کی اولاد باقی رہیں مگر وہ بھی ان کے ناموں کی تفصیل جاننے میں کامیاب نہ ہوئے (۴) امام زبیدی فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہم کو جو کامیابی ملی ہے ہم اسے بیان کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

طلحہ بن عمر بن عبیداللہ بن معمر کی دیگر اولاد باقی رہیں۔ ان کی والدہ رملہ بنت عبداللہ بن خلف بن اسعد ہیں۔ ابراہیم بن طلحہ بن عمر بن عبیداللہ بن معمر کی والدہ فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔ ابراہیم خیار مسلمین میں سے تھے، رملہ بنت طلحہ ان کی بہن تھیں، ان کی والدہ فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔ رملہ، اسماعیل بن علی کے نکاح میں تھیں۔ ابراہیم بن طلحہ کثیر العیال تھے اولاد کی شاخوں کا سلسلہ انہیں سے جاری رہا۔ (نسب قریش ج۱، ص۲۹۰۔ جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ج۱، ص۱۴۰)

(۲) اسماعیل بن یسار نسائی کی کنیت "ابو فاید" ہے ان کی اصل یہ ہے کہ یہ فارس کے قیدیوں میں سے تھے، ایسے شاعر تھے جو عرب والوں کی تحقیر و حقارت کرتے اور عجم والوں کے لئے شدت تعصب و حمایت میں مشہور تھے۔ اپنے شعر میں عجم والوں پر فخر کرتے اور عرب والوں پر انہیں فضیلت و فوقیت دیتے تھے، بنی تیم بن مرہ کے موالی و غلاموں میں سے تھے، آل زبیر کے زمانے تک ان کی نسل ختم ہو گئی۔ جب عبدالملک بن مروان کو خلافت تفویض ہوئی تو عروہ بن زبیر کے ساتھ وفد کی شکل میں عبدالملک بن مروان کے دربار میں گئے۔ ان کی مدح و توصیف کی اور ان خلفاء کی بھی مدح سرائی کی جو ان کی اولاد میں بعد میں ہوئے۔ عمر طویل پائی یہاں تک کہ بنی امیہ کا آخری زمانہ پایا۔ مگر دولت عباسیہ کا دور ان کو نہ ملا۔ اغانی کی کتاب میں ان کے کچھ اشعار پائے جاتے ہیں۔ ۱۳۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (الاعلام ج۱، ص۳۲۹۔ البلاذری فی الانساب ج۱۰، ص۱۶۴)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا)

(۱) تاریخ یہ بتاتی ہے کہ طلحہ بن عمر نے فاطمہ بنت قاسم سے جب نکاح کیا تو ولید بن عبدالملک نے بھی ان سے نکاح کرنے کا عزم و ارادہ کیا، اسی بنا پر مدینہ کے عامل کو ولید نے لکھا کہ طلحہ کو بازار میں لے جائیں اور فاطمہ کو طلاق دینے پر انہیں مجبور

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ان کے ہر لڑکے نے میراث میں چالیس ہزار دینار پائے۔(جمہرۃ نسب قریش واخبارہا للزبیر بن بکار ص ۱۷۔ اخبار النساء لابن الجوزی ص ۴۴۔ تزئین الاسواق فی اخبار العشاق، لداؤد الانطاکی ص ۱۲۸۔ انساب الاشراف للبلاذری ج ۱۰،ص ۱۵۰)

(۲) معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی، خلیفہ اموی، ابوعبدالرحمن، حضرت امیر معاویہ، حضرت ابوسفیان، معاویہ کے بھائی یزید، ان کی والدہ ہند، سب لوگ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ حضرت معاویہ کہتے تھے کہ وہ صلح حدیبیہ کے سال مسلمان ہوئے اور مسلمان ہوکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی مگر اپنے والدین کے سامنے اپنا اسلام ظاہر نہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ حنین میں حاضر ہوئے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب بصیرت اور فقیہ کامل تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد میں نے معاویہ سے زیادہ کسی کو محبت کرنے والا نہ دیکھا، ان سے کہا گیا کہ کیا ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی سے بھی زیادہ ان کو محبت تھی۔؟ ابن عمر نے جواب دیا کہ قسم خدا کی یہ لوگ معاویہ سے بہتر وافضل ہیں اور معاویہ سردار ہیں۔ جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام تشریف لے گئے اور امیر معاویہ کا کروفر اور شاہانہ شوکت وانداز دیکھا تو فرمایا کہ معاویہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ ۶۰ ھ میں ان کی وفات ہوئی۔(الاستیعاب ج ۳ص ۱۴۱۹۔ اسد الغابہ ج ۴،ص ۴۳۳)

(۳) ابن طباطبا کا پورا نام یہ ہے، یحییٰ بن محمد بن قاسم بن محمد بن طباطبا علوی حسنی، ابوالمعمر۔ فن نسب اور علم عقائد وکلام کے ماہر اور اہل بغداد کے فضلاء شیعہ میں سے تھے۔ امام ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ طالبیوں کے نسب کی معرفت ان کے وقت میں ان پر ختم ہوگئی تھی ان کے علاوہ اس فن کا جاننے والا کوئی دوسرا نہ تھا۔ ۴۷۸ ھ میں ان کی وفات ہوئی، ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ (الاعلام للزرکلی ج ۸،ص ۱۵۴)

امام زبیدی تاج العروس ج ۳ص ۲۶۵ پر فرماتے ہیں کہ ان کا گھر حدیث وفقہ اور علم نسب میں مشہور گھر تھا اور طالبیوں کے نسب کے بارے میں اس گھر کو عظیم وجلیل سمجھا جاتا تھا۔

(۴) بعض لوگوں نے یہ بیان کیا ہے کہ معاویہ بن عبداللہ کی کوئی اولاد باقی نہ رہی وہ سب ختم ہوگئے۔ اس بات کو بیان کرنے والے خاص طور سے ابوالحسن العمری اور ان کے شیخ، شیخ الشرف العبید لی ہیں۔ ابن طباطبا حسنی نے کہا کہ معاویہ بن عبداللہ کی اولاد باقی ہیں اصفہان وغیرہ پہاڑی علاقوں میں وہ لوگ پائے جاتے ہیں۔ پھر ابن عنبہ کہتے ہیں کہ اب یعنی آٹھویں صدی ہجری کے اواخر اور نویں صدی ہجری کے اوائل میں ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ایک فرد بھی موجود باقی نہیں ہے۔ نقیب تاج الدین محمد بن معیہ الحسنی وغیرہ متاخرین نسب دانوں نے بیان کیا ہے کہ معاویہ کی تمام اولاد ختم ہوگئیں ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ (عمدۃ الطالب ص ۳۸)

معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے جانشین

معاویہ بن عبداللہ کی اولاد میں یہ لوگ ہوئے۔ محمد، یزید، عبداللہ، صالح، علی

علی بن معاویہ کرمان (۱) کے امیر تھے وہاں پر ان کی اولاد کا سلسلہ دراز ہوا۔

صالح کے دو لڑکے ہیں جعفر اور محمد۔ ان دونوں کی والدہ فاطمہ بنت حسین ہیں۔ دونوں کی کئی اولاد ہیں (۲)

عبداللہ فارس کے ایک عظیم شاعر ہیں (۳) ان کی والدہ ام عون بنت عون بن عباس بن ربیعہ (۴) بن الحارث بن عبدالمطلب ہیں۔

---

(۱) کرمان ایک مشہور سلطنت اور بہت بڑا علاقہ ہے جو فارس و مکران اور سجستان و خراسان کے درمیان واقع ہے۔ (معجم البلدان ج ۴، ص ۴۵۴)

(۲) صاحب فخری نے "انساب الطالبیین" ص ۵۴ پر فرمایا کہ صالح بن معاویہ کی اولاد آج تک باقی و موجود ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ان کی اولاد ختم ہوگئی ہیں ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا تو یہ بہت بڑی بھول اور عظیم سہو ہے۔ حالانکہ ابوعبداللہ ابن طباطبا نے ان کی اولاد کا موجود و باقی ہونا ثابت کیا ہے مگر وہ ان کے ناموں کی تفصیل جاننے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ ان کی اولاد میں سے سیدنا قاضی القضاۃ مجدالدین محسن ہیں جو ۵۳۰ھ میں آذربائیجان کا منصب قضا طلب کرنے کے لئے مرو آئے تھے۔ سید مجدالدین محسن ایسے امام اور عالم کے بیٹے ہیں جنہوں نے "المسترشد فی الاصول" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ بعد میں اس کتاب کا نام "ریاضۃ الاصول و روضۃ المعقول" ہوا۔ ابن طباطبا نے سید مجدالدین محسن کا نسب نامہ یوں لکھا ہے۔ مجدالدین محسن بن ابی القاسم عباد بن محمد بن محسن بن ابی العلاء محمد بن حسن بن علی بن محمد بن احمد بن علی بن حسن الامیر بن الحسین القاضی بن محمد بن صالح۔ صالح اور محسن کے بھائی دونوں اصفہان کے زاہدوں کے شیخ الصوفیہ ہیں، دونوں کی والدہ علویہ ہیں۔ ان کی اور ان کے بھائی علی دونوں کی اولاد بہت ہیں۔

(۳) ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی ج ۱۲، ص ۲۵۰ اور مبرد نے اپنی کتاب کامل ج ۱، ص ۱۳۲ پر شاعر فارس کے بعض اشعار کو نقل کیا اور ان کی نسبت شاعر فارس کی طرف کی ہے۔

(۴) بلاذری کی کتاب انساب الاشراف ج ۱ ص ۲۷۲ میں ثابت کیا گیا ہے کہ عبداللہ اور محمد، معاویہ کی اولاد ہیں۔ عبداللہ اور محمد کی والدہ ام عون بنت عون بن عباس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب ہیں۔

کیسانیہ (۱) کی ایک قوم نے کہا ہے کہ معاویہ بن عبداللہ کو ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ (۲) کے بعد امامت تفویض ہوئی۔ محمد بن حنفیہ ۱۲۵ھ کو مروان حمار (۳) کے زمانے میں غالب ہوئے، لوگوں نے ان کی بیعت کی اور ان کے معاملے کو عظیم سمجھا۔ ابو مسلم مروزی (۴) نے حیلہ کر کے ان پر حملہ کیا یہاں تک کہ ان لوگوں کو گرفتار کر کے ہرات (۵) میں قید کر دیا۔ پھر ۱۳۳ھ میں ان کی وفات ہو گئی۔ ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

---

(۱) کیسانیہ: رافضیوں کا ایک فرقہ ہے جو مختار بن ابی عبید ثقفی کی طرف منسوب ہے، کیسان لقب سے مشہور ہے۔ وہ دعویٰ کرتا تھا کہ اس کی طرف وحی آتی ہے اور وہ غیب جانتا ہے۔ وہ لوگ محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل و معترف ہیں وہ اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ نے ان کو بصرہ میں جھنڈا دیا۔ لوگ ان کے بارے میں مختلف خیال رکھتے ہیں، بعض لوگ ان کی موت کا یقین کرتے ہیں، بعض سمجھتے ہیں انہیں ابھی موت نہیں آئی وہ جبل رضوی میں روپوش ہیں اور زندہ ہیں، ینبع کے قریب ایک پہاڑ کا نام جبل رضوی ہے۔ (الفخری فی انساب الطالبین ص ۲۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۹، ص ۴۷)

(۲) محمد بن حنفیہ: ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب ہیں۔ اور حنفیہ، ام محمد بن علی بن ابی طالب ہیں۔ ۹۸ھ کو مقام حمیمہ میں ان کی وفات ہوئی۔ ان سے ایک جماعت نے روایت کی اور انہوں نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو وصیت کی۔ شیعہ لوگ ان کی طرف مائل و متوجہ ہوئے، ان کی طرف کچھ کتابوں کی نسبت کی اور ان کی طرف منسوب بہت ساری چیزوں کو راز سربستہ رکھا۔ (العبر فی خبر من غبر ج ۱، ص ۸۷۔ الکاشف ج ۱، ص ۵۹۵)

(۳) مروان بن محمد بن مروان بن الحکم اموی، ابو عبدالملک۔ یہ جعدی اور حمار سے مشہور تھے شام میں بنی امیہ کے آخری بادشاہوں میں ہوئے۔ وہ کافی عقلمند و ذہین ہیں، مدبر و دانا اور شجاع و بہادر تھے مگر اس وصف نے ان کو ملک و سلطنت کے ادبار و پستی اور بادشاہوں کے زوال و تنزل کے موقع پر کچھ نفع نہ دیا، ان کے تدبر و دانائی کا ان کو اس موقع پر کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ ان کو حمار یا حمار جزیرہ کہا جاتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جنگ و جدال میں جرأت و دلیری اور صبر و شکیب سے کام لیتے تھے۔ ۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲ھ میں قتل ہوئے۔ (الاعلام للزرکلی ج ۷، ص ۲۰۹)

(۴) ابو مسلم مروزی خراسانی، عبدالرحمٰن بن مسلم ہیں، انہوں نے دولت عباسیہ کی اساس و بنیاد رکھی، وہ بڑے سردار و قائد میں سے ایک معتبر شخص تھے۔ ۱۰۰ھ کو ماہ البصرہ میں ان کی ولادت ہوئی جو اصفہان سے قریب ہے۔ عیسیٰ بن ادریس اور معقل بن ادریس کے پاس رہے۔ ان دونوں نے ان کی پرورش و نگرانی کی یہاں تک کہ بڑھاپے تک دیکھ بھال رکھی۔ خلیفہ منصور نے ان کو دیکھا تو ان کو اس بات کا خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں وہ ان کے ملک و سلطنت کا لالچ نہ کریں اس لئے ان کو ۱۳۷ھ میں قتل کر دیا۔ انہوں نے دنیا میں ۳۷ سال زندگی گزاری اس میں وہ دنیا کے عظیم لوگوں کے مقام و منزل تک پہنچے اور بڑا رتبہ حاصل کیا۔ (تاریخ ابن الوردی ج ۱، ص ۱۷۹۔ الاعلام للزرکلی ج ۳، ص ۳۳۷)

(۵) ہرات، خراسان کے بڑے شہروں میں سے ایک بڑا اور مشہور شہر ہے۔ آج کل وہ افغانستان میں ہے۔ (معجم البلدان ج ۵، ۳۹۶)

اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے جانشین

اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر طیار (۱) کی والدہ ام ولد (۲) ہیں۔ ان کی اولاد میں علی، زید، عبداللہ اور جعفر ہیں۔ جعفر کی اولاد میں اسماعیل، قاسم اور محمد ہیں۔ عبداللہ کی اولاد میں اسماعیل، محمد اور حسین ہیں۔ حسین کی اولاد میں احمد، محمد، جعفر اور حسن ہیں۔ بعد میں جو لوگ رہے وہ عبداللہ بن حسین کی اولاد میں ہیں۔

---

(۱) ایک قول یہ ہے کہ محمد کو اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی طرف بھیجا گیا۔ ان کا لقب نفس زکیہ تھا، ان کے اندر لوگوں سے بیعت لینے کی خواہش تھی اسی شوق و آرزو میں وہ بوڑھے ہو گئے تھے۔ ان کے چچا نے ایک دن ان سے کہا اے ابن اخ قسم خدا کی تم تو قتل کر دیئے جاؤ گے پھر تم سے ہم بیعت کیوں کریں گے؟ یہ سن کر لوگ برگشتہ ہو گئے اور ان کی بیعت کرنے سے باز رہے۔ ان کے بھائی کی بیٹی معاویہ کے پاس آئیں اور کہا اے چچا میرے بھائیوں نے اپنے ماموں کے بیٹے کے لئے جلدی کی ہے تو آپ ان کو نہ روکیے کیونکہ وہ اور میرے بھائی قتل کر دیئے جائیں گے تو انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، پھر کچھ مہلت کے بعد کہا گیا کہ میں نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ قتل کے بعد محمد نے ان پر نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو ان کے بیٹے نے کہا میرے باپ کو قتل کرتے ہو اور ان پر نماز پڑھنا چاہتے ہو۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۶، ص ۲۱۵)

(۲) ام ولد: یہ ایک فقہی اصطلاحی لفظ ہے، یہ ایسی باندی کے لئے بولا جاتا ہے جس سے اس کے آقا نے وطی کی اور اس سے اولاد کا خواستگار ہوا۔ ام ولد سے جو بچہ ہوگا وہ آزاد ہوگا اور آقا کی وفات کے وقت وہ خود آزاد ہو جائے گی۔

اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے جانشین

اسحاق بن عبداللہ بن جعفر طیار، اطرف (۱) سے مشہور ہیں اور ان کو عریضی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ عریض (۲) میں رہتے تھے۔ اطراف مدینہ میں ایک گاؤں کا نام عریض ہے۔ ان کی اولاد میں حسن اور قاسم ہیں (۳) حسن کا لقب دافن کلب (کتے کو دفن کرنے والے) ہے۔ (۴)

---

(۱) ان کو صرف ایک طرف سے شرف نسب حاصل ہے اس لئے ان کو "اطرف" کہتے ہیں۔ ایک جانب سے انتساب کی صورت یہ ہے کہ ان کے دادا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کو اطرف اس لئے کہا گیا تا کہ وہ اسحاق اشرف بن علی زینبی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ممتاز وجدا ہو جائیں۔ (عمدۃ الطالب ص ۳۶۵)

(۲) عریض: عَرض یا عُرض کی تصغیر ہے، جو مدینے کی ایک وادی کا نام ہے۔ کتاب المغازی میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

(۳) قاسم کی اولاد میں عبداللہ بن قاسم بن اسحاق اطرف ہیں۔

عبداللہ کی اولاد مین چار لوگ ہیں:

زید، ان کی والدہ رقیہ بنت قاسم بن حسن بن زید ہیں۔

احمد، ان کی اولاد ہیں۔

محمد، ان کی اولاد کم ہیں۔

جعفر، ان کی اولاد بکثرت ہیں، ان میں سے بعض اولاد دمشق میں موجود ہیں۔

البتہ زید بن عبداللہ بن قاسم بن اسحاق اطرف کی اولاد میں صرف ایک فرد ہے یعنی وہ حسن قاضی ہیں جو استر آباد میں رہتے ہیں۔

(۴) ابن خدمہ نے کہا کہ دافن کلب سے مراد ابراہیم بن حسن بن اسحاق عریضی ہیں، ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ عبداللہ بن محمد صلوانی نے کہا کہ وہ ختم ہو گئے تھے ان کی کوئی اولاد نہیں۔ (لب الانساب والالقاب والاعقاب ج ۱، ص ۳۸)

شجرۂ مبارکہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ دافن کلب کی اولاد ہیں اور وہ سمرقند میں ہیں۔

(الشجرۃ المبارکۃ ج ۱، ص ۶۰)

قاسم بن اسحاق عریضی کے جانشین

قاسم یمن کے امیر وفرماں روا تھے، وصف سخاوت میں مشہور وممتاز اور قابل تعریف تھے۔ان کی والدہ ام حکیم بنت قاسم بن محمد بن (۱) ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) ہیں۔ اور قاسم، جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) کے ماموں زاد بھائی ہیں۔

قاسم بن اسحاق کی اولاد میں سے یہ لوگ ہیں عبداللہ، حمزہ، عبدالرحمن، ابو ہاشم داؤد، جعفر۔ان لوگوں کی اولاد در اولاد کا سلسلہ بکثرت دراز ہوا۔ابراہیم، اسحاق، علی۔ان کی اولاد کی تعداد کم رہی۔

زید، احمد، سلیمان، قاسم، موسیٰ، عیسیٰ، حمید، محمد، عبداللہ، ابوبکر، عون، یحییٰ، صالح، ہارون۔ان سب کی مائیں مختلف اور الگ الگ ہیں۔ان کی اولاد کے نام جاننے میں مجھے کامیابی نہ ملی۔

---

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا براہ راست دادا ہونا ممکن نہیں، ہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی ماں کے دادا ہوں۔عمدۃ الطالب ص ۴۵ کے حوالے سے یہی ثابت ہے۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا نام اور شجرۂ نسب یوں ہے۔عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ تیمی، ابوبکر صدیق اکبر بن ابی قحافہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفۂ اول اور غار ثور کے ساتھی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کا اسم مبارک عتیق ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر دوزخ سے آزاد ہیں۔

ان کے مناقب وفضائل بہت زیادہ ہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تقریباً ڈھائی سال تک منصب خلافت پر فائز ومتمکن رہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس مہینے تک خلافت کے امور وفرائض انجام دیئے۔جمادی الاولیٰ ۱۳ھ بروز پیر ان کا وصال ہوا۔وقت وصال ان کی عمر شریف ۶۳ سال کی تھی۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں روضۂ رسول میں دفن ہوئے۔ان سے ایک جماعت نے حدیثیں روایت کی ہیں۔(تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۱۶)

(۳) حضرت جعفر صادق کا شجرۂ نسب یہ ہے۔جعفر بن محمد الباقر بن زین العابدین علی بن حسین الہاشمی العلوی، فرقۂ امامیہ کے اعتقاد وظن کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ان کی صداقت وسچائی اور راست گوئی کی وجہ سے ان کو جعفر صادق کہا گیا۔فن کیمیا، زجر اور فال میں ان کا کلام موجود ہے۔۸۰ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۴۸ھ میں ان کی وفات ہوئی، جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ان کی والدہ محترمہ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دختر ہیں۔اپنے زمانے میں وہ بنی ہاشم

جعفر بن قاسم (۱) کی والدہ زینب بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) ہیں ان کی اولاد نصیبین (۳) میں ہیں۔ جعفر بن قاسم کی اولاد میں محمد ہیں، ان کی والدہ ام ولد ہیں۔ محمد بن جعفر کی اولاد میں ابوبکر محمد بن علی بن حیدر بن حمزہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن حسن بن محمد ہیں (۴) یہ بخاری (۵) میں رہتے تھے۔ حافظ سخاوی (٦) نے استجلاب الغرف میں ان کا نسب اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور عیسیٰ بن یحیٰ بن قاسم بن عیسیٰ بن ابراہیم بن محمد، سادات بطیحہ (۷) کے سردار ہیں۔

---

(۱) جعفر بن قاسم بن اسحاق اطرف کے ایک بیٹے محمد ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام حسن ہے جو بغداد میں رہتے ہیں، ان کی اکثر اولاد طالقان میں ہیں وہیں پر وہ لوگ رہتے ہیں علوی سے مشہور ہیں۔ ان کی اولاد میں کلامن اور ابراہیم بھی ہیں۔ ابراہیم کی کئی اولاد ہیں۔ (شجرۃ المبارکۃ فی الانساب الطالبیۃ ص ٦۱)

(۲) اس کتاب کے مؤلف ومرتب سے یہ قول مستبعد معلوم ہوتا ہے ہاں اگر نسب کا اتصال براہ راست مقصود نہ ہو تو مؤلف کا قول درست ہو جائے گا۔ اور محمد کی والدہ کے ام ولد ہونے کی بھی نفی کی گئی ہے۔

(۳) نصیبین: بلاد جزیرہ میں سے ایک آباد و پر فضا شہر ہے جو موصل سے شام تک جانے والی سڑک کے درمیان واقع ہے۔

(۴) وہ، ابوبکر محمد بن علی بن حیدر بن حمزہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن حسن بن محمد بن جعفر بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، اہل بخاری میں سے ہیں۔ عبدالعزیز بن محمد نخشبی نے اسے معجم شیوخ میں ذکر کیا ہے۔ سید فقیہ ابوبکر جعفری نے فرمایا کہ وہ حدیثیں بکثرت روایت کرتے اور حدیث سے شغل رکھنے والوں کو پسند کرتے تھے۔ ان کا مذہب وہی ہے جو کوفیوں کا مذہب ہے یہ بات ان سے ہم نے رجوع کے بعد سنی ہے اور میں ان کے والد سے ستر سال پہلے سنتا تھا۔ (الانساب للسمعانی ج۱،ص ٦۷)

(۵) بخاری: ماوراء النہر کے شہروں میں سے ایک عظیم وجلیل شہر ہے۔ آج کل وہ تاجکستانی حکومت کے تحت ہے۔ (معجم البلدان ج۱،ص ۳۵۳)

(٦) امام سخاوی سے مراد محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد سخاوی ہیں، وہ ابوالخیر ہیں، امام وقت حافظ الحدیث اور عظیم وکبیر مؤرخ ہیں، کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی بعض تصانیف یہ ہیں۔ الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع، الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اہل التاریخ، المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ۔ ان کے علاوہ بھی مفید ونافع تصنیفات ہیں۔ ۸۳۱ھ کو قاہرہ میں ان کی ولادت ہوئی، ۹۰۲ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ کے قریب دفن ہوئے۔ (شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ج ۸،ص ۱۵ ٧٦)

(۷) بطیحہ: واسط وبصرہ کے درمیان ایک وسیع وعریض علاقے کا نام بطیحہ ہے۔ قدیم زمانے سے یہ متصل گاؤں اور آباد سرزمین ہے۔ (معجم البلدان ج۱،ص ۴۵۰)

ابو ہاشم داؤد بن قاسم بن اسحاق کے جانشین

ابو ہاشم داؤد (۱) ادریس بن ادریس (۲) کے شعر کی روایت کرتے تھے۔ان کی اولاد میں سے ذخیرۃ الدین محمد بن عبدالظاہر بن عبدالولی بن حسین بن عبدالوہاب بن یوسف بن یعقوب بن محمد بن ابی ہاشم ہیں۔ان کی ولادت ۶۲۶ ھ میں ہوئی۔فن نسب کے ماہر ابراہیم بن یحییٰ مشہدی (۳) کی تحریر میں ان کا نسب نامہ میں نے ایسا ہی پایا ہے۔

---

(۱) ابو ہاشم داؤد بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب الجعفری نے اپنے والد گرامی اور علی بن موسیٰ رضا سے حدیثیں روایت کیں۔محمد بن ابی ازہر نحوی وغیرہ نے ان سے روایت کی۔وہ طلیق اللسان، زبان دانی میں ماہر اور فصیح وبلیغ شخص تھے۔انہیں سر من رائے کی طرف لے جایا گیا وہاں پر ان کو ۲۵۲ ھ میں قید کر دیا گیا۔پھر ۲۶۱ ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔
(الانساب للسمعانی ج ۲، ص ۶۷۔جمہرۃ انساب العرب ج ۱، ص ۶۹)

(۲) ادریس بن ادریس کا تعارف یہ ہے، ادریس ازہر بن ادریس عبداللہ بن حسن مثنیٰ، ابوالقاسم، مغرب اقصیٰ میں ادارسہ کے دوسرے بادشاہ ہوئے، فاس نامی شہر کی بنیاد رکھی اور اس کے بانی ہوئے۔جبل زرہون کے پاس ولیلی میں ان کی ولادت ہوئی، جب وہ شکم مادر میں تھے تو ان کے والد کی وفات ہوگئی تھی، بربر کے معاملات میں کھڑے ہوئے، اپنے باپ ادریس اول کے امین ورہنما تھے۔جب ادریس ازہر بڑے ہوگئے تو ۱۸۸ ھ میں بربر نے ولیلی کی جامع مسجد میں ان کی بیعت کی پھر اپنے باپ کے ملک وسلطنت کے والی ونگراں ہوئے اور حسن تدبیر سے کام انجام دیا۔وہ جواد وسخی تھے، فصیح وبلیغ اور خوب عقلمند تھے۔ان کی رعایا نے ان سے محبت کی اور تونس واندلس اور طرابلس غرب کے لوگ ان کی طرف مائل وراغب ہوئے، اندلس کا مشرقی علاقہ اس وقت عباسیوں کے قبضے میں تھا، عباسیوں کے امیروں کا حکم جاری ہوتا تھا۔ولیلی شہر وہاں کے باشندوں، وفود اور وہاں کے آنے جانے والوں سے بھر گیا تو انہوں نے شہر فاس کا نقشہ بنایا بلکہ فاس کے نام سے ایک شہر آباد کیا۔۱۹۲ ھ میں ولیلی سے شہر فاس منتقل ہوگئے۔(تاریخ ابن الوردی ج ۱، ص ۲۱۰۔کامل فی التاریخ ج ۵، ص ۲۶۳۔شذرات الذہب لابن العماد ج ۱، ص ۲۶۴۔اعلام للزرکلی ج ۱، ص ۲۷۸)

(۳) ادریس بن عبداللہ بن حسن کی اولاد میں سے آج ادریس بن ادریس باقی وموجود ہیں، ان کی والدہ ام ولد بربریہ ہیں۔ان کی اولاد میں یہ لوگ بھی ہیں۔محمد، یحییٰ، حمزہ، عیسیٰ، داؤد، عبداللہ، عمر، ان لوگوں کی مائیں مختلف اور الگ الگ ام ولد ہیں اور یہ لوگ مغربی ممالک میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔(نسب قریش ص ۵۶۔مقاتل الطالبیین ص ۴۰۹۔مجدی فی الانساب ص ۶۲۔الشجرۃ

ان کے قریبی رشتہ داروں میں کمال الدین علی بن احمد بن جعفر بن عبد الظاہر (۱) ہیں جو قوص (۲) میں پیدا ہوئے اور اخمیم (۳) میں سکونت ورہائش اختیار کی۔ وہیں پر ۷۰۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ انہوں نے علم فقہ حاصل کیا اور حدیثوں کی سماعت کی۔ مقام صعید اور ریف مصر میں ان کی اولاد وذریت پائی جاتی ہے۔

---

(۱) علی بن احمد بن جعفر بن علی بن محمد بن عبد الظاہر شیخ کمال الدین ہاشمی جعفری قوصی، نزیل اخمیم۔ علم وعبادت میں یکتائے روزگار، کشف ومکاشفہ میں بزرگوں کی یادگار، صاحب احوال، دلوں کے وساوس پر آگاہ ومطلع اور کلام کرنے والے، علم فقہ میں عبور وکمال تھا تقویٰ وطہارت میں بے مثل تھے۔ ابتدائی دور میں شیخ تقی الدین بن دقیق العید اور شیخ جلال الدین دشناوی سے رفاقت تھی، اخمیم کو وطن بنایا، وہاں ایک مکان بنوایا اور لوگوں کے لئے وعظ وتذکیر کا سلسلہ قائم کیا۔ رجب ۷۰۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (طبقات الشافعیہ لابن قاضی شہبہ ج ۲، ص ۲۲۳)

(۲) قوص، ایک عظیم وکبیر اور وسیع وعریض شہر ہے جو صعید مصر میں واقع ہے۔ جنوبی شہروں کے قریب ہونے کی وجہ سے اس میں شدید گرمی رہتی ہے۔ (معجم البلدان ج ۴، ص ۴۱۳)

(۳) اخمیم، ساحل نیل پر ایک قدیم شہر ہے جو صعید مصر کے قریب ہے۔ (معجم البلدان ج ۱، ص ۱۲۳)

عبداللہ بن قاسم بن اسحاق عریضی کے جانشین

عبداللہ بن قاسم بن اسحاق اطرف کی اولاد میں محمد، اسحاق، زید، جعفر، احمد ہیں۔ احمد کی اولاد بغداد، نصیبین اور آذربائیجان میں موجود ہیں۔ جعفر کے بیٹے پوتے پانچ ہیں۔ ان پانچوں کی اولاد اہواز (۱) قزوین، نصیبین، بصرہ (۲) دمشق، کرمان اور رے میں ہیں۔

زید کی والدہ قاسم بن حسن بن زید بن حسن السبط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دختر ہیں۔ حسن کے لڑکے احمد ہوئے۔ پھر احمد کی اولاد میں ابوالطاہر محمد بن محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن احمد ہوئے۔ یہ احمد قزوین کے سلطان ووالی تھے۔ ان کے چچازاد بھائی ابوالطیب احمد بن محمد بن احمد قزوین کے رئیس وسردار تھے۔ علی بن احمد بن حسین بن احمد کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ رے کے بہت بڑے نسب داں ہیں۔

---

(۱) اہواز، ہوز کی جمع ہے اصل میں وہ حوز ہے۔ جب فارس والوں نے اس لفظ کو کثرت سے استعمال سے کیا تو کثرت استعمال سے یہ لفظ بدل گیا اس میں ترمیم ہوگئی یہاں تک کہ اصلیت بالکلیہ غائب وفنا ہوگئی کیونکہ فارس کے کلام میں حاء مہملہ نہیں ہے اس اعتبار سے اہواز اسم عربی ہوگیا زمانہ اسلام میں یہ نام رکھا گیا۔ آج کل ایران میں بھی اس لفظ کا استعمال ایسا ہی ہے۔ (معجم البلدان ج ۱، ص ۲۸۴)

(۲) بصرہ، عراق کا مشہور ومعروف شہر ہے۔ اس کا نام بصرہ اس سبب سے پڑا کہ اس کی زمین عقیق اور اعلیٰ مربد کے درمیان ہے اور وہاں کے پتھر نرم ہیں۔ اسے عتبہ بن غزوان مازنی نے ۱۷ھ میں بسایا تھا جبکہ وہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عراق کے عامل وامیر تھے۔ (البلدان للیعقوبی ص ۱۷۔ معجم ما استعجم من اسماء البلاد والمواضع ج ۱، ص ۲۵۴)

ان کا ایک لڑکا جرجان (۱) میں ہے۔ ابولفرج زید بن جعفر بن احمد نقیب قزوین میں ہیں۔

اسحاق کی اولاد میں ابواحمد ہاشم بن حسن بن جعفر بن احمد بن حسین بن زید بن قاسم بن اسحاق قزوین میں ہیں اور ان کے چچازاد بھائی موسیٰ بن احمد بن زید بن جعفر بھی قزوین میں ہیں۔ (۲)

یہاں تک عبداللہ بن جعفر کی تینوں اولاد (۳) کا ذکر و بیان ختم ہوا۔

---

(۱) جرجان، ایک عظیم و مشہور شہر ہے جو طبرستان اور خراسان کے درمیان واقع ہے۔ بعض لوگ اسے طبرستان میں سے شمار کرتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو خراسان کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اس کی بنیاد یزید بن مہلب بن ابی صفرہ نے ڈالی اور انہوں نے ہی اس کو آباد کیا۔ جرجان ایسا بابرکت علمی شہر ہے جہاں سے بے شمار ادباء، علماء، فقہاء اور محدثین نکلے۔ اس کی تاریخ بڑی رنگین اور دلچسپ ہے۔ حمزہ بن سہمی نے تاریخی حقائق کے حوالے سے اس کی تاریخ لکھی ہے۔ (معجم البلدان ج ۲، ص ۱۲۰)

(۲) قلت: موسیٰ وغیرہ کی طرف شرف شاہ بن محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن حسن بن زید بن عبداللہ بن قاسم بن اسحاق عریضی بھی منسوب ہیں۔ شرف شاہ قزوین اور اس کے اطراف و اکناف کے امیر و حکمراں تھے ان کو وہاں کی سلطنت و ریاست اور حکمرانی حاصل تھی۔ ۳۸۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (عمدۃ الطالب ص ۱۴۔ التدوین فی اخبار قزوین ج ۳، ص ۴۷)

(۳) وہ تین لوگ معاویہ، اسماعیل اور اسحاق ہیں جو عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے بیٹے ہیں۔ ان لوگوں کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

علی زینبی بن عبداللہ بن جعفر طیار کے جانشین

علی زینبی بن عبداللہ بن جعفر (۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی والدہ زینب (۲) بنت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، زینب کی والدہ فاطمہ (۳) بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا کی والدہ خدیجہ بنت خویلد (۴) رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

---

(۱) عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں چار مرد ہیں۔ ۱: ابومحمد علی زینبی، ان کی والدہ زینب کبریٰ بنت علی و فاطمہ زہرا ہیں۔ ۲: ابوجعفر اسحاق اطرف جو عریضی سے مشہور ہیں ۳و۴: اسماعیل و معاویہ، ان دونوں کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جنہوں نے یہ کہا کہ اسماعیل و معاویہ کہ اولاد نہ ہوئی یا ختم ہوگئیں ان میں سے کوئی باقی نہ رہا تو ان کی بات لائق التفات اور قابل اعتبار نہیں ہے اس کی طرف توجہ نہ دی جائے۔ (الفخری فی انساب الطالبیین ص ۲۰)

(۲) زینب بنت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہاشمیہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نواسی ہیں، ان کی والدہ ماجدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، ابن اثیر نے کہا ہے کہ حضرت زینب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اقدس ہی میں پیدا ہوئیں وہ بڑی عقل و دانش والی اور فیاض خاتون تھیں، ان کے والد گرامی حضرت علی مرتضیٰ نے ان کا نکاح اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن جعفر سے کردیا تھا۔ ان سے کئی اولاد ہوئیں۔ جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کربلا میں مظلومانہ شہید کیا گیا تو حضرت زینب اپنے بھائی کے ساتھ تھیں پھر ان کے لٹے ہوئے قافلہ کے ساتھ دمشق لے جایا گیا، وہ یزید پلید کے دربار میں حاضر ہوئیں، جب ایک شامی شقی نے ان کو طلب کیا تو اس وقت انہوں نے یزید پلید کے دربار میں جو جرأت مندانہ اور بے باکانہ کلام کیا تھا وہ تاریخ میں موجود و مشہور ہے۔ اس سے ان کی عقل و دانش مندی اور دل کے مضبوط و قوی ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ج ۸، ص ۱۶۷)

(۳) فاطمہ سے مراد، فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاشمیہ قرشیہ ہیں، ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد ہیں جو قریش کی ہوشیار اور عقل مند عورتوں میں سے ہیں، قریش کی عورتوں میں سب سے فصیحہ اور ذہین ہیں۔ حضرت فاطمہ کی عمر جب اٹھارہ سال کی تھی تو ان سے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح فرمایا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا سے حسن، حسین، ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صرف چھ مہینے باحیات رہیں پھر ۱۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت فاطمہ سب سے پہلی خاتون ہیں اسلام میں جن کے لئے تابوت بنایا گیا۔ ان سے اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں۔ (شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ج۱،ص۱۳۳۔ الاعلام للزرکلی ج۵،ص۱۳۲)

(۴) خدیجہ: وہ ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد قرشیہ اسدیہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے اعلان نبوت سے قبل نکاح فرمایا جبکہ ان کی عمر چالیس سال تھی اور حضور کی عمر مبارک پچیس (۲۵) سال، حضور سے وہ پندرہ سال عمر میں بڑی تھیں۔ مکے میں ان کی ولادت ہوئی، فضل وشرف اور مالدار وتونگر گھرانے میں ان کی پرورش ہوئی، ان کی حیات اور موجودگی میں حضور نے کسی سے نکاح نہیں فرمایا

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت مبارکہ ہوئی اور حضور نے اعلان نبوت فرمایا تو ان کو دعوت اسلام دی وہ فوراً مسلمان ہوگئیں۔ مکے کے مردوں اور عورتوں میں اسلام لانے والوں میں سب سے پہلی خاتون حضرت خدیجہ تھیں۔ ابراہیم کے علاوہ حضور جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام اولاد انہیں کے بطن سے ہوئیں۔ انہوں نے نبوت کے استحکام واشاعت میں مدد کی اس راہ میں حضور کے ساتھ سعی وکوشش کی اور جان ومال سے حضور کی معاونت کی۔ ان کے انہیں اوصاف ومحاسن کی بنا پر اللہ عزوجل نے جبریل امین کے ذریعہ ان کو سلام بھیجا۔ یہ وہ خاصیتیں ہیں جو ان کے سوا دوسری عورت کو حاصل نہ ہوئیں۔ ہجرت سے تین سال قبل مکے میں ان کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا۔ (زاد المعاد لابن قیم ج۱،ص۱۰۵۔ الاعلام للزرکلی ج۲،ص۳۰۲۔ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ج۱،ص۲۵۴)

علی زینبی کا ایک لڑکا ہے جو آل ابی طالب کے تین ارکان وستون میں سے ایک ہے، تین ستون یہ ہیں۔ایک موسیٰ الجون کے بیٹے (۱) دوسرے موسیٰ کاظم کے بیٹے (۲) تیسرے جعفر سید بن ابراہیم بن محمد بن علی زینبی کے بیٹے۔

علی زینبی کی اولاد کا تذکرہ

یعقوب، عیسیٰ، حسن، محمد العالم

یعقوب کی اولاد میں قاسم امیر ہیں، وہ جعافرہ کا بہت بڑا گروہ ہے، انہیں قواسم کہا جاتا ہے، قاسم امیر کو بنو سلیم (۳) نے قتل کیا تھا۔ان کی اولاد میں موسیٰ، محمد ابی جعفر، علی اور جعفر ہیں۔موسیٰ کی اولاد حجاز میں ہیں انہیں میں قیادت وسرداری ہے۔جعفر کی اولاد میں یعقوب ہیں۔یعقوب کی بھی کئی اولاد ہیں۔علی کی نو اولاد ہیں، اسحاق، داؤد، محمد، حمزہ، عیسیٰ، سلیمان عبداللہ، میمون، حسین۔

قواسم کی بقیہ اور بچی کچھی اولاد مصر میں ہیں۔

---

(۱) موسیٰ الجون کا نسب نامہ یہ ہے، موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب۔ان کے بیٹوں میں دو لوگ ہیں عبداللہ اور ابراہیم۔ان دونوں کی والدہ ام سلمہ بنت محمد بن طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر بن ابی قحافہ ہیں۔عبداللہ عالم وفاضل، عابد وزاہد اور متقی وپرہیزگار تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو لازم وضروری سمجھتے تھے۔ان سے پانچ لڑکے ہوئے سلیمان، موسیٰ، صالح، یحییٰ سویقی، احمد الاحمری۔(لباب الانساب والالقاب ص ۶۵۔مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان ج ۳، ص ۳۶۵)

(۲) ابوالحسن موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق، علی بن موسیٰ الرضا کے والد گرامی ہیں ۱۲۸ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔اپنے والد سے حدیثیں روایت کیں۔ابو حاتم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام ہیں، روایت میں ثقہ وصادق ہیں۔بعض نے یہ کہا ہے کہ موسیٰ کاظم نیک وصالح، عابد وزاہد، حلیم وبردبار، سخی وجواد، عظمت ووقار اور بہت قدر ومنزلت والے تھے۔ان کا لقب کاظم اس لئے پڑا کہ جو ان کے ساتھ برائی کرتا وہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے، وہ بارہ اماموں میں سے ایک امام ہیں، مدینہ منورہ میں ان کی سکونت ورہائش تھی، خلیفہ مہدی نے ان کو بغداد آنے کے لئے برانگیختہ کیا اور انہیں قید کردیا پھر اس شرط پر چھوڑا کہ وہ کبھی بھی ان پر اور ان کے بیٹوں میں سے کسی پر خروج نہیں کریں گے، ان کو تین ہزار درہم دیئے اور مدینہ منورہ واپس کردیا۔پھر ہارون رشید نے اپنے عہد حکومت میں ان کو قید کردیا یہاں تک کہ بغداد کے قید خانے میں ۱۸۳ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔وہاں پر ان کی قبر مشہور ومعروف اور زیارت گاہ خلائق ہے۔(شذرات الذہب ج ۲، ص ۲۷۷۔وفیات الاعیان ج ۵، ص ۳۰۸۔المختصر فی اخبار البشر ج ۲، ص ۱۶)

(۳) ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبیین جلد اول ص ۱۷۳ میں فرمایا کہ قاسم امیر کا نسب نامہ یوں ہے: قاسم بن یعقوب بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب۔

ان کو در حقیقت زیاد بن سوار نے قتل کیا مگر کہا گیا کہ ان کو بنو سلیم نے قتل کیا۔اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کو بنو شیبان نے ایک ایسے

عیسیٰ بن علی زینبی کے جانشین

عیسیٰ بن علی زینبی (۱) خلصی سے مشہور ہیں کیونکہ وہ خلیص (۲) میں رہتے تھے۔ان کی اولاد خلصیین سے پہچانی جاتی ہیں۔ان کی اولاد میں احمد اور عبداللہ ہیں۔عبداللہ کی کنیت ابو محمد ہے وہ طبرستان میں ہیں۔ان کا ایک لڑکا عیسیٰ ہے،عیسیٰ کی اولاد مصر میں ہیں۔محمد کی اولاد بکثرت ہیں۔ان کی اولاد میں عبیداللہ عالم ہیں جو عراق کے رئیس وسردار ہیں۔ان کی آٹھ اولاد ہیں۔علی، یوسف، حسن، داؤد، احمد کا لقب حنظلہ ہے۔موسیٰ، صالح، صالح کی اولاد بصرہ میں ہیں۔

محمد طویل کی اولاد حجاز موصل اور بغداد میں پائی جاتی ہیں۔

---

(۱) عیسیٰ خلصی کے دو بیٹے ہیں۔
ایک عبداللہ، ان کی اولاد کی تعداد کثیر ہے۔
دوسرے احمد، ان کا ایک لڑکا بردعہ میں ہے اور کچھ زنجان میں ہیں، ان کی تعداد قلیل ہے۔
عبداللہ خلصی کے دو بیٹے ہیں محمد اور عیسیٰ
عیسیٰ کی اولاد کم ہیں۔مگر محمد بن عبداللہ بن عیسیٰ خلصی کی آٹھ اولاد ہیں۔
عبیداللہ جو عالم وفاضل اور سردار قبیلہ ہیں ان کی کنیت ابوطلحیہ ہے۔
احمد، علی، موسیٰ، داؤد، یوسف۔یہ عباد سے مشہور وممتاز ہیں۔
حسن اور عیسیٰ۔عیسیٰ کی اولاد میں ابوعبداللہ بن طباطبا کے سوا کوئی ثابت نہیں ہے۔البتہ عبیداللہ ابوطلحیہ کی اولاد آٹھ ہیں۔
عبداللہ، محمد طویل، ان کا لقب مردہ ہے۔ان کے بیٹے پوتے بکثرت ہیں۔
حسن کی بھی اولاد کثیر ہیں۔عبدالرحمن، جعفر، علی، صالح، عیسیٰ۔

(الشجرۃ المبارکۃ فی الانساب الطالبیۃ ص۵۹)

(۲) خلیص: ایک قلعہ ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔

(معجم البلدان ج۱، ص۱۳۳)

حسن بن علی زینبی کے جانشین

حسن بن علی زینبی سے ایک لڑکے ابوالحسن علی بن ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن محمد بن حمزہ بن حسن ہیں، جو امام علم وفن اور عظیم وجلیل محدث ہیں۔ اس حسن اور جعفر کی اولاد سے بہت سارے عربی قبائل آباد ہیں۔

شیخ تاج الدین ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن معیۃ حسنی، نسب داں نے کہا کہ مجھے عرب کے ایک ایسے شخص نے خبر دی جو حاکم وامیر سلیمان بن مہنا بن عیسیٰ طائی کے زمانے میں حلہ آئے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ ہم جعفر طیار کی اولاد عربی قبائل ہیں، ہمارے ساتھ میں تقریباً چار ہزار آل مہنا ہیں جو نسل ونسب کے اعتبار سے فارسی ہیں مگر ہم اپنے نسب وحسب کی حفاظت یوں کرتے ہیں کہ قبیلہ طے کے اعرابیوں میں ہی شادی بیاہ کرتے ہیں فارسیوں سے رشتہ مُناکحت نہیں کرتے۔

محمد العالم بن علی زینبی کے جانشین

محمد العالم بن علی زینبی کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔

ابوجعفر محمد، جو قوم کے سردار اور بے پناہ سخی تھے۔ اسحاق اشرف (۱) صالح، عیسیٰ، موسیٰ،

---

(۱) اسحاق کو اشرف اس سبب سے کہا گیا کہ ان کا نسب علی زینبی کی والدہ کی طرف سے فضل وشرف میں زائد ہے۔ جس کی طرف یہ نسب منسوب ہے وہ زینب بنت علی بن ابی طالب ہیں جو حضرت فاطمۃ الزہرا کی دختر اور امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خواہر ہیں۔ (عمدۃ الطالب، ص ۳۰۵)

موسیٰ کا لقب ہراج (بہت دوڑنے والا) ہے۔ان کی اولاد ہراج ہی سے مشہور ومعروف ہیں۔

عیسیٰ کا لقب ذنب الفرس (بعض نباتات کا نام) ہے۔ان کی پانچ اولاد ہیں۔صالح حجاز میں ہیں،ان کی نو اولاد ہیں۔

اسحاق اشرف کی والدہ لبابہ بنت عبداللہ بن عباس ہیں۔ان کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔حمزہ،محمد عنطوانی،عبداللہ اکبر اور جعفر۔جعفر کے بیٹے محمد ہیں۔

ابن طباطبا کہتے ہیں کہ محمد کی بقیہ اور یحیٰی کی بھی اولاد سمرقند میں ہیں،عبداللہ اصغر کی اولاد مصر اور نصیبین میں ہیں،علی المرجاء کی اولاد مصر میں ہیں۔

عبداللہ اکبر القمسلین سے منسوب تھے۔ان کے ایک بیٹے محمد ہیں،وہ اپنے باپ کے لقب سے منسوب تھے۔محمد کے دو بیٹے ہیں۔حسین اور علی۔

حسین کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ان کی اولاد میں ابوموسیٰ جعفر،ابوالقاسم طاہر،محمد الاکبر ،اور قاسم ہیں۔قاسم کے بیٹے ہیں ابوالبرکات محمد بن ابی غالب بن محمد بن حمزہ بن محمد بن علی بن قاسم۔

علی کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔ابوعبداللہ محمد،ابوالطیب محمد،ابوعیسیٰ محمد الشاہد،کوفہ میں ہیں۔اور حسن۔حسن کے بیٹے ہیں ابومحمد علی،ان کے بیٹے ہیں قاسم بن حسین الافطس (چپٹی ناک والا) بن علی۔علی کی اولاد بصرہ وغیرہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابوعیسیٰ الشاہد کے دو بیٹے ہیں۔ایک ابوالقاسم،ان کا لقب ذرق البط (بطخ کی بیٹ) اور نام جعفر ہے۔دوسرے احمد ہیں۔دونوں کی کئی اولاد ہیں۔

عبداللہ الاکبر بن اسحاق الاشرف کے جانشین

عبداللہ اکبر بن اسحاق اشرف کے بیٹے، عبداللہ اصغر ہیں، ان کے بیٹے عبیداللہ ہیں۔ عبیداللہ کی اولاد پائی جاتی ہیں۔(۱)

---

(۱) عبداللہ اکبر بن اسحاق اشرف کے دو بیٹے ہیں۔
ایک عبداللہ اصغر، ان کی کئی اولاد ہیں۔ دوسرے عبیداللہ، ان کی اولاد مصر کے شہر رے میں ہیں۔
حمزہ بن اسحاق اشرف کے ایک بیٹے محمد اکبر ہیں جو صُدری سے معروف و مشہور ہیں۔
محمد صُدری کی اولاد تین ہیں۔۱: حسن صدری، ابو یحییٰ نیشاپوری نے فرمایا کہ جو سب سے پہلے نیشاپور کی طرف منسوب ہوئے وہ یہی حسن صُدری ہیں۔۲: عبداللہ اکبر۔۳: داؤد۔
حسن صُدری کی تین اولاد ہیں
زید ابوالحسین، ان کی وفات رے میں ہوئی۔ حمزہ ابو محمد۔ ان کی وفات وادی قری میں ہوئی۔ محمد، ان کی وفات مصر میں ہوئی۔ ابراہیم ابواسحاق، طالب ابوالطیب، عبداللہ ابوجعفر، قزوین میں ہیں اور ان کی اولاد بھی قزوین میں ہیں۔ جعفر، داؤد، قاسم، اسحاق۔
حسن صُدری کی تین اولاد اور ہیں ابوالفوارس، احمد احمر، زبیر۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان تینوں کی اولاد بہت ہیں۔
زید بن حسن صدری کی اولاد میں کثرت ہے۔ ان کی اولاد رے مصر کوفہ اور قزوین میں پائی جاتی ہیں۔
ہم حسن صُدری کی اولاد کے بیان سے فارغ ہو گئے۔

محمد عنطوانی بن اسحاق الاشرف کے جانشین

محمد عطوانی (۱) بن اسحاق اشرف کے دولڑکے ہیں۔علی اور حسن۔علی کی اولاد مصر کے مقام ھنا (۲) میں ہیں۔ھنا مصر کے مشرقی علاقے میں ایک گاؤں کا نام ہے۔علی کا ایک لڑکا ہے جسے حسین ھنی کہا جاتا ہے۔

حسن کی اولاد میں،علی،حسین اور احمد ہیں۔انہیں حسن کی اولاد میں محمد بن علی بن محمد بن حسن ہیں۔

حمزہ بن اسحاق اشرف کے جانشین

حمزہ بن اسحاق اشرف کی اولاد میں محمد اکبر ہیں جو صُدری سے مشہور ہیں اور وہ حسن صُدری کے پوتوں میں ہیں۔صُدار،مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اسی نسبت سے ان کو صُدری کہتے ہیں۔(معجم البلدان ج۳،ص۳۹۷)

محمد اکبر کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔ داؤد،(۳) ابراہیم اور عبداللہ (۴)

---

(۱) عطوانی کے دو بیٹے ہیں علی اور حسن۔علی کی اولاد مصر اور کوفہ میں ہیں۔حسن کی اولاد میں بعض لوگ نیشاپور میں ہیں۔(الشجرۃ المبارکۃ فی الانساب،ص۶۰)

(۲) ھنا: مصر کا ایک گاؤں ہے۔بہت سارے محدثین وفقہاء اور علماء ومحققین اس گاؤں کی طرف منسوب ہیں۔(معجم البلدان ج۲،ص۲۷۶)

(۳) داؤد بن محمد بن حمزہ بن اسحاق اشرف کے دو بیٹے ہیں۔اسماعیل واسحاق۔اسحاق اپنی قوم کے سردار وقائد تھے۔اسماعیل بن داؤد کی اولاد پانچ ہیں۔محمد ابوالحسن الوزوز (جسم کو حرکت دینے والا) ان کی کئی اولاد ہیں۔محمد ابوجعفر بطریق (جرنیل) ان کی اولاد مصر میں ہیں۔محمد ابوعبداللہ،ان کو میمون کہا جاتا ہے،ان کی بھی اولاد ہیں۔محمد ابوطالب،محمد ابوطاہر،ان کا لقب عتور (کاٹ کھانے والا جانور) ہے۔

اسحاق بن داؤد کی تین اولاد ہیں یحیٰ ابوالحسن الطبیب (قائد ونمائندہ) یہ مصر میں ہیں۔علی ابوتراب،ابوجعفر،یحیٰ نقیب کی اولاد میں سے محمد ابوجعفر بن علی بن حسین بن علی بن یحیٰ نقیب ہیں۔مصر کے قاضی ابوجعفر،اسی یحیٰ نقیب کی اولاد میں ہیں۔(کتاب الفخر للمروزی،ص۲۳)

(۴) عبداللہ بن محمد بن حمزہ بن اسحاق اشرف کے دولڑکے ہیں۔محمد الفافا،یہ شیراز میں ہیں۔اور احمد غزل،ان کو غزل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اپنے مقصود ومراد کی طلب وجستجو میں شدید سعی وکوشش کرتے تھے۔ان دونوں کی اولاد کم ہیں۔

عبداللہ کے لڑکے یہ ہیں احمد الغزل، محمد، علی، یحییٰ۔ احمد کا لقب غزل اس لئے پڑا کہ وہ جب کسی معاملے کا عزم وارادہ کرتے تو اس میں شدت وسختی کے ساتھ لگ جاتے تھے۔

محمد، فافا (۱) سے مشہور ہیں۔ ان کی اولاد میں شریف، اشرف، ابوالحسن محمد بن طاہر بن محمد بن جعفر بن یحییٰ بن محمد ہیں۔ یہ محمد عظیم وجلیل اور نامور محدث تھے۔ انہوں نے ابوبکر بن المقری سے حدیث روایت کی، اور ان سے ابوعلی حداد نے اپنی معجم شیوخ (۲) میں روایت کی ہے۔ اس بیان وباب کو میں نے معجم شیوخ ہی سے یہاں پر نقل کیا ہے۔

ابراہیم بن محمد (۳) کے تین لڑکے ہیں زیادۃ اللہ، مطہر، محمد۔

محمد، پر لفظ صح (۴) سے تنقید کی گئی ہے۔

---

(۱) فافا: اس شخص کو کہتے ہیں جس کے بولنے میں فاء بار بار ادا ہو اور اس کے کلام میں فاء کی کثرت ہو۔ یہ لفظ الفافاۃ سے مشتق وماخوذ ہے اس کے معنی ہیں زبان میں لکنت ہونا اور کلام میں فاء کا غلبہ ہونا۔ (تاج العروس ج ۱، ص ۳۴۱۔ عمدۃ الطالب، ص ۲۷)

محمد فافا نے فرمایا کہ وہ قاسم بن حسن صَدری کے بیٹے ہیں۔

(۲) ابوعلی الحداد حسن بن احمد بن حسین اصبہانی، بہترین قاری عمدہ تجوید والے اور سند حدیث بیان کرنے میں یکتائے روزگار، اپنی سند کی بلندی کے ساتھ وہ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ وسیع وکثیر روایت والے تھے۔ ابونعیم سے انہوں نے بکثرت حدیثیں روایت کیں۔ وہ نیک صالح پارسا اور ثقہ ومعتمد شخص تھے، ان پر اعتماد ووثوق تھا۔ ان کی تصانیف میں یہ کتابیں مشہور ومعروف ہیں۔ تاریخ اصبہان، معرفۃ الصحابۃ، علوم الحدیث، خلفاء الراشدین، جوامع الکلم۔ ۵۰۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (العبر فی خبر من غبر ج ۲، ص ۴۰۴۔ الاعلام للزرکلی ج ۲، ص ۱۸۱)

(۳) وہ ابراہیم بن محمد صَدری بن حمزہ بن اسحاق اشرف ہیں۔

(۴) لفظ "صح" سے طعن خفی کی طرف اشارہ ہے جو اس بات پر دلیل ہے کہ وہ نسب یا تو مستعار ہے یعنی اس سے لفظ سید کو عاریت میں لیا ہے یا اس سے لفظ سید کا استعارہ کیا ہے، یا موقوف ہے یعنی اس نسب کو قبول کیا گیا پھر اس کو رد کر دیا گیا۔ یا معلق ہے یعنی ایسے لوگوں کی طرف نسبت ہے جن میں بعض معروف ہیں اور بعض منکر، لہٰذا اس میں اختلاف ونزاع رہے گا۔

ابن فندمہ نے اسے اپنی کتاب "لباب الانساب والالقاب والاعقاب" کے ص ۱۱۶ پر ایسے رموز سے ذکر کیا ہے جن کی پہچان وشناخت نسب جاننے والے پر لازم وواجب ہے۔

داؤد بن حمزہ بن اسحاق اشرف کے جانشین

داؤد کے دو بیٹے ہیں۔ اسحاق اور اسماعیل۔ اسحاق کا ایک بیٹا ہے ابوالحسین یحیٰ، ان کی اولاد میں ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن یحیٰ ہیں۔ ابوجعفر مصر کے قاضی تھے۔

اسماعیل کی پانچ اولاد ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا نام محمد ہے مگر ان کی کنیتیں مختلف اور جداگانہ ہیں۔ ابوجعفر محمد النقیب البطریق، ان کی اولاد بیت المقدس اور مصر میں ہیں۔ ابوعبداللہ محمد، ابوطاہر محمد، ابوطالب محمد، ابوالحسن محمد۔ ان سب کی اولاد مصر میں ہیں۔

صالح بن محمد بن حمزہ بن اسحاق اشرف کے جانشین

نقیب دمشقی نے ذکر کیا ہے کہ صالح بن محمد ختم ہو گئے ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ابن طباطبا نے کہا ہے کہ یہ ان لوگوں میں ہیں جن کے نسب و حسب پر طعن کیا گیا ہے۔

حسن بن محمد بن حمزہ بن اسحاق اشرف کے جانشین

حسن صُدری کے بیٹے حسن بن حسن (۱) ہیں۔ حسن کے بیٹوں میں احمد، اسحاق، عبداللہ۔ داؤد، طاہر اور زید ہیں۔ احمد کی اولاد مصر میں ہیں۔ زید کے بیٹے ابومحمد الحسن ہیں جو وادی قریٰ (۲) والوں میں سے ہیں۔ ان کی ولادت ۲۵۱ھ میں اور وفات ۳۴۴ھ میں

(۱) وہ حسن بن حسن بن محمد بن حمزہ بن اسحاق اشرف ہیں۔ خلیفہ منصور نے ان کی اولاد کو قید کر دیا تھا۔ ان کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوئی۔ وہ بغداد آئے اور وہاں پر انہوں نے ابن رُماحسن (۱) سے حدیثیں روایت کیں۔ امام ذہبی نے اسے اپنی تاریخ (۲) میں بیان کیا ہے۔

ابو محمد الحسن کی اولاد میں ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن حسن ہیں جو حملات (۳) سے مشہور

(صفحۂ گزشتہ کا بقیہ حاشیہ)

عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی ۔ حسن وابراہیم ابنی حسن بن حسن۔ جعفر بن حسن بن حسن۔
سلیمان وعبداللہ ابنی داؤد بن حسن بن حسن۔ محمد، اسماعیل، اسحاق بنی ابراہیم بن حسن بن حسن۔
عباس بن حسن بن حسن بن علی۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن۔ علی بن حسن بن حسن بن علی۔ جو عابد وزاہد تھے۔ پھر خلیفہ منصور نے ان سب کو قید خانے میں زہر دے کر ہلاک کر دیا۔
(الکامل فی التاریخ ج ۵، ص ۱۰۳۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ج ۱۰، ص ۷۶)

(۲) وادی القریٰ، مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جو مدینہ کے زیر اثر ہے اس کے تحت کافی گاؤں آتے ہیں، اس کی طرف نسبت کرنے والا وادی کہلاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ۷ھ میں بذریعۂ جہاد فتح فرمایا، پھر وہاں کے لوگوں سے جزیہ دینے کی شرط پر مصالحت فرمائی۔ (معجم البلدان ج ۵، ص ۳۵۴)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا)

(۱) اصل نسخہ میں ابن رماحسن ہے، حالانکہ یہ تحریف وتبدیل ہے جبکہ درست اور صحیح ابن رماحس ہی ہے اور رماحسی کا را مضموم میم مفتوح حاء مکسور پھر آخر میں سین ہے، جو رُماحس کی طرف منسوب ہے اور وہ عبیداللہ بن رماحس قیسی رماحسی کے والد ہیں جو فلسطین کے شہر رملہ کے باشندے ہیں۔ امام ذہبی جو کہ امام طبرانی کے شیخ واستاذ ہیں رماحسی سے روایت کر کے فرماتے ہیں کہ میں کسی کو کمزور وکم علم نہیں سمجھتا اور نہ ہر ایک سے استدلال کرتا ہوں۔ (الانساب ج ۶، ص ۱۲۶۔ المغنی فی الضعفاء، ج ۲، ص ۴۱۵۔ تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲۵، ص ۲۹۷)

(۲) امام ذہبی کا اسم گرامی یہ ہے، محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی، شمس الدین، ابو عبداللہ، عظیم حافظ الحدیث، بے مثل مؤرخ، بلند پایہ علامہ، یکتائے روزگار محقق، ترکمانی الاصل، اہل میافارقین میں سے ایک عظیم شخص، ان کی ولادت ووفات دمشق میں ہوئی۔ ۶۷۳ھ میں ولادت ہوئی اور ۷۴۸ھ میں وفات ہوئی۔

امام ذہبی قاہرہ تشریف لے گئے اور بہت سارے شہروں کا سفر کیا پھر بصرہ کے اندر ۷۴۱ھ میں مقیم ہو گئے۔ ان کی تصانیف وتالیفات بڑی بڑی اور بکثرت ہیں ان کی تصانیف کی تعداد تقریباً ایک سو ہے۔ ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔ دول الاسلام، اس کے دو جزء ہیں، المشتبہ فی الاسماء والانساب، الکنی والالقاب والعقاب۔ (شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ج ۱، ص ۶۲۔ الاعلام للزرکلی ج ۵، ص ۳۲۶)

(۳) عمدۃ الطالب میں حملات کے بدلے میں جمالان ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زید بن حسن صدری کی اولاد میں ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن زید ہیں۔ ابو عبداللہ محمد جمالان سے مشہور ہیں۔ زید کا ایک لڑکا ہے جو بغداد میں ہے اور جمالان کے بیٹے حلہ میں ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ جمالان کے بیٹے محمد بن زید کی اولاد میں ہیں۔ جبکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کا نسب

ہیں اور مقام حلہ (۴) میں رہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے ابومحمد الحسن کی طرف اپنے نسب کا انتساب کیا ہے وہ خودساختہ اور اختراعی (۵) ہے واللہ اعلم

نیز ابومحمد الحسن کی اولاد میں سے ابوالبرکات طاہر بن الحسن بن احمد بن الحسن بھی ہیں۔

---

(۴) حلہ: کوفہ اور بغداد کے درمیان حلہ ایک بڑا شہر ہے، اس کا نام جامعین بھی تھا۔ (معجم البلدان ج ۲ ص ۲۹۴)

طاہر بن حسن بن حسن بن محمد بن حمزہ بن اسحاق اشرف کے جانشین

طاہر بن حسن بن حسن صَدری کی کنیت ابوالطیب ہے۔ان کے ایک بیٹے جعفر ہیں جو طبرستان(۱) کے قاضی ہیں ان کی کئی اولاد ہیں۔دوسرے بیٹے علی اور تیسرے حسین ہیں۔ان دونوں کی بھی اولاد ہیں جو بلادجبل (۲) میں پائی جاتی ہیں۔

داؤد بن حسن بن حسن بن محمد بن حمزہ بن اسحاق اشرف کے جانشین

داؤد بن حسن بن حسن کے دو بیٹے ہیں۔ایک حسین بن یحییٰ بن اسحاق بن داؤد ہیں۔ان کی اولاد وذریت موجود ہے،ان کی وفات مصر میں ہوئی۔

دوسرے بیٹے ابوالقاسم محمد بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن داؤد ہیں۔ان کی وفات بیت المقدس میں ہوئی۔ابوالحسن العمری (۳) نے کہا کہ ان کی اولاد پائی جاتی ہیں۔

---

(۱) طبرستان ، درحقیقت دو شہر ہیں جو کافی وسیع وعریض اور حسین وخوبصورت ہیں دونوں کا نام طبرستان ہے۔اس کے اطراف ونواحی اور خود اس کی آغوش سے اتنے علم وادب اور فقہ وفن والے نکلے جو بے شمار ولاتعداد ہیں۔اس شہر کے اطراف وجوانب میں پہاڑوں کی غالب اکثریت ہے،ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔(معجم البلدان ج ۴،ص ۱۳)

(۲) بلادجبل سے مقصود کئی شہروں کا مجموعہ ہے جو رے،ہمدان،اور طبرستان پر مشتمل ہیں۔واللہ اعلم

(۳) ان کا پورا نام یہ ہے۔عبدالرحمن بن احمد بن محمد بغدادی،جو قاضی ہیں،ابوالحسن العمری سے مشہور ہیں۔انہیں ابوعبداللہ البارع نے اجازت دی ہے۔انہوں نے ابن حصین اور ایک جماعت سے حدیثیں سماعت کی ہیں،حاکم وقت کے نائب رہے۔علم وفقہ،فضل وشرف،ریاست وسرداری اور خیر وصلاح میں بہت اچھے اور عمدہ خصلت وعادت کے حامل وامین تھے۔

حسن بن محمد بن حمزہ بن اسحاق اشرف کے دو بیٹوں یعنی عبداللہ بن حسن اور اسحاق بن حسن کے جانشین

عبداللہ بن حسن بن حسن کے ایک لڑکے ابوالحسن علی بن ابراہیم بن عبداللہ ہیں جن کا لقب اللطیم (۱) ہے۔(لطیم وہ لڑکا جس کے ماں باپ دونوں مرگئے ہوں)

اسحاق بن حسن بن حسن کی اولاد میں محمد ابوالہیجاء (۲) ہیں۔ان کی عمر کافی طویل ہوئی۔جب ان کی وفات ہوئی تو آل ابی طالب میں ان کی عمر سب سے زیادہ تھی یہ عمر میں سب سے بڑے ہوئے۔ان کی اولاد مصر میں ہیں۔

حسین بن یحیٰ بن اسحاق، ان کے بھائی کے بیٹے ہیں، ان کی وفات مصر میں ہوئی، ان کی ذریت واولاد بہت ہیں۔

محمد الرئیس الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی کے جانشین

ابوجعفر محمد الرئیس الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی، کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔ابراہیم الاعرابی، ابوالکرام عبداللہ، یحیٰ، ابراہیم اصغر، ادریس، عیسیٰ۔

---

(۱) عبداللہ بن حسن بن حسن، کی اولاد میں ابوالحسن علی بن ابراہیم بن عبداللہ ہیں، ان کا لقب لطیم ہے۔

(۲) عمدۃ الطالب کے ص ۲۴ پر یوں لکھا ہے، ابوالہیاج محمد ابوالہیجاء (لڑائی کرنے والا، برانگیختہ کرنے والا)

عیسیٰ بن محمد الرئیس الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی کے جانشین

عیسیٰ بن محمد کی اولاد میں محمد مطبقی ہیں، ان کو مطبقی اس سبب سے کہا گیا کہ بغداد کی جیل کے تہہ خانے میں بحالت قید و بند ان کی موت ہوئی تھی (۱) ان کی اولاد کو مطبقی سے پہچانا جاتا ہے۔ ان کی اولاد میں احمد، عباس، اور ابراہیم ہیں۔ ابراہیم بن محمد مطبقی کے دو بیٹے ہیں، علی اور جعفر (۲) جعفر کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔ ابوالحسن علی بن ابی اسحاق محمد بن جعفر۔ ابن طباطبا نے کہا کہ ان کی ایک بیٹی (۳) بغداد میں ہے۔

ابویعلی حمزہ بن حسین بن ابی اسحاق محمد بن جعفر۔

ابوطالب حسن بن احمد بن ابی محمد حسن بن ابی اسحاق محمد بن جعفر۔

ابوالفضل احمد بن حسین بن علی بن ابی الفضل عباس بن ابی اسحاق محمد بن جعفر۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ختم ہو گئے ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی، یہ احول یعنی بھینگا اور ناٹے قد کے تھے۔

ابوالعلا محمد الاعور بن زید بن ابی الحسن علی بن حسین بن جعفر۔ ان کا ایک لڑکا ہے۔

ابومحمد علی بن ابی احمد حمزہ بن جعفر۔ ان کی بقیہ اور بچی کھچی اولاد بغداد میں ہیں۔

علی بن ابراہیم بن محمد مطبقی کی اولاد میں علی ضریر بن ابی ہاشم عیسیٰ بن ابی الفضل محمد بن علی ہیں۔ ان کی اولاد کثیر ہیں۔

---

(۱) محمد مطبقی عیسیٰ بن محمد بن محمد بن علی زینبی کے بیٹے ہیں ان کی اولاد میں چار بیٹے ہیں عباس، احمد، ابراہیم، یحیٰ۔
عباس بصرہ کے امیر و حاکم تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا نام زید النار ہے۔
احمد کی اولاد قلیل و کم ہیں۔
ابراہیم کی اولاد میں کثرت ہے، ان میں سے بعض لوگ بغداد اور موصل میں ہیں۔
یحیٰ، کی اولاد بہت کم ہیں۔ ان کے بارے میں بعض لوگوں نے کلام کیا ہے۔ (الشجرۃ المبارکۃ فی الانساب ص ۶۰)

(۲) جعفر کا لقب مستجاب الدعوات تھا (عمدۃ الطالب ص ۶۷)

عباس بن محمد مطبقی ابوالسرایا(۱) کی طرف سے حکومت بصرہ کے حاکم ووالی ہوئے، ان کے ایک لڑکے ہیں جن کا نام محمد ہے۔محمد کی اولاد تین ہیں۔عباس، احمد اور علی۔

شیخ الشرف العبید لی نے محمد کی اولاد میں عباس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ابن طباطبا نے کہا ہے کہ عباس، ان سب کے سردار وقائد تھے اوران کی اولاد بکثرت ہوئی۔ان کی اولاد میں ایک احمد ہیں۔احمد کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔

ابو جعفر محمد، ابو علی محمد، ابوالحسین محمد۔یہ سب لوگ کوفہ میں ہیں۔

احمد بن محمد بن عباس بن محمد مطبقی کی اولاد میں ابوالعباس محمد بن حمزہ بن احمد ہیں۔وہ بغداد کے بہت بڑے فقیہ تھے اور وہ ابن میمونہ سے مشہور تھے۔

علی بن محمد بن عباس بن محمد مطبقی کی اولاد میں حمزہ بن احمد بن محمد بن علی ہیں۔

احمد بن محمد مطبقی کی اولاد کوفہ، بصرہ اور بغداد میں ہیں۔ان کی اولاد میں ایک حمزہ ہیں حمزہ کے دو بیٹے ہیں، احمد اور قاسم۔ان دونوں کی اولاد بہت اور بکثرت ہیں۔

---

(۱) ابوالسرایا کی بجائے اصل میں ابن السرایا ہے، ابن السرایا تحریف وترمیم شدہ ہے، درست اور صحیح ابوالسرایا ہے۔وہ سری بن منصور شیبانی ہیں، وہ انتہائی جری اور بہادر تھے خون کا بدلہ خون سے لینا جانتے تھے۔عصامیین کے امراء وحکام میں سے تھے، یزید بن مزید شیبانی سے آرمینیہ میں تیس شہسواروں کے ساتھ ملاقات کی تو انہوں نے ان کو لشکر کے قائدون اور سپہ سالاروں میں شامل کرلیا پھران کی شجاعت وبہادری کی شہرت ہوئی۔ابن طباطبا علوی نے محمد بن ابراہیم سے ملاقات کی جبکہ وہ بنوعباس پر خروج کر چکے تھے۔ابوالسرایا نے ان کی بیعت کی اوران کے لشکر کی قیادت سنبھالی۔پھر کوفہ پر غالب آگئے۔ابوالسرایا نے کوفہ میں درہم ڈھالا اوراس کو رواج دیا۔لشکر کو بصرہ اوراس کے اطراف واکناف میں پہنچایا اور بغداد کو اپنی تحویل میں لینے کی تدبیر وکوشش کی۔اپنے عمال وامراء کو یمن، حجاز، واسط اوراہواز بھیجا مگر عباسیوں کا لشکران پر غالب ہوگیا یہاں تک کہ حسن بن سہل نے ان کو قتل کر کے ان کے سر کو مامون کے پاس بھیجا اوران کے جسم بے سر کو بغداد کے پل پر لٹکا دیا۔یہ واقعہ ۲۰۰ھ کا ہے۔(الاعلام للزرکلی ج۳، ص ۸۲)

ادریس بن محمد الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی کے جانشین

ادریس بن محمد الجواد کی دس اولاد ہیں۔ جو بغداد اور حجاز میں ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ یہ ہیں۔

یوسف بن ادریس، علی بن ادریس، احمد بن ادریس۔ ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہیں۔

عباس بن ادریس کی اولاد میں سے عباس بن عبدالصمد بن حسن بن عباس ہیں۔ جو موصل میں نقیب تھے۔ (۱)

ابراہیم اصغر بن محمد الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی کے جانشین

ابراہیم اصغر بن محمد الجواد، کی اولاد میں سے عبداللہ بن جعفر بن ابراہیم (۲) ہیں، ان کی اولاد کو قرشیون کہا جاتا ہے اور وہ بغداد میں ہیں۔

---

(۱) ابن عنبہ نے عمدۃ الطالب کے ص ۳۵ پر ذکر کیا ہے کہ ان کا لقب قبیب ہے۔ شاید یہ لفظ تحریف وتبدیل ہوکر نقیب ہوگیا ہے۔ واللہ اعلم

(۲) ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل ج ۲، ص ۴۷۴ پر اس کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ عبداللہ بن جعفر نے علی بن عمر بن علی بن حسین سے روایت کی، اور زید بن حباب اور اسماعیل بن ابی ادریس نے ان سے روایت [illegible]

یحییٰ بن محمد الجواد کے جانشین

یحییٰ بن محمد الجواد(۱) کے سترہ بیٹے ہوئے ان میں سے بچے کھچے یہ تین ہیں۔ابراہیم، جعفر،عباس۔

عباس کا ایک بیٹا ہوا جس کا نام یحییٰ ہے،ان کی وفات ۲۸۷ھ کومصر میں ہوئی۔ان کے جانشینوں اوراولاد میں صرف ایک بیٹا ہے۔

ابوالکرام عبداللہ بن محمد الجواد کے جانشین

ابوالکرام عبداللہ بن محمد الجواد(۲) کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔

ابوالحسن الطیب داؤد،امیر ابوالکرام اصغر محمد،ابراہیم۔

ابراہیم کی اولاد بہت کم ہیں۔

---

(۱)اس یحییٰ سے مراد یحییٰ بن محمد بن علی زینبی ہیں،ان کی تین اولاد ہیں۔جعفر،عباس،ابراہیم۔
جعفر کی اولاد مصر میں ہیں اور بہت کم ہیں۔
عباس کی اولاد ہیں مگر ان کے بارے میں کلام ہے۔
ابراہیم کی بھی اولاد بہت قلیل ہیں۔(الشجرۃ المبارکۃ فی الانساب ص۶۰۔انساب الطالبین للفخری ص۲۲)
عمدۃ الطالب کے ص ۳۵ پر یہ تحریر ہے کہ اس یحییٰ سے مراد یحییٰ بن محمد الرئیس الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی ہیں۔لیکن مؤلف نے یہاں پر جس یحییٰ کا ذکر کیا ہے اس سے مراد یحییٰ بن محمد الرئیس الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی ہیں یہی درست وصواب ہے۔
(۲)عبداللہ ابوالکرام بن محمد الجواد بن محمد العالم بن علی زینبی کی تین اولاد ہیں۔داؤد ابوالحسن اور ابراہیم۔ابراہیم کی اولاد قلیل وکم ہیں۔بعض لوگ ان کی اولاد کو فدادین سے جانتے پہچانتے ہیں۔تیسرے لڑکے محمد ہیں ان کا لقب احمر العین یعنی سرخ آنکھوں والے ہے۔یہ مستعین باللہ کے زمانے میں مقام رے میں واقعہ میکال میں قتل کئے گئے۔ان کو ابوالکرام اصغر بھی کہا جاتا تھا۔عبداللہ کا ایک چوتھا لڑکا اور بھی ہے جس کا نام سلیمان ہے۔رے کے بعض لوگ ان کی طرف بویمہ کی نسبت کرتے ہیں۔بویمہ علاقہ رے کا ایک قریہ ہے۔(الشجرۃ المبارکۃ ص ۶۰)

ابوالکرام اصغر سرخ آنکھوں والے (۱) سے مشہور تھے۔ ان کی اولاد میں کثرت ہے اور یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے نفس زکیہ (۲) کا سر اٹھایا۔

ابوالحسن طیب، صاحب شرافت اور لائق تعریف تھے، انہوں نے امام مالک سے حدیث روایت کی، ان سے ابوحاتم نے روایت کی۔ اس بات کو ابن حبان نے کتاب الثقات (ج ۸، ص ۲۲۵) میں بیان کیا ہے۔ ان کے جانشین حجاز میں ہیں۔ نیز ان کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔ علی محدث، محمد، سلیمان۔ سلیمان کا ایک لڑکا ابوالقاسم زید ہے جو نیساپور (۳) میں ہے۔ محمد بن داؤد وہ ہیں جن کی طرف ایک ایسی جماعت نے نسبت کی ہے جس کی کوئی اصل اور ثبوت نہیں ہے۔

علی محدث کے ایک بیٹے ابوعبداللہ محمد ثائر (خون کا بدلہ خون سے لینے والے) ہیں جو قزوین و تستر (۴) میں ہیں۔ وہاں پر ان کی اولاد بکثرت ہیں۔ ان کی اولاد میں سے احمد بن حسین بن محمد ہیں جو قاضی سے مشہور ہیں۔ ان کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔

---

(۱) ابوالکرام اصغر، ابوجعفر منصور عباسی کے ساتھ رہتے تھے وہ محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم کے برعکس اور ضد تھے۔ محمد نفس زکیہ اور ابراہیم دونوں بیٹے ہیں عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے۔ جب نفس زکیہ کو قتل کیا گیا تو ابوالکرام اصغر نے ان کے سر کو اٹھایا تھا۔ اس سلسلے میں ایک شاعر نفس زکیہ کے مرثیے میں کہتا ہے:

جعفری نے تمہاری ہڈیاں اٹھائیں تو رب ذوالجلال کے نزدیک تمہارا رتبہ عظیم ہوگیا۔ (ترجمہ)

(۲) نفس زکیہ سے مراد یہ ہیں، محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی الہاشمی مدنی، محمد کا لقب نفس زکیہ تھا ترپن سال کی عمر میں ۱۴۵ھ کو قتل کئے گئے۔ انہوں نے خلیفہ منصور پر خروج کیا اور مدینے پر غالب ہوئے۔ اپنے عہد حکومت کا نام خلافت رکھا، پھر بعد میں قتل کئے گئے۔ وہ اصحاب حدیث میں ثقہ و معتمد تھے۔ ان سے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے اپنی سنن میں روایت کی ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۴۸۷)

(۳) نیساپور، ایک بڑا شہر ہے اس سے بڑے بڑے علماء و محققین اور نامور علم و فضل والے نکلے جیسے امام مسلم، جن کی صحیح مسلم مشہور عالم ہے۔ آج کل وہ شہر ایران میں ہے اور اس کو نیشاپور کہا جاتا ہے۔

(۴) تستر، خوزستان کا ایک بڑا شہر ہے اور وہ شوشتر کی تعریب ہے۔ اس کے معنی ہیں پاک و صاف، حسن وطیب اور لطیف [illegible] شہر تستر ایران [illegible] ہے۔ (معجم البلدان ج۲، ص۲۹)

حسین، مراغہ(۱) میں ہیں ۔ ابوجعفر عبداللہ ۔ فارس میں ہیں ۔ حمزہ، شاش(۲) میں ہیں ۔اور عبداللہ ہیں۔

عبداللہ کی اولاد قزوین میں ہیں، ان میں سے جن کا مجھے سراغ و پتہ ملا یہ ہیں۔

ابوعبداللہ حسین بن علی بن محمد بن عبداللہ۔

---

(۱)مراغہ، آذربائیجان کے شہروں میں سے ایک بڑا اور مشہور شہر ہے۔(معجم البلدان ج۵،ص۹۳)

(۲)شاش، شہر رے کا ایک بڑا گاؤں ہے آج کل وہ ایران میں ہے۔(معجم البلدان ج۳،ص۳۰۸)

ابراہیم اعرابی بن محمد الرئیس بن محمد العالم بن علی زینبی کے جانشین

ابراہیم اعرابی کے پندرہ بیٹے ہیں، ان میں سے تین (۱) لڑکے یہ ہیں۔ امیر جعفر سید، عبیداللہ، یحییٰ۔

یحییٰ بن ابراہیم اعرابی کی اولاد حجاز میں ہیں۔

نقیب دمشقی جعفری نے کہا کہ وہ لوگ آل ابی الہیجاء (۲) سے مشہور ہیں۔

عبیداللہ بن ابراہیم الاعرابی کے جانشین

عبیداللہ کے ایک بیٹے ابراہیم ہیں، ان کی اولاد کی تعداد کثیر ہے ان میں دو لڑکے یہ ہیں۔ علی اور حسین۔ حسین کے ایک لڑکے محمد ہیں محمد کی کئی اولاد ہیں۔

علی کی اولاد میں ابوالحسن عبداللہ بن محمد بن علی الرئیس دمشق میں ہیں۔ دمشق میں ان کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔ ابوالحسن قاسم اور ابوالفضل جعفر۔ قاسم کی اولاد میں میں ابوطالب المحسن بن حسین بن قاسم ہیں جو ہر دل عزیز قائد و نقیب اور قابل تعریف سردار تھے۔ اور ابن جعفری سے پہچانے جاتے تھے۔

اتفاق یہ کہ ایک دن حلب کے امیر صالح ابن الرقیلہ (۳) نے ابن جعفری کو مخاطب کیا

---

(۱) عمدۃ الطالب کے ص ۳۳ پر ہے کہ ابراہیم اعرابی کے دس لڑکے ہیں۔ جعفر سید، یحییٰ، ہاشم، محمد، عبدالرحمن، صالح، علی، قاسم، عبداللہ، عبیداللہ۔

(۲) دمشقی جعفری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یحییٰ کی اولاد آل ابی الہیاج سے مشہور ہیں۔ (عمدۃ الطالب ص ۵۰)

(۳) عمدۃ الطالب کے ص ۲۸ پر رقیلہ کی بجائے روقیلہ ہے۔ مگر میں نے جو لکھا ہے وہ درست ہے اس میں

اور گفتگو کی تو دوران گفتگو ان کو غصہ آ گیا، اس پر صالح امیر نے ان سے کہا اے خچر! تو شریف یعنی ابن جعفری نے کہا کہ خچر اپنی ماں سے پہچانا جاتا ہے اور میں ابن جعفری سے مشہور ہوں پھر صالح امیر نے ان کو بھڑ کا یا غضبناک بات کہی اور ان کی غلطی ظاہر کر دی تو ابن جعفری نے انہیں مزید کچھ جواب نہ دیا بلکہ خاموش ہو گئے اور بات ختم کر دی۔

ابوالفضل جعفر کی اولاد میں سے ابوالحسین عبیداللہ بن حسین بن جعفر ہیں۔ان کا ایک لڑکا ہے۔

جعفر سید بن ابراہیم اعرابی کے جانشین

امیر جعفر سید وقت کے نامور امام اور عظیم و جلیل محدث تھے، ان سے سعد بن سعید بن ابی سعید مقبری (۱) وغیرہ نے روایت کی ہے۔ان کی اولاد میں یہ حضرات ہیں۔حسن، محمد، عبداللہ، اسماعیل، داؤد، موسیٰ، ابراہیم، سلیمان، یوسف، ہارون، احمد، حسین، یعقوب۔

احمد، حسین اور یعقوب تینوں کی کوئی اولاد یادگار نہیں ہیں۔

یوسف بن جعفر سید بن ابراہیم اعرابی کے جانشین

یوسف بن جعفر سید کے چودہ بیٹے ہیں۔ان میں سے دو یہ ہیں ابوعلی محمد اور ابراہیم۔یہ دونوں عظیم و کبیر امیر تھے۔

---

(۱) سعد بن سعید بن ابی سعید مقبری کی کنیت ابوسہل ہے، ان پر قدریہ ہونے کی تہمت لگائی گئی۔یہ حدیث بیان کرنے میں انتہائی فصیح اور خوش کلام تھے، انہوں نے اپنے بھائی سے روایت کی اور میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی صدرالدین بن سعید سے حدیث روایت کی۔محدثین کے نزدیک عبداللہ بن سعید ضعیف الحدیث ہیں۔(الکاشف ج ۱،ص ۴۲۸۔الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۴،ص ۸۵)

ابو علی محمد کی اولاد میں کثرت ہے، ان کی اولاد یہ ہیں۔ امیر مدینہ اسحاق، جعفر، ابو علی محمد، یوسف، عبد الصمد، یحیٰ، عباس، صالح، حمزہ، ہارون، امیر یعقوب، امیر حماد، احمد شاعر، عبد اللہ، سلیمان، امیر حجاز ابو المظفر عبد الملک، ادریس۔

ادریس (۱) کی اولاد میں بنی جعفر کی سیادت، عزت و بزرگی، قوت و شجاعت، جرأت و بہادری اور کثرت تعداد بھی ہے۔ حجاز کے اعرابی زیادہ تر انہیں کی اولاد ہیں۔

سلیمان بن محمد (۲) کے ایک لڑکے محمد مفقود (۳) ہیں ان کے لڑکے اسحاق ہیں، ان

---

(۱) یہاں پر ادریس سے مراد، ادریس بن محمد بن یوسف بن جعفر سید ہیں۔

(۲) وہ، سلیمان بن محمد بن یوسف بن جعفر سید بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وادی قریٰ کے امیر سلیمان کی اولاد میں یہ لوگ ہیں، امیر خیبر محمد بن یعقوب امیر بن احمد بن اسحاق امیر بن احمد مفقود بن سلیمان امیر ہیں۔ وادی قریٰ کے امیر عبد اللہ بن ادریس بن اسحاق امیر بن احمد مفقود، کے کئی بھائی اور بیٹے ہیں۔ وادی قریٰ کے سب سے پہلے امیر دغفل بن مفرج امیر بن اسحاق امیر بن احمد مفقود ہیں۔ وادی قریٰ کے امیر عبد اللہ بن ادریس بن اسحاق امیر بن احمد مفقود کے پوتوں میں شریف شیخ احمد زلفی بن عقیل بن ناصر بن عباس بن علی بن عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ بن صالح بن عبد العزیز بن طالب بن امیر وادی قریٰ عبد اللہ بن ادریس بن اسحاق بن احمد مفقود بن سلیمان بن محمد بن یوسف امیر بن جعفر سید بن ابراہیم اعرابی بن محمد الرئیس بن علی زینبی بن عبد اللہ الجواد بن جعفر طیار بن ابی طالب ہیں۔

شریف شیخ احمد بن عقیل بن ناصر طیار نے تقریباً ۱۰۹۰ھ میں علاقۂ نجد کے زلفی نام کے مقام میں سکونت و رہائش اختیار کی، کیونکہ وہاں پر وہ عہد عثمانی میں حجازی بصری شریف کی محفل حجاج میں راز داری کا کام کرتے تھے۔ شریف احمد بن عقیل بن ناصر طیار زلفی مذکور کی کئی اولاد ہیں۔ ایک لڑکا یہ ہیں شریف علی بن احمد بن عقیل طیار، ان کی نسل سے طیار جعافرہ کی جو اولاد ہاشمی اور اشراف کہلاتی ہیں ان کی بہت ساری شاخیں اور قبیلے ہوئے جو متعدد شہروں میں رہتے ہیں۔

زلفی کا لقب مقام وجگہ کی نسبت سے ہے، زلفی شہر کی طرف منسوب ہے۔ یہ شہر، حجازی بصری شریف کے حج کا جو راستہ ہے اس کے قریب ہے۔ اس کی مزید معلومات واطلاع کے لئے یہ کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

شریف محمد اسعد بن ہاشم حسینی طیار جعفری علوی متوفی ۱۱۷۳ھ کی کتاب ''الاعیان الخیار فی اسلاف الرجال'' ص ۶۔۱۰۔

اسماعیل سلامات کی کتاب ''نسب اسرۃ آل الطیار الجعافرۃ الہاشمیین الاشرف فی الوطن العربی'' ص ۲۶۸ اور فخری کی کتاب ''انساب الطالبیین'' ص ۲۲۔

(۳) محمد مفقود کی بجائے احمد مفقود ہے جیسا کہ فخری کی انساب الطالبیین ص ۲۲ وغیرہ میں ہے۔ تمام کتب انساب میں محمد مفقود کا کوئی وجود ونشان نہیں ہے۔ واللہ اعلم

کے لڑکے احمد ہیں جو خیبر (۱) کے امیر ہوئے اور وہ تمام امراء خیبر کے جد اعلیٰ ہیں۔ اسحاق کے لڑکے حسن، مفرج، امیر خیبر علی اعرج، اور امیر ادریس ہیں۔ ادریس کی اولاد میں آج تک (۲) وادی قریٰ کی امارت وحکومت باقی ہے۔ مفرج کے لڑکے دغفل ہیں۔ امیر خیبر احمد کی اولاد میں محمد بن یعقوب بن احمد امیر خیبر ہیں۔ ان سب کی اولاد کا سلسلہ دراز ہے۔

---

(۱) خیبر وہ مقام ہے جس کا ذکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات میں موجود ہے، اس کا محل وقوع مدینہ منورہ سے شمال کی طرف ہے جب کوئی شام کی طرف جاتا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پورے علاقۂ خیبر کو ۷ھ یا ۸ھ میں فتح فرمایا۔ (معجم البلدان ج ۲، ص ۱۴)

(۲) یہ بات ابوالحسن عمری کے لئے ہے جیسا کہ اوپر گزرا ہے، مؤلف کے زمانے تک مراد نہیں ہے۔ (عمدۃ الطالب ص ۴۲)

اسحاق بن محمد بن یوسف بن جعفر سید کے جانشین

اسحاق بن محمد کی اولاد میں یہ ہیں۔ ابوالنعمان بشیر (۱) بن ابی بکر حامد بن سلیمان بن یوسف بن سلیمان بن عبداللہ بن حسن بن زید بن حسن بن اسحاق، یہ امام وقت اور عظیم وجلیل محدث تھے۔ تمام علوم وفنون اور معارف علمیہ میں مہارت ودسترس حاصل تھی۔ مدرسہ نظامیہ (۲) میں اعادۂ کلام (۳) کی ذمہ داری سنبھالی۔ مکہ مکرمہ میں حرم کے مشائخ میں سے تھے۔ ان سے شرف دمیاطی (۴) اور قطب قسطلانی (۵) نے روایت کی ہے۔

---

(۱) اصل میں بشیر کی بجائے حسین ہے شاید یہ نسخہ لکھنے والے کی تحریف وتبدیل ہے مگر درست وصواب یہ ہے کہ ان کا نام بشیر ہے جیسا کہ تراجم کی جن کتابوں پر میں مطلع وآگاہ ہوا ان سب میں بشیر ہی ہے۔ وہ مشہور ونامور عالم دین تھے، ۵۷۰ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۶۴۶ھ کو مکے میں ان کی وفات ہوئی۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۸ ص ۳۱۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲۳، ص ۲۵۵۔ طبقات المفسرین للسیوطی ج ۱، ص ۲۸۔ ذیل التقیید ج ۱، ص ۴۸۸۔ معجم المؤلفین ج ۱، ص ۴۲۸۔ الاعلام للزرکلی ج ۲، ص ۵۶)

(۲) مدرسہ نظامیہ بہت ہی مشہور ومعروف ہے جو بغداد میں بنایا گیا۔ یہ مدرسہ وزیر نظام الملک ابوعلی حسن بن علی بن اسحاق بن عباس طوسی کی طرف منسوب ہے کیونکہ اس کی بنیاد وزیر نظام الملک ابوعلی حسن ہی نے رکھی۔ اس کی تعمیر ۴۵۷ھ میں شروع ہوئی اور ۴۵۹ھ میں اس کی تکمیل ہوئی (المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار ج ۴، ص ۱۹۹)

(۳) یعنی شیخ کے بعد کلام کا اعادہ کرنا، دہرانا۔ جو شخص یہ کام کرتا ہے اس کو معیدی کہتے ہیں۔ معیدی وہ ہے جو علم کے درس میں یا مدرسہ میں آواز بلند کرے، تا کہ دوسرے لوگ اسے سن لیں خواہ املا میں ہو یا مدرس کا قول ہو یا مسجد میں خطیب کی آواز کو دہرائے یا مدرسہ میں ایسا کرے یعنی وہ کام کرے جو مکبر نماز میں کرتا ہے۔ اس کام کا قائم مقام آج کل لاؤڈ اسپیکر ہے۔

(۴) دمیاطی کا نام یہ ہے۔ عبدالمؤمن بن خلف الدمیاطی ابومحمد، شرف الدین، حافظ الحدیث تھے، شافعیہ کے اکابر میں سے تھے۔ دمیاط ہی میں ان کی ولادت ہوئی۔ کئی شہروں میں منتقل ہوئے، بہت سارے شہروں کا سفر کیا پھر قاہرہ میں اچانک ان کی وفات ہوگئی۔ امام ذہبی نے فرمایا کہ وہ شکل وصورت کے اعتبار سے، بہت حسین وملیح تھے، حسن اخلاق کے مالک تھے، فس کھ تھے، فصیح وبلیغ، علم لغت کے جاننے والے، عمدہ مدرس، عبارت خوانی میں ماہر وجید، کبیر النفس، کتابوں کے تصحیح کرنے والے، علمی مجالس ومذاکرے میں بہت مفید ونافع تھے۔ ۷۰۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کی تصانیف میں سے مشہور یہ کتابیں ہیں۔ ''معجم'' اس میں انہوں نے اپنے شیوخ واساتذہ کے نام شامل کئے ہیں۔ ''کشف المغطی فی تبیین الصلاۃ الوسطیٰ'' وغیرذالک (الاعلام للزرکلی ج ۴، ص ۱۶۹)

(۵) قطب قسطلانی سے مراد قطب الدین ابوبکر محمد بن احمد بن علی مصری ہیں۔ ۶۱۴ھ کو مصر میں ان کی ولادت ہوئی، فقہ وافتا میں مہارت ودسترس حاصل کی۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے علم وعمل دونوں کو جمع کیا۔ علم حدیث اور فن تصوف پر کتابیں تصنیف کیں۔ دارالحدیث کاملیہ کے شیخ ہوئے۔ ۶۸۶ھ میں وفات ہوئی۔ (حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر والقاہرہ۔

ابوعلی محمد بن محمد بن یوسف بن جعفر سید وہ ہیں جو حجاز کے تمام محمدی حضرات کے جداعلیٰ ہیں۔ان کے بیس لڑکے ہوئے۔سلیمان بن جعفر سید کے ایک بیٹے ہوئے جن کا نام محمد ہے۔ ان کی والدہ زینب بنت عیسیٰ مؤتم الاشبال (۱) (شیرنی کے بچوں کو یتیم کرنے والے) ہیں۔ ان کی کئی اولاد ہیں۔

ابراہیم بن جعفر سید کے جانشین

شیخ عربی نے فرمایا کہ ابراہیم بن جعفر سید کی اولاد بغداد میں ہیں۔ان میں سے ایک لڑکے جعفر ہیں۔ان کے دو لڑکے ہیں، موسیٰ اور ابراہیم۔ابراہیم کے دو لڑکے ہیں۔عبداللہ اور عباس۔عباس کی اولاد میں یہ لوگ ہیں، عقیل بن حمزہ بن جعفر بن عباس، یہ جرجان میں ہیں۔ابویعلی محمد بن حسن بن حمزہ بن جعفر بن عباس، ان کا لقب اطروش (۲) ہے اور وہ فرقۂ

(۱) عیسیٰ مؤتم الاشبال، ابوالحسن زید امام شہید کی اولاد میں ہیں۔ان کی اولاد میں تین بیٹے ہیں۔ایک حسین، جو معتبر عالم دین کامل فقیہ عظیم محدث، عابد وزاہد اور پارسا تھے۔۷۶ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔یہ بنی ہاشم کے ایسے شخص تھے جو زبان و بیان کے ماہر، خلیق و بامروت اور حسین و خوبرو تھے۔دوسرے بیٹے محمد ابوعبداللہ اور تیسرے عیسیٰ ابوعیسیٰ ہیں۔عیسیٰ امام وقت اور عالم مختفی (لوگوں سے علیحدہ اور مخفی جگہ میں رہنے والے) تھے۔ان کا لقب مؤتم الاشبال تھا۔ان کا ایک لڑکا اور ہے جو امام شہید یحییٰ سے مشہور ہے۔یہ مقام جوزجانان میں قتل ہوئے اور وہیں پر دفن ہوئے۔ان سے کوئی مذکر اولاد باقی نہ رہی۔
(الشجرۃ المبارکۃ فی الانساب الطالبیۃ ص ۳۶) مؤتم الاشبال لقب رکھنے کا سبب یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک شیرنی اپنے بچوں کے ساتھ نکلی اور راستے میں ان کے سامنے حائل ہوگئی تو انہوں نے شیرنی کو قتل کردیا، اس پر لوگوں نے کہا کہ آپ نے تو شیرنی کے بچوں کو یتیم کردیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں مؤتم الاشبال ہوں پھر ان کے ساتھی لوگ ان کو اسی لقب سے یاد کرنے لگے اور وہ مؤتم الاشبال سے مشہور ہوگئے۔(عمدۃ الطالب ص ۲۸۶)
(۲) اس سے مراد محمد بن حسین بن حمزہ ابویعلی جعفر ہیں جو فرقہ امامیہ کے فقیہ و مفتی ہیں۔۴۶۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔(المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ج ۱۶، ص ۱۳۷۔الکامل فی التاریخ ج ۸، ص ۲۲۷)

امامیہ(۱) کے فقیہ ومفتی ہیں۔ان کی کئی اولاد ہیں۔

موسیٰ بن جعفر بن ابراہیم کے جانشین

موسیٰ بن جعفر بن ابراہیم (۲) کی اولاد میں ابو ہاشم ابراہیم بن حمزہ بن احمد بن موسیٰ ہیں۔ان کی اولاد میں عبداللہ بن جعفر بن حمزہ بن ابی ہاشم ابراہیم ہیں جو امام وقت عظیم وجلیل محدث عابد وزاہد اور خطیب وواعظ ہیں قزوین میں رہتے ہیں۔ان کے بیٹے علی بن عبداللہ ہیں جو امام زمانہ اور زاہد وپارسا تھے قزوین میں ہیں۔ ان کے ایک بیٹے ابوالقاسم جعفر ہیں (۳)۔ابوالقاسم جعفر کی بھی اولاد ہیں

(۱) امامیہ: رافضی شیعوں کا ایک بڑا فرقہ ہے اور ان میں سب سے زیادہ مشہور فرقہ اثنی عشریہ ہے ان لوگوں نے امامت وخلافت کو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کی اولاد میں محدود ومنحصر کر دیا ہے۔امامت کی ترتیب ان کے نزدیک یوں ہے کہ سب سے پہلے منصب امامت پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فائز ہوئے، پھر ان کے بیٹے حضرت حسن وحسین ہوئے، پھر زین العابدین، پھر محمد باقر، پھر جعفر صادق، پھر موسیٰ کاظم، پھر علی رضا، پھر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بعد امامت کا معاملہ علی رضا کے بیٹے محمد تقی کو پہنچا، پھر علی ہادی،، پھر حسن عسکری، پھر محمد (بن حنفیہ) ان کے لئے کہا گیا کہ یہ اپنے والد کے گھر کے تہہ خانے میں گئے اور وہیں پر گم ہو گئے، ان کا لقب مہدی اور حجت رکھا ہے۔وہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ زندہ ہیں انہیں ابھی تک موت نہیں آئی ہے وہ لوگ ابھی ان کا انتظار کر رہے ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ وہ دوبارہ ظاہر ہوں گے، اسی انتظار میں وہ لوگ ٹھہرے ہیں۔اولاد علی میں یہ شخص بارہویں درجے میں ہیں اسی لئے ان شیعوں کے گروہ کا نام اثنی عشریہ پڑ گیا۔(سمط النجوم العوالی فی ابناء الاوائل والتوالی ج ۴، ص ۱۵۶)

(۲) موسیٰ بن جعفر بن ابراہیم جعفری کی اولاد میں احمد بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بن ابراہیم جعفری بھی ہیں جو ۳۰۰ھ کے بعد تجارت کی غرض سے قزوین آئے اور وہیں پر مقیم ہو گئے۔ (التدوین فی اخبار قزوین ج ۲، ص ۱۳۶۔غنیۃ الملتمس ایضاح الملتبس ص ۲۹۳۔الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۸، ص ۱۳۹۔الشجرۃ المبارکۃ فی الانساب الطالبیۃ ص ۴۴)

(۳) ابوالقاسم جعفر کی اولاد میں علی بن احمد بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بن ابراہیم بن جعفر سید بھی ہیں۔ابوالقاسم بن ابی طاہر جعفری یا ان کے بھائی ابوالحسن محمد کو قزوین کی ریاست وسرداری ملی جو قزوین کے ہر گروہ اور قبیلے کو شامل تھی

موسیٰ بن جعفر سید کے جانشین

موسیٰ بن جعفر سید ایک قبیلہ ہیں، ان کی اولاد میں علی اور حسین ہیں۔ حسین کی اولاد مصر میں ہیں۔ حسن کی اولاد مغربی ممالک اور مدینہ منورہ میں ہیں۔ ان کی اولاد میں سے علی بن یوسف بن حسن بھی ہیں جو قیروان میں ہیں۔

داؤد بن جعفر سید کے جانشین

داؤد بن جعفر سید کے دولڑکے ہیں، محمد حبشی اور عبداللہ۔ عبداللہ کی اولاد میں دولڑکے ہیں۔ ایک محمد بن علی بن احمد بن محمد بن عبداللہ جو نیشاپور کے بہت بڑے عالم وفاضل ہوئے۔

دوسرے لڑکے فضل بن حسن بن علی بن احمد بن محمد بن عبداللہ ہیں۔ ان کی اولاد حجاز میں ہیں۔

محمد حبشی کی اولاد میں سے ابوطالب محمد بن ابراہیم بن محمد حبشی ہیں، جو بغداد میں تھے۔

اسماعیل بن جعفر سید کے جانشین

اسماعیل بن جعفر سید(۱) کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔

---

(۱) اسماعیل بن جعفر سید سے ایک حدیث امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کی اور فرمایا ان کا ایک بیٹا ہے جسے محمد حجازی کہا جاتا ہے۔ [illegible]

عیسیٰ شعرانی، محمد اصغر، محمد شعرانی، ابراہیم مقتول (۱)

عیسیٰ شعرانی کی اولاد ہمذان (۲) مصر اور وادی القریٰ میں ہیں۔

محمد اصغر کے لئے ابن طباطبا نے فرمایا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ ختم ہو گئے ان کا کوئی جانشین نہ ہوا۔

محمد شعرانی، اکبر سے مشہور ہیں۔ وہ امام عظیم اور بے مثل محدث تھے۔

حافظ سخاوی نے الاستجلاب الغرف میں ان کا ذکر کیا اور ان کی تعریف و تحسین کی ہے اور

---

(۱) ابراہیم مقتول سے مراد ابراہیم مقتول بن ابی علی اسماعیل ہیں۔
ابوعلی اسماعیل کے دو بیٹے ہیں۔ ابراہیم مقتول اور عبداللہ، عبداللہ کی اولاد استرآباد میں ہیں۔
ابراہیم مقتول کی کئی اولاد ہیں، ان میں سے تین یہ ہیں۔ اسماعیل، حسین، اور ابوالحسن علی۔
حسین کے دو بیٹے ہیں ابوالحسن علی، بغداد میں مشہور پہلوان تھے۔
ابوالغنائم کے قول کے مطابق بغداد میں ابوالحسن علی کی اولاد ہیں۔
اسماعیل بن ابراہیم مقتول کے کئی بیٹے ہیں۔
ابراہیم بن اسماعیل، ان کی کئی اولاد ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔
محمد اکبر، طبرستان میں ان کے خاندان کی شاخیں بڑی طویل ہیں۔
ابوعلی اسماعیل کی کئی اولاد ہیں۔ زید بن اسماعیل کا ایک لڑکا ہے۔
ابوالحسن علی اصغر، جورے کے سردار و نقیب ہوئے اور وہ اصفہان میں مقیم ہوئے۔ ان کی اولاد آمل و جربران میں ہیں۔ محمد اکبر اور علی اصغر کی والدہ اشرفیہ حسینیہ ہیں۔

(الفخری فی انساب الطالبیین ص ۹)

(۲) ہمذان: ایک وسیع و عریض بڑا شہر ہے جو بصرہ کی جانب واقع ہے۔ اس کی آبادی بہت زیادہ ہے لوگ اس کو عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو ۲۳ھ یا ۲۴ھ میں فتح کیا تھا۔

(معجم البلدان ج ۵ ص ۴۱۰۔ البلدان للیعقوبی ص ۸۲)

فرمایا کہ ان کا سلسلہ نسب (۱) جاری ہے اور یہ کہ میں نے ان کا ذکر حدیث مسلسل میں دیکھا جس کے لئے ہر راوی کہتا ہے انه لحق ان شاء الله تعالیٰ (۲) بلاشبہ وہ حق ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان کی اولاد سات ہیں۔

---

(۱) ان کا نسب نامہ یہ ہے محمد بن اسماعیل بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب جعفری۔ اہل مدینہ میں سے ہیں، انہوں نے دراوردی، حاتم بن اسماعیل، عبداللہ بن سلمہ مزنی، موسیٰ بن جعفر، اسحاق بن جعفر اور سفیان بن حمزہ سے حدیثیں روایت کی ہیں اور ان سے ابوزرعہ نے روایت کی ہے۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے ان کے بارے میں اپنے والد ماجد سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ منکر الحدیث ہیں محدثین نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ (الانساب للسمعانی ج ۲، ص ۶۷۔ التحفۃ اللطیفۃ للسخاوی ج ۲، ص ۱۲۷)

امام بخاری نے فرمایا محمد شعرانی ہاشمی ہیں اور اپنے چچا موسیٰ بن جعفر، اسحاق بن جعفر اور سفیان بن حمزہ سے حدیثیں سنی ہیں۔ (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۱، ص ۳۷)

محمد شعرانی کی اولاد بکثرت ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔ ابوالمؤید اسماعیل بن حسین بن محمد بن علی بن محمد شعرانی مذکور۔ ابوالمؤید اسماعیل کی اولاد مشہد اور مرو میں ہیں۔ (الشجرۃ المبارکۃ ص ۲۹)

(۲) حدیث مسلسل وہ ہے جو ابوسعید مقبری سے مروی ہے اس کا ہر راوی کہتا ہے واللہ انه لحق ان شاء الله حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے روایت کیا اور کہا انه لحق ان شاء الله ۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے جس شخص نے بھی حضور کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی میں نے اس سے کہا کہ قسم کھا کر کہو کہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے، مگر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو روایت کیا تو ان کو یہ کہنے کی مجھے جرأت و ہمت نہ ہوئی کیونکہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کذب کا انتساب نہیں کر سکتے۔ حضرت ابوبکر نے مجھ سے حدیث بیان کی قسم خدا کی ابوبکر نے سچ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندۂ مؤمن اپنے گناہوں کو یاد کرتا پھر اسی وقت اٹھ کر اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ ابوبکر نے فرمایا

والله انه لحق مثل ماانتم تنطقون

قسم خدا کی بلاشبہ وہ حق ہے جیسا تم لوگ بولتے ہو۔

ابن الطیب نے کہا کہ بعض لوگوں نے اس سند کو ضعیف قرار دیا اور بہت سارے لوگوں نے اس کی تحسین کی ہے لیکن متن کے حسن و صحت کی صراحت کی ہے۔ اور ابوداؤد نے اسے حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کیا۔ اسی کے مثل احمد، ابن حبان، اصحاب سنن، ابوالحسن خلعی اور ابو دلؤ دطیالسی وغیرہم سے مروی ہے۔ (العجالۃ فی الاحادیث المسلسلۃ ص ۱۹)

ابراہیم مقتول کے جانشین

ابراہیم مقتول کی اولاد میں موسیٰ، داؤد، یعقوب، جعفر اور اسحاق ہیں۔
اسحاق کی اولاد میں داؤد بن ابراہیم بن اسحاق ہیں۔ ان کا لقب برغوث ہے۔ یہ مصر کے سردار تھے اپنی ذمہ داری نبھانے میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان کی کئی اولاد ہیں۔
جعفر بن ابراہیم کی اولاد میں یہ لوگ ہیں، امیر ابو علاق (۱) احمد بن امیر علم الدین، عبداللہ بن حسن بن ثعلب بن عبداللہ بن محمد بن سلیمان بن موسیٰ بن ابراہیم بن اسماعیل بن جعفر۔ ابو علاق مصر کے امیروں میں سے ایک عمدہ اور باصلاحیت امیر تھے۔ اسے مقریزی (۲) نے بیان کیا ہے۔ ان کی بھی اولاد ہیں۔ داؤد بن ابراہیم بن اسماعیل بن جعفر سید کے لڑکے قاسم بن یعقوب ہیں، یہ ایک قبیلے میں آباد ہیں۔
دلؤد بن ابراہیم بن اسماعیل بن جعفر سید کے لئے نقیب دمشقی جعفری نے فرمایا کہ ان کی اولاد مصر میں پائی گئیں مگر وہ سب لوگ ختم ہو گئے ان میں سے کوئی فرد باقی نہ رہا۔ موسیٰ بن ابراہیم بن اسماعیل بن جعفر سید کی اولاد بے شمار اور بکثرت ہیں۔ ان میں سے تین یہ ہیں داؤد، یعقوب، جعفر۔ جعفر بن موسیٰ بن ابراہیم بن اسماعیل بن جعفر سید کے یہ دو لڑکے ہیں۔ محمد، حسان ابو جمیل۔ محمد کی اولاد میں شکر بن عبداللہ بن محمد ہیں۔ ان کی بقیہ اور بچی کھچی اولاد ابھی تک شہر صعید میں ہیں۔

---

(۱) اصل میں علاق کی بجائے عملاق ہے، یہ درحقیقت تحریف وتبدیل ہے۔ صحیح اور ثابت علاق ہے جیسا کہ مقریزی کی کتاب میں ہے۔ ابو علاق کو امیر جمال الدولہ نے ببرس میں قتل کیا۔ ابو علاق ایسے قبیلے سے تھے جس کو بنو دلؤد کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسی دلؤد کی اولاد دلؤد بن یوسف بن جعفر بن ابراہیم کی طرف منسوب ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ دلؤد بن جعفر بن ابراہیم کی طرف منسوب ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان کا انتساب دلؤد بن محمد بن جعفر بن ابراہیم کی طرف ہے۔
(البیان والاعراب عما بارض مصر من الاعراب، للمقریزی ص ۲۵)
(۲) اصل میں مقریزی کی بجائے عزیزی ہے حالانکہ یہ تحریف وتبدیل ہے مقریزی ہی درست ہے۔ (البیان والاعراب عما بارض

حسان بن ابی جمیل بن موسیٰ بن ابراہیم بن اسماعیل بن جعفر سید کے جانشین

کہا جاتا ہے کہ حسان ابو جمیل کا نام دحیہ ہے اور وہ شہر صعید میں جمایلہ کے جد اعلیٰ ہیں۔ جمایلہ میں بہت کثرت ہے۔ان میں سے اکثر اسنا (۱) اور قِنا (۲) میں ہیں۔اور ان میں سے بہت کم لوگ وہ ہیں جو اسیوط (۳) میں ہیں۔ میں نے فِرشوط (۴) اور اَسیوط میں ان کی جماعت کثیرہ دیکھی ہے۔ان میں سے ایک سید عبدالرحیم ہیں جو ابھی شہر قِنا میں سادات اشراف کے نقیب وسردار ہیں۔اور ان کی غالب اکثریت کا نسب محفوظ نہیں ہے البتہ ان لوگوں کی معرفت وشناخت جمایلہ سے ہوتی ہے۔

ابو جمیل حسان بن جعفر بن موسیٰ بن ابراہیم بن اسماعیل بن جعفر سید کی اولاد میں سے امیر حصن الدولۃ فخر عرب ابوالنور ثعلب بن یعقوب بن مسلم بن یعقوب بن حسان (۵) ہیں۔ ان کی پانچ اولاد ہیں اور سب کے سب امیر وحاکم ہیں، وہ یہ ہیں۔عزالعرب فارس، حسام عبدالملک، علی، قطب الدین حسام، فخر الدین ابوالفداء اسماعیل۔

---

(۱) اِسنا، ایک شہر ہے جو شہر صعید کے اطراف میں ہے، اس کے بعد صرف ادفو، اسوان پھر بلاد نوبت ہیں۔ یہ سب شہر ساحل نیل کی مغربی جانب واقع ہیں۔(معجم البلدان ج۱، ص۱۸۹)

(۲) قِنا، شہر صعید کے قریب کا ایک پاکیزہ وپر بہار شہر ہے، اس کے اور قوص کے درمیان ایک دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ بعض لوگوں نے بسا اوقات قِنا کی بجائے اقنا لکھا ہے۔وہاں کے ضلع کی نسبت اسی شہر کی طرف ہے۔(معجم البلدان ج۴، ص ۳۹۹)

(۳) اسیوط، ساحل نیل کے مغرب میں ایک شہر ہے جو مصر کے شہر صعید کے علاقے میں ہے اور وہ شہر خوب عمدہ وحسین اور بڑا ہے۔(معجم البلدان ج۱، ص۱۹۴)

(۴) فِرشوط، دریائے نیل کے مغربی کنارے پر ایک بڑا قریہ ہے جو شہر صعید کے اطراف میں ہے۔(معجم البلدان ج۴، ص۲۵۳)

(۵) ثعلب بن یعقوب بن مسلم بن یعقوب بن ابی جمیل بن جعفر بن موسیٰ بن ابراہیم بن اسماعیل بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر، انہیں سے جعافرہ کا خاندان اور قبیلہ آباد ہے۔ یہ لوگ دیار مصریہ میں رہتے ہیں۔(معجم قبائل العرب

فخر الدین ابوالفدا اسماعیل سلطنت بنی ایوب میں مصر کے امیروں میں سے ایک تھے جنہوں نے ۵۹۲ھ میں مصر کے حاجیوں کی امارت سنبھالی اور وہ مدرسہ شریفیہ (۱) کے بانی وناظم ہیں جو مصر میں محلہ جودریہ کے سرے پر واقع ہے۔ مدرسہ ۶۱۲ھ میں مکمل ہوا اور ۶۱۳ھ کو مصر میں ان کی وفات ہوئی۔ ان سب کی اولاد ہیں۔ انہیں مقریزی وغیرہ نے ذکر کیا۔

(المواعظ والاعتبار للمقریزی ج ۳، ص ۱۲۲۔ البیان والاعراب للمقریزی ص ۸۔ المشجر، الکشاف ص ۲۳۳)

یعقوب بن موسیٰ بن ابراہیم بن اسماعیل بن جعفر سید کی اولاد یہ ہیں۔

علی شاعر، ان سے ایک قبیلہ آباد ہے۔ ابوالقاسم، ان سے بھی ایک قبیلہ آباد ہے۔ یہ جید عالم دین اور عظیم شاعر تھے۔ ابوعبداللہ محمد، ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہیں

داؤد بن موسیٰ بن ابراہیم بن اسماعیل بن جعفر سید، یہ اوسط سے مشہور ہیں۔ ان کے بیٹے یہ ہیں، ابوالقاسم سلیمان، محمد اصغر، احمد۔ محمد کی اولاد مصر، بغداد اور بصرہ میں ہیں۔

اولاد سلیمان کی تعداد نیشاپور، بیہق (۲) ترمذ (۳) اور مرو (۴) میں کثیر ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں، ابوالرضا ہادی بن مہدی بن حسن بن زید بن حسین بن علی بن حسین بن سلیمان۔ اولاد سلیمان میں ابوالرضا ہادی ہی پہلے شخص ہیں جو بیہق میں منتقل ہوئے۔ بیہق میں ان کی کئی اولاد ہیں۔

---

(۱) مدرسہ شریفیہ، یہ مدرسہ مصر کے شہر قاہرہ میں کرکامہ پھاٹک کے پاس محلہ جودریہ کے سرے پر واقع ہے۔ اسے امیر کبیر شریف فخر الدین ابونصر اسماعیل بن حصن الدولہ فخر عرب ثعلب بن یعقوب جعفری زینبی طیار نے وقف کیا، جو سلطنت ایوبیہ میں مصر کے امراء میں سے ایک تھے۔ اس مدرسے کی تعمیر ۶۱۲ھ میں مکمل ہوئی اور یہ فقہاء شافعیہ کے مدارس میں سے ہے۔

(المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار ج ۴، ص ۲۱۶)

(۲) بیہق، نیشاپور کے اطراف میں ایک بڑا علاقہ اور ایسا وسیع وعریض ضلع ہے جس میں کافی شہر اور عمارتیں آباد ہیں۔ بلاشبہ بیہق سے بے شمار علماء وفضلاء اور فقہاء وادباء نکلے۔ اس کے باوجود وہاں کی غالب اکثریت غالی رافضیوں کی ہے۔ (معجم البلدان ج ۱، ص ۵۳۷)

(۳) ترمذ، خراسان کے بڑے شہروں میں سے ایک مشہور شہر ہے جو نہر جیحون سے متصل مشرقی جانب واقع ہے۔ امام ترمذی محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الحافظ، ترمذ ہی کی آغوش سے پرورش پا کر نکلے۔ (معجم البلدان ج ۲، ص ۲۶۔ الروض المعطار فی خبر الاقطار ص ۱۳۲)

(۴) [illegible]

عبداللہ بن جعفر سید کے جانشین

عبداللہ بن جعفر سید کو قرشی اور خلصی کہا جاتا ہے، ان سے ایک قبیلہ آباد ہے۔ ان کی بعض اولاد یہ ہیں ۔ اسحاق، جعفر، محمد، حمزہ، علی، احمد، علی عاشق زار شاعر تھے۔ اور متنبی سے مشہور ومعروف تھے ان کے بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

جب میرے لئے یہ ظاہر وعیاں ہوگیا کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے ہو، پھر بھی اس کی خواہش میرے دل سے جدا نہ ہوگی ۔ میری آرزو وتمنا ہے کہ تم میرے سوا کسی اور سے بھی محبت کرو، تا کہ تم خواہش کا کڑوا پن چکھ لو اور وہ میرے لئے تریاق ہوجائے ۔ (۱)

علی شاعر کی اولاد کثیر اور ان کی شاخیں طویل ہیں اور وہ مکہ مکرمہ ومصر میں ہیں ۔ ان کی اولاد میں سے حمزہ مکفوف بن عبداللہ بن علی ہیں جو مصر میں ہیں ۔ ان کی کئی اولاد ہیں۔

محمد بن عبداللہ (۲) کی اولاد میں سے قاسم، عبداللہ، محمد بنو جعفر بن محمد ہیں ۔ ان کی اولاد مصر میں ہیں ۔ جعفر بن عبداللہ (۳) کی اولاد میں ابوالہیجاء علی بن داؤد بن جعفر ہیں۔

اسحاق بن عبداللہ (۴) کی اولاد میں سے ابوالحدید حسن بن محمد بن قاسم بن محمد بن اسحاق بن عبداللہ ہیں، جو شہر موصل کے سردار ووالی ہوئے۔

---

(۱) ابن رشیق قیروانی وغیرہ نے ان اشعار کو بیان کیا ہے اور ان کی نسبت علی بن عبداللہ کی طرف کی ہے اور ان اشعار کو شعر کے حسین ونرم ہونے کی مثال میں پیش کیا جاتا ہے ۔ بقیہ اشعار یہ ہیں (ان کا ترجمہ یہ ہے).
جو ہوا وہ کم ہوا لہٰذا وہ ایسے ہرن کی محبت میں گرفتار ہے جس کی آنکھیں سرمہ آلود ہیں، اس کو تکلیف واذیت دی یہاں تک کہ اس کا دل پگھلنے لگا اور اسے خواہش وذلت کی لذت سے آشنا کیا، میں نے اس سے کہا کہ یہ تکلیف اس خواہش کے بدلے میں ہے تو وہ حیا سے جھک گئی اور کہا کہ جو میرا عیب ڈھونڈے گا وہ مصائب میں مبتلا ہوجائے گا ۔ بسا اوقات تمہارے مجھ سے رک جانے اور تمہارے مجھے طلب کرنے نے مجھے خوش کردیا ۔ اس بات سے بچتے ہوئے کہ میں اپنی الجھنوں کی کنجی ہو جاؤں، جب میں تنہا ہوتا ہوں تو سراپا تمنا اور التجا ہوجاتا ہوں ۔ (العمدۃ فی محاسن الشعر وآدابہ ج ۲، ص ۱۲۵ ۔ صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء ج ۲، ص ۳۳۰ ۔ الدلائل فی غریب الحدیث للسرقسطی ج ۱، ص ۲۴۴)

(۲) محمد بن عبداللہ بن جعفر سید بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۳) جعفر بن عبداللہ بن جعفر سید بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۴) اسحاق بن عبداللہ بن جعفر سید بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

محمد بن جعفر سید کے جانشین

محمد بن جعفر سید کے ایک لڑکے داؤد ہیں، داؤد کے لڑکے یہ ہیں۔ عبداللہ، محمد، احمد، ابراہیم، ہارون، سلیمان، جعفر(۱)

عبداللہ کے لڑکے یہ ہیں۔ ادریس، سلیمان، صالح عیسیٰ، اسحاق، یحیٰ، موسیٰ، یوسف، احمد، ابراہیم۔

موسیٰ(۲) کی اولاد میں حجاف بن احمد بن موسیٰ ہیں جو بنی حجاف کے جد اعلیٰ ہیں۔

ابراہیم(۳) کی اولاد میں محمد اعمیٰ بن یعقوب بن ابراہیم ہیں، جو بنی عجرہ کے جد اعلیٰ ہیں۔

احمد(۴) کی اولاد میں ابوالرجال احمد بن ابراہیم بن احمد ہیں۔

یوسف(۵) کی اولاد میں عیسیٰ، ابراہیم، اسماعیل، یعقوب، محمد، اسحاق، عبداللہ ہیں۔

ادریس(۶) کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔ عقیل، ابراہیم، محمد، عبدالعزیز، یعقوب، احمد، اسماعیل، عبدالواحد، سلیمان، اسحاق، ابوالدنیا، ابوسعید، مشفع۔

شیخ الشرف العبید لی نے فرمایا کہ بنی داؤد کی کثرت ہے اور جو لوگ بچے ہیں وہ سب اچھے اور عمدہ اخلاق والے ہیں۔ (عمدۃ الطالب ص ۲۴)

(۱) جعفر کی اولاد میں سے ایک بنو صبرہ بن جعفر مذکور ہیں۔ ان سے شہر صعید کا ایک قبیلہ آباد ہے۔ (المواعظ والاعتبار للمقریزی ج ۲، ص ۳۴۱)

(۲) موسیٰ بن عبداللہ بن داؤد بن محمد بن جعفر سید۔

(۳) ابراہیم بن عبداللہ بن داؤد بن محمد بن جعفر سید۔

(۴) احمد بن عبداللہ بن داؤد بن محمد بن جعفر سید۔

(۵) یوسف بن عبداللہ بن داؤد بن محمد بن جعفر سید۔

(۶) ادریس بن عبداللہ بن داؤد بن محمد بن جعفر سید۔

حسن بن جعفر سید کے جانشین

حسن بن جعفر سید کی اولاد میں سرور بن رافع بن حسن ہیں۔ ان کے دو لڑکے ہیں سلطان اور علی۔

علی بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر سید کے جانشین

(یہاں پر اصل سے کچھ ساقط ہو گیا ہے)

علی کے بیٹوں میں ایک بیٹے عبدالواحد ہیں۔ عبدالواحد کے دو بیٹے ہیں۔ ابراہیم اور عبدالغنی (۱)۔ عبدالغنی، یہی عبدالغنی نابلسی ہیں جو امام وقت، حافظ الحدیث، مشہور زمانہ، صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ بعد میں نابلس سے اصبہان (۲) منتقل ہو گئے تھے۔ امام ذہبی (۳) کی تاریخ اسلام میں عبدالغنی نابلسی کی حیات و خدمات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔

---

(۱) عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر۔ حافظ امام، محدث الاسلام، تقی الدین ابومحمد مقدسی، جماعیلی ثم دمشقی صالحی حنبلی۔ تصانیف کثیرہ کے مصنف و مؤلف، قوت حافظہ اور یقین و اعتماد میں بھرپور تھے۔ فنون حدیث کو ذمہ داری سے جمع کیا، بکثرت عبادت و ریاضت کرتے ، زہد و تقویٰ اور ورع کے مالک تھے، اسلاف و اکابر کے قانون پر چلنے والے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے، اللہ کے بارے میں کبھی کسی نے ان کی ملامت نہیں کی، ۶۰۰ھ میں مصر کے اندر ان کی وفات ہوئی۔ (طبقات الحفاظ للسیوطی ص ۴۸۸)

(۲) اصبہان، ایک جلیل و مبارک شہر ہے، امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اسے ۲۳ھ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بذریعہ جہاد فتح کیا تھا۔ فارس کا بادشاہ انوشیرواں اسی شہر اصبہان میں پیدا ہوا تھا۔ (آکام المرجان فی ذکر المدائن المشہورۃ فی کل مکان ص ۶۶)

(۳) امام ذہبی نے عبدالغنی نابلسی کے سراپا کے بارے میں فرمایا کہ وہ خوب گورے سفید نہیں بلکہ ان کا رنگ گندمی کی طرف مائل تھا، چہرہ حسین، منہ کی بناوٹ عمدہ و خوبصورت، داڑھی گنجان، پیشانی کشادہ، قد و قامت مکمل، حسن اخلاق کے پیکر، چہرہ ایسا درخشاں گویا کہ نور نکل رہا ہے۔ آخر عمر میں بکثرت رونے اور ہمہ وقت لکھنے پڑھنے سے بصارت کچھ کمزور ضعیف ہو گئی تھی۔

ان کی ولادت ۵۴۱ھ کو جماعیل (۱) میں ہوئی جو نابلس کا ایک گاؤں ہے اور ۶۰۰ھ میں مصر کے اندران کی وفات ہوئی۔ قرافہ (۲) میں ابوعمرو بن مرزوق (۳) کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ان کے مزار پرانوار کے پاس دعائیں شرف قبول پاتی ہیں۔ (۴) ابراہیم کے ایک بیٹے ابوبکر محمد (۵) ہیں۔

---

(۱) جماعیل، نابلس کے پہاڑی علاقے کا ایک گاؤں ہے جو سرزمین فلسطین میں واقع ہے۔ (معجم البلدان ج۲،ص۱۵۶)

(۲) قرافہ، معافر کی ایک وادی کا نام ہے، قرافہ کے نام سے ایک شخص نے اس وادی میں قیام کیا تھا اسی کے نام سے اس وادی کا نام قرافہ پڑ گیا، وہاں پر عمدہ عمارات، وسیع وفراخ محلات وقصور، دائمی بازار، مشائخ وصالحین کے مزارات، بعض اکابر جیسے ابن طولون اور ماذرائی کی قبریں ہیں۔ وہیں پر حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار پرانوار ہے جو زیارت گاہ خلائق ہے۔ (معجم البلدان ج۴، ص۳۱۷)

(۳) ابوعمرو بن مرزوق باہلی، بصرہ کے رہنے والے ہیں، حافظ الحدیث ہیں، ابن معین نے ان سے روایت کر کے فرمایا کہ وہ ثقہ عادل تھے، جرح وتعدیل سے محفوظ تھے، ان کی اخیر عمر میں امام بخاری نے ان کی صحبت اختیار کی، ۲۲۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (العبر فی خبر من غبر ج۱،ص۳۰۹)

(۴) زیارت اقدس اس سبب سے جائز ومشروع ہوئی تا کہ لوگ موت سے نصیحت وعبرت حاصل کریں جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ موت سے بڑھ کر نصیحت کی کوئی چیز نہیں ہے۔

(۵) محمد بن ابراہیم بن عبدالواحد بن علی بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر اسماعیلی ثم صالحی، ابوبکر مقدسی سے مشہور ہیں، حافظ عبدالغنی نابلسی کے برادرزادہ ہیں، العمدہ کے مصنف ہیں، مذہب ومسلک کے اعتبار سے حنبلی ہیں ۶۱۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ شکل وصورت اور ہیأت وحالت کے اعتبار سے اچھے حسین وجمیل، چہرہ روشن ودرخشان، بڑھاپے کی نورانیت سے منور تھے، انہیں اصول وفروع کی معرفت کاملہ تھی حسن سلوک اور صلہ رحمی کرتے، عبادت گزار تواضع وانکساری کرنے والے اور ہر ایک کے ساتھ محبت سے پیش آنے والے تھے۔ (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والاسانید ج۱،ص۳۷۶۔ رفع الاصر عن قضاء مصر ص۱۵۰)

سلطان بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر سید کے جانشین

سلطان بن سرور کے ایک بیٹے جمال ابوالفرج نعمت ہیں۔ ان کے دو بیٹے ہیں فخر الدین ابوالمنعم اور سعد۔ سعد کے ایک بیٹے یوسف ہیں۔ یوسف کے ایک بیٹے ابوعمر محمد ہیں۔ یہ وادی قریٰ سے سیوط کو جاتے ہوئے اپنے خاندان کے ساتھ شام میں قیام کیا، پھر ۵۰۰ھ کے اوائل میں مصر آ گئے۔ قریۂ جعفریہ (۱) کی نسبت انہیں لوگوں کی طرف ہے۔ ابوعمر محمد کے ایک بیٹے عبداللہ ہیں۔ عبداللہ کے بیٹے یوسف (۲) اور محمد ہیں۔ محمد (۳) کی اولاد میں امام محدث ناصر الدین محمد بن محمد بن محمد بن حسن بن محمد بن عبداللہ ہیں۔ ۷۹۳ھ میں ان کی ولادت جعفریہ میں ہوئی۔ انہوں نے ولی الدین عراقی (۴)

---

(۱) جعفریہ، اس کو جعفریہ دبش کہا جاتا ہے یہ مصر کے مغربی ضلع کا ایک قریہ ہے۔ نیز ایک جعفریہ، جعفریہ باذنجانیہ سے بھی مشہور ہے وہ بھی مصر کا ایک قریہ ہے مگر وہ جزیرہ قوسنیا کے ضلع میں لگتا ہے۔ (معجم البلدان ج۲، ص۱۴۳)

(۲) یوسف سے مراد یہ ہیں، تقی الدین ابوعبداللہ یوسف بن عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر مقدسی نابلسی حنبلی، جو فقیہ کامل اور محدث عظیم ہیں، ابوعبداللہ یوسف، اچھے راستے پر تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گزاری۔ ۱۰/ذیقعدہ ۶۳۹ھ کو شہر نابلس میں وفات ہوئی۔ (شذرات الذہب ج۵، ص۲۰۱)

(۳) محمد سے مراد محمد بن عبداللہ بن محمد بن یوسف بن سعد بن نعمۃ ہیں۔

(۴) ولی عراقی سے مراد، احمد بن عبدالرحیم بن حسین کردی، ابوزرعہ ولی الدین، ابن العراقی ہیں۔ جو مصری ممالک کے قاضی ہیں۔ ۷۶۲ھ میں ان کی ولادت اور ۸۲۶ھ کو ان کی وفات قاہرہ میں ہوئی۔ ان کے والد گرامی حافظ عراقی انہیں دمشق لے گئے وہیں پر انہوں نے تعلیم و تربیت حاصل کی اور مصر واپس آئے، پھر مصر کے اندر ان کی شوکت علمیہ بلند ہوئی یہاں تک کہ وہ ۸۲۴ھ میں وہاں کے منصب قضا پر فائز و متمکن ہوئے، ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔ البیان والتوضیح لمن اخرج لہ فی الصحیح وقد مس بضرب من التجریح، فضل الخیل، الاطراف باوہام الاطراف، انہیں نظم و نثر دونوں میں یکساں مہارت و دسترس حاصل تھی وہ نثر کی مانند نظم بھی لکھا کرتے تھے۔ (الاعلام للزرکلی ج۱، ص۱۴۸)

اور حافظ ابن حجر (۱) سے حدیثیں سماعت کیں۔

اسی طرح مراغی (۲) سے بھی مدینے میں حدیث سنی۔ ۸۸۷ھ کو مصر میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے چار بھائی اور کئی اولاد ہیں، اسے امام سخاوی نے الضوء اللامع (۳) میں ان کے سوانح میں لکھا ہے۔

---

(۱) احمد بن علی بن محمد الکنانی العسقلانی، ابن حجر، ابوالفضل، مختلف علوم وفنون اور حدیث وتاریخ کے امام مانے جاتے ہیں، ان کی اصل فلسطین کے عسقلان سے ہے۔ ان کی ولادت ۷۷۳ھ میں اور وفات ۸۵۲ھ کو قاہرہ میں ہوئی۔ زبان وبیان میں بے پناہ فصاحت ونظافت تھی، شعر کی روایت کرتے تھے۔ متقدمین ومتاخرین کے احوال وآثار اور ان کے ایام واخبار کو خوب پہچانتے، کافی حسین وخوبرو اور ہنس مکھ تھے، کئی مرتبہ مصر کے قاضی ہوئے اور معزول ہوئے۔ ان کی تصانیف بکثرت اور عظیم وجلیل ہیں۔ ان کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، لسان المیزان، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ ان کے تلمیذ رشید امام سخاوی نے ان کی حیات وخدمات پر ایک ضخیم وجامع کتاب لکھی ہے اس کا نام "الجواہر والدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر" ہے۔ (الاعلام للزرکلی ج۱،ص۱۷۹)

(۲) مراغی، ابوبکر بن حسین بن عمر، زین الدین، ان کی کنیت ابومحمد ہے، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبداللہ ہے مگر ابوبکر قرشی عثمی اموی عثمانی مصری شافعی مراغی سے مشہور ومعروف ہیں، وہ عظیم وباکمال مؤرخ تھے علم تاریخ پر انہیں عبور حاصل تھا۔ قاہرہ میں ان کی ولادت ہوئی، وہیں پر تعلیم وتربیت حاصل کی اور شہرتوں کے آسمان پر پہنچے، پھر قاہرہ سے مدینہ منورہ چلے گئے تقریباً پچاس سال مدینہ میں رہے بلکہ مدینہ کو وطن بنالیا تھا۔ ۸۰۹ھ میں مدینہ منورہ کے قاضی ہوئے اور منصب خطابت وامامت پر فائز متمکن ہوئے پھر ڈیڑھ سال کے بعد معزول ہوگئے، اس کے بعد مکہ مکرمہ میں دوسال اقامت کی۔ ۸۱۶ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ان کی کئی تصانیف یادگار ہیں۔ تاریخ مدینہ پر ان کی ایک مشہور زمانہ کتاب یہ ہے "تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الہجرۃ" ۷۶۶ھ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ روائح الزہر کے نام سے ایک اور کتاب ہے اس کا اختصار "الزہر الباسم" کے نام سے پیش کیا ہے۔ (الاعلام للزرکلی ج۲،ص۶۳)

(۳) الضوء اللامع (ج۹،ص۲۱۱) اس کتاب میں امام محدث محمد ناصر الدین کے بھائی محمد تقی الدین ابی الوفاء (ج۹،ص۲۱۲) احمد بن ابی الوفاء محمد تقی الدین (ج۲،ص۱۹۰) اور محمد ابی الیسر بن ابی الوفاء محمد تقی الدین (ج۹،ص۲۷۶) کے بھی حالات زندگی موجود ومرقوم ہیں۔

عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن علی بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر سید کے جانشین

عبدالمنعم کے ایک بیٹے شرف الدین عبدالرحمٰن (۱) جو علم و فن کے امام، عظیم و جلیل محدث اور بے مثل شاعر ہیں، نابلس میں رہتے ہیں۔ ان کے تین (۲) بیٹے ہیں شمس الدین عثمان، فخر الدین (۳) علی (۴) شہاب الدین احمد (۵)

شہاب الدین کی وفات ۶۹۷ھ میں ہوئی۔ ان کے ایک بیٹے ہیں ان کا نام عبدالرحمٰن ہے۔

---

(۱) شرف الدین عبدالرحمٰن بن عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر مقدسی نابلسی حنبلی، جو وقت کے فقیہ و مفتی اور قابل قدر محدث تھے۔ یوم عاشوراء ۵۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ بیت المقدس میں ابو عبداللہ بن البناء سے حدیثیں سماعت کیں اور نابلس کے محدث اعظم رہے۔ شریف عز الدین نے فرمایا کہ علم و فن میں انہیں کافی وسعت و دسترس حاصل تھی اور علمی فضل و کمال سے مزین و آراستہ تھے۔ ذی قعدہ ۶۵۶ھ کو نابلس میں وفات پائی۔ (شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ج ۷، ص ۴۸۱)

(۲) اصل میں تین کی بجائے دو بیٹوں کا ذکر ہے پھر بعد میں تین مذکور ہیں شاید یہ کاتب کی غلطی یا سہو ہے۔ واللہ اعلم

(۳) اصل میں فخر الدین ابوالحسن کا لفظ مکرر ہے شاید یہ کاتب کی غلطی سے مکرر ہوا ہے کیونکہ شمس الدین عثمان کے بعد ان کے بھائی فخر الدین علی کا ذکر ہے۔ لہٰذا یہاں پر مکرر کو ساقط کر دیا گیا ہے۔

(۴) فخر الدین ابوالحسن علی بن عبدالرحمٰن بن عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر مقدسی حنبلی نابلسی، جو فقیہ بے بدل شیخ صالح اور عالم کبیر تھے، ان کے اندر تواضع و انکساری زیادہ تھی، لوگوں سے حسن سلوک کرتے۔ نابلس میں چالیس سال کے طویل عرصے تک مفتی کی حیثیت سے مقیم رہے۔ امام ذہبی نے فرمایا کہ مذہب کے عارف کامل، نیک و صالح، متقی و پرہیزگار اور ثقہ تھے۔ ۷۰۲ھ میں وفات پائی اور قاسیون کے دامن میں اپنی تیار کردہ تربت میں دفن ہوئے۔ (شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ج ۸، ص ۱۱)

(۵) احمد بن عبدالرحمٰن بن عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن سرور مقدسی حنبلی نابلسی، (شہاب الدین ابوالعباس) بہت بڑے فقیہ و مفتی اور علم تعبیر کے بے بدل عالم تھے۔ ۶۲۸ھ میں ولادت ہوئی اور ۶۹۷ھ کو دمشق میں وفات ہوئی۔ بہت سارے محدثین سے حدیثیں سماعت کیں اور خود بھی حدیثیں روایت کیں۔ ان کی تالیفات میں سے ایک مشہور تالیف یہ ہے "البدر المنیر فی علم التعبیر"۔ (العبر فی خبر من غبر ج ۳، ص ۳۸۹۔ معجم المؤلفین، ج ۱۲، ص ۲۶۶)

علی(۱) کی وفات ۷۰۲ھ کو نابلس میں ہوئی، انہوں نے ابن جمیزی (۲) امام بخاری اور ابن رواج (۳) سے حدیثیں سماعت کیں۔

عثمان (۴) ولی کامل اور صاحب کرامات بزرگ ہوئے۔اپنی حیات ظاہری اور بعد وفات بھی ان سے کرامتوں کا ظہور وصدور ہوا، نابلس میں ان کی وفات ہوئی، علم وفضل اور ولایت وبزرگی میں ان کا مقام ورتبہ مشہور ہے، ان کی قبر کے پاس دعائیں قبولیت سے سرفراز ہوتی ہیں۔ان کے ایک لڑکے اشرف ابو حاتم عبدالقادر بن عثمان ہیں جو امام یگانہ اور محدث زمانہ تھے۔ان کے لڑکے امام شیخ الاسلام شمس الدین محمد ہیں جو جنت (۵) سے مشہور ہیں، تصانیف کثیرہ کے مصنف ہیں۔

---

(۱) علی بن عبدالرحمن بن عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن سرور۔

(۲) اصل میں یہ جمیری کی بجائے حمزی ہے، مگر صحیح اور درست جمیزی ہے کیونکہ الدرر الکامنہ ج ۴، ص ۶۹ پر ان کے حالات زندگی میں ابن جمیزی لکھا ہے۔وہ علامہ بہاء الدین ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ بن سلامہ بن مسلم لخمی شافعی مصری ہیں۔جو بہترین مدرس اور عمدہ وشیریں بیاں خطیب تھے۔ان کے والد گرامی ان کو مصر سے باہر لے گئے۔انہوں نے دمشق میں ابن عساکر سے حدیثیں سماعت کیں، اسکندریہ میں سلفی سے حدیث سنی، اپنے زمانے میں علم وفضل میں منفرد اور یکتائے روزگار ہوئے، ان کے پاس طلبہ کا ہجوم ہوگیا، انہوں نے درس وتدریس اور افتاء کے فرائض انجام دیئے۔مصری ممالک میں علمی رعب وکمال کی ان پر انتہا ہوگئی، وہ بے نظیر ولاثانی ہوئے۔ان کی وفات ۶۴۹ھ میں ہوئی۔(العبر فی خبر من غبر ج ۳، ص ۲۳۶۔النجوم الزاہرج ۷، ص ۲۳۔الاعلام للزرکلی ج ۵، ص ۳۰)

(۳) ابن رواج سے مراد محدث رشید الدین ابو محمد عبدالوہاب بن ظافر بن علی بن فتوح، اسکندرانی مالکی ہیں۔وہ متدین وپارسا فقیہ کامل اور منکسر المزاج تھے۔۵۵۴ھ میں ولادت اور ۶۴۸ھ میں وفات ہوئی۔(العبر فی خبر من غبر ج ۳، ص ۲۷۱۔شذرات الذہب ج ۱۱، ص ۳۵۲)

(۴) عثمان بن عبدالرحمن بن عبدالمنعم بن نعمۃ۔

(۵) محمد بن عبدالقادر بن عثمان بن عبدالرحمن بن عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن سرور جعفری حنبلی نابلسی، جنت سے مشہور ہوئے (شمس الدین، ابو عبداللہ) ان کا لقب جنت اس سبب سے پڑا کہ انہیں بکثرت علوم وفنون پر مہارت ودسترس حاصل تھی۔کیونکہ جنت وہ ہے جس میں خواہشات نفسانی کی تکمیل ہوتی ہے۔تقریباً ۷۲۰ھ کو ان کی ولادت نابلس میں ہوئی۔ابن قیم جوزی کی صحبت ورفاقت حاصل کی اور ان سے علم فقہ کا حصول کیا۔آخر عمر میں ان کی عقل چلی گئی تھی۔۷۹۷ھ کو نابلس ہی میں ان کی وفات ہوئی۔ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔مختصر طبقات الحنابلہ، تصحیح الخلاف المطلق فی المقنع۔(معجم المؤلفین ج ۱۰، ص ۱۸۱۔الاعلام للزرکلی ج ۶، ص ۲۱۱)

ان کی والدہ مریم (۱) بنت عبدالرحمن بن احمد بن عبدالرحمن بن عبدالمنعم مذکور ہیں۔ان کے لڑکے امام شرف الدین عبدالقادر (۲) ہیں۔انہوں نے ابن عقیل سے حدیثیں سماعت کیں اور ابن عقیل (۳) نے ان کو اجازت حدیث اور سند حدیث سے سرفراز فرمایا۔اسے حافظ سخاوی نے ان کے حالات زندگی کے انمول گوشوں میں بیان کیا ہے۔ان کی اولاد میں سے قاضی القضاۃ بدرالدین احمد ہیں۔(۴) ۷۹۱ھ کو نابلس میں ان کی ولادت ہوئی انہوں نے اپنے دادا سے حدیثیں سماعت کیں۔۸۸۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

---

(۱) مریم بنت عبدالرحمن بن احمد بن عبدالرحمن بن عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن سرور بن رافع بن حسن جعفر نابلسیہ، یہ قاضیہ کہلاتی تھیں، ۶۹۲ھ میں ان کی پیدائش ہوئی، انہوں نے ابوالفضل ابن عساکر سے حدیثیں سماعت کیں اور خود بھی احادیث کی روایت کی۔۷۵۸ھ کو نابلس میں ان کی وفات ہوئی۔یہ مریم شمس الدین بن عبدالقادر کی والدہ ماجدہ ہیں۔(الدرر الکامنہ ج۶،ص۱۰۷)

(۲) عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر بن عثمان جعفری۔

(۳) ابن عقیل، یعنی عبداللہ بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن محمد قرشی ہاشمی، بہاء الدین ابن عقیل، علم نحو کے امام اعظم ہیں، عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔ان کی ولادت ووفات قاہرہ میں ہوئی۔ وفات غالباً ۷۶۹ھ میں ہوئی۔ابن حبان نے فرمایا کہ روئے زمین میں ابن عقیل سے بڑا نحوی کوئی نہیں ہے۔

قدوقامت کے اعتبار سے خوب تندرست وتوانا اور شکل وصورت کے اعتبار سے مہیب تھے، لوگوں کے ہجوم وازدحام میں بھی بلندو بالا دکھائی دیتے، ان کی مجلس میں آنے جانے والوں کا سلسلہ لگا رہتا، لوگوں کے ہجوم و بھیڑ سے ان کی مجلس کبھی خالی نہ ہوئی۔وہ کریم وجواد اور اپنے تلامذہ پر بہت زیادہ خرچ کرتے تھے، ان کی زبان میں کچھ ہکلا پن تھا۔ایک مختصر مدت تک دیار مصریہ کے قاضی رہے اور منصب قضا کو زینت بخشی۔(الاعلام للزرکلی ج۴،ص۹۶)

(۴) وہ محمد بن عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر بن عثمان بن عبدالرحمن بن عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن سرور بن جعفری مقدسی حنبلی نابلسی ہیں۔۷۹۱ھ کو نابلس میں ان کی ولادت ہوئی، وہیں پر ان کی نشو ونما اور پرورش ہوئی، اپنے شہر کے منصب قضا پر ایک زمانے تک فائز و متمکن رہے، پھر ایک محدود وقت کے لئے بیت المقدس کی قضاءت بھی ان کے سپرد ہوئی تھی۔۸۸۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(الضوء اللامع لاہل القرن التاسع ج۸،ص۶۹)

قاضی القضاۃ بدرالدین ابوعبداللہ محمد کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔ الزین عبدالباسط (۱) قاضی القضاۃ کمال الدین محمد (۲) قاضی القضاۃ برہان الدین ابراہیم (۳) اور ایک لڑکی ست الملوک ہیں۔ ست الملوک سے شیخ صالح خلیل بن علی حمادی نے نکاح کیا ان سے ایک لڑکا محمد (۴) اور ایک لڑکی زین المشائخ ہوئی۔ ان سے مسلم بن یوسف حمادی نے نکاح کیا تو زین المشائخ کے بطن سے دو لڑکے عبدالقادر اور یوسف ہوئے

محمد بن ست الملوک کے کئی لڑکے اور کئی لڑکیاں ہیں۔

عبدالقادر بن زین المشائخ (۵) کی کئی اولاد ہیں قدیم خلیل، محمد، عیسیٰ، زین المشائخ اور خولہ۔

قاضی القضاۃ کمال الدین محمد (۶) قاہرہ آئے اور عز کنانی حنبلی (۷) سے علم و فن کی تحصیل کی۔ نابلس اور بیت المقدس کے قاضی مقرر ہوئے۔ ۸۸۹ھ کو اسکندریہ میں وفات ہوئی۔ حافظ سخاوی نے ان کی سوانح زندگی میں اسے بیان کیا ہے۔

---

(۱) عبدالباسط بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر جعفری نابلسی، امام سخاوی نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے مجھ سے بصرہ میں حدیثیں سماعت کیں اور وہ ایک بہترین گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ (الضوء اللامع ج ۴، ص ۲۹)

(۲) محمد بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر جعفری نابلسی۔ (الضوء اللامع ج ۹، ص ۱۱۱)

(۳) ابراہیم بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر جعفری۔ (الضوء اللامع ج ۱، ص ۱۵۰)

(۴) ابومسلم محمد بن محمد بن خلیل بن علی بن عیسیٰ بن احمد حمادی دمشقی قادری شافعی، ۹۱۱ھ میں ولادت ہوئی۔ عوام و خواص کے نزدیک قابل تعظیم و تکریم تھے خصوصاً دمشق کے حکام ان کا بے پناہ ادب و احترام کرتے تھے۔ ۹۴۹ھ میں وفات پائی اور دمشق کے باب الشاغور میں دفن ہوئے۔ (شذرات الذہب ج ۱۰، ص ۶۳۹)

(۵) ست الملوک اور زین المشائخ دونوں شریف زادیوں کی ذریت و اولاد کو ماؤں کی طرف سے شرف نسب حاصل ہے باپوں کی طرف سے نہیں، ان کی اولاد کا ذکر امام زبیدی نے استطراداً کیا ہے اگرچہ ان کا ذکر کتاب کے اصل موضوع سے متعلق نہیں ہے۔

(۶) محمد بن محمد عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر جعفری نابلسی۔ (الضوء اللامع ج ۹، ص ۱۱۱)

(۷) عز کنانی حنبلی سے مراد، عبدالعزیز بن علی بن ابی العز بکری تیمی قرشی بغدادی ثم مقدسی ہیں۔ یہ قاضی اور فقیہ تھے بغداد میں پیدا ہوئے ۷۹۵ھ میں دمشق آئے اور وہیں رہنے لگے پھر ایک طویل زمانے تک بیت المقدس میں سکونت و رہائش اختیار کی اور حنابلہ کی طرف سے قاضی مقرر ہوئے۔ پھر ۸۱۲ھ کو بغداد واپس آئے، تین سال تک بغداد کے قاضی رہے پھر معزول ہو کر قاہرہ چلے گئے ۸۳۸ھ تک مسلسل قاہرہ کے قاضی رہے پھر معزول ہو کر دمشق پلٹ آئے، اسی لئے ان کو قاضی اقالیم کہا جاتا ہے۔ ۷۶۸ھ میں ولادت ہوئی اور ۸۴۶ھ میں وفات ہوئی۔ ان کی مشہور تصانیف میں یہ دو کتابیں ہیں۔

۱:- عمدۃ الناسک فی معرفۃ المناسک

۲:- [illegible]

قاضی القضاۃ کمال الدین محمد کے دو بیٹے ہیں۔
ایک بہاء الدین ابو سعد احمد، انہوں نے حافظ سخاوی (۱) سے حدیثیں سنی ہیں۔
دوسرے بیٹے عزالدین ہیں۔ ان دونوں بیٹوں کے علاوہ کئی لڑکیاں بھی ہیں۔
محمد کے تین بیٹے ہیں۔ سید محمد، سید بدرالدین، سید کمال الدین
قاضی القضاۃ برہان الدین ابراہیم (۲) نابلس و بیت المقدس اور غزہ (۳) کے قاضی مقرر رہوئے۔ ان کی چار اولاد ہیں۔
عمدۃ العلماء قاضی القضاۃ محبّ الدین محمد، شریف جمال الدین محمد، فخر الخطباء والمصنفین نجم یوسف، محبّ ابوالفضل ابراہیم۔ (الضوء اللامع ج ۱، ص ۷)
ابوالفضل ابراہیم نے حافظ سخاوی سے بخاری شریف کا درس لیا اور ۸۸۸ھ میں بیت المقدس لوٹ آئے۔
محبّ محمد کی اولاد میں امام علامہ شمس الدین ابی عبداللہ محمد ہیں، اور ان کی اولاد دو بڑی اور بلند و بالا شاخوں میں بٹ گئی ہیں۔

---

(۱) محمد بن محمد بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر جعفری۔ (الضوء اللامع ج ۹، ص ۲۲۸)
(۲) ابراہیم بن محمد بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر جعفری (الضوء اللامع ج ۱، ص ۱۵۰)
(۳) غزہ، مصر کے اطراف اور حدود شام میں ایک شہر ہے اور وہ آج کل فلسطین کے علاقے میں عسقلان سے مغرب کی طرف واقع ہے۔ اسی غزہ شہر میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندانی جد اعلیٰ ہاشم بن عبد مناف کی موت ہوئی، وہیں پر ان کی قبر ہے اسی سبب سے اس شہر کو غزۂ ہاشم کہا جاتا ہے۔ وہیں پر حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی پھر وہ بچپنے ہی میں مکہ مکرمہ منتقل ہوگئے اور وہیں کے ہوکر رہ گئے۔ (معجم البلدان ج ۴، ص ۲۰۲)

خیرالدین ابوالخیر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر جعفری کے جانشین

الفرع الاول (پہلی شاخ)

سید شریف خیرالدین ابوالخیر (۱) کے تین بیٹے ہیں۔ شہاب الدین احمد، سید نجم الدین، سید شریف محمد۔ نجم الدین کی اولاد میں لڑکے نہیں صرف لڑکیاں ہیں۔

محمد کے ایک لڑکے بدرالدین اور ایک لڑکی شریفہ حسناء ہیں۔ یہ شیخ علی التواہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ اس نسبت شریفہ میں جتنے لوگ ہوئے ان میں سے صرف شیخ علی التواہ ہی باقی ہیں ان کے علاوہ سب لوگ ختم ہو گئے۔

بدرالدین (۲) کے دو لڑکے ہیں محمد اور ابراہیم۔ ابراہیم کی اولاد میں دو شریف وصالح اور نیک و پارسا شہزادے احمد وصالح ہیں جو ابراہیم بن بدرالدین کے بیٹے ہیں۔

احمد وصالح کے ایک تیسرے بھائی اور ہیں ان کا نام سید بدرالدین ہے۔ ان کی اولاد میں صرف لڑکیاں ہیں۔ سید احمد (۳) کا ایک لڑکا ہے اس کا نام سید ابراہیم ہے۔ سید صالح (۴) کے چار لڑکے ہیں۔ سید محمود، سید مصطفےٰ، سید علی، سید احمد۔

امام زبیدی فرماتے ہیں کہ ان میں سے سید محمود نے اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ مل کر مجھ سے حدیث مسلسل بالاولیۃ کی سماعت کی ہے۔

---

(۱) خیرالدین ابوالخیر بن شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر بن عثمان بن عبدالرحمن بن عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر سید بن ابراہیم بن محمد بن علی زینبی بن عبداللہ الجواد بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) بدرالدین بن محمد بن خیرالدین ابوالخیر بن امام شمس الدین ابی عبداللہ محمد۔

(۳) سید احمد بن ابراہیم بن بدرالدین بن محمد بن خیرالدین ابی الخیر

(۴) سید صالح بن ابراہیم بن بدرالدین بن محمد بن خیرالدین ابی الخیر

شہاب احمد بن ابی الخیر (۱) کے دولڑکے ہیں۔ امام علامہ سید عبدالعزیز، امام عالم مدرس شریف مصطفیٰ۔ عبدالعزیز کے بیٹے عبدالقادر اور یوسف ہیں۔

شریف مصطفیٰ کے دو بیٹے ہیں، سید شریف علامہ صلاح الدین اور شہاب احمد۔

شہاب احمد (۲) کی اولاد میں محمد بن نجم الدین بن عبدالرحیم بن احمد ہیں۔

شریف صلاح الدین (۳) کی اولاد میں سید شریف اجل سادات کرام سید محمد مصطفیٰ آفندی ہیں۔ جو نابلس کے سادات اشراف کے سردار ونقیب ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ سید فاضل کامل شمس الدین محمد، اپنے والد کی مانند نابلس کے سادات اشراف کے نقیب وسردار ہیں۔

سید شریف صلاح الدین صالح، سید ابوالہدیٰ۔ ان کے ایک بیٹے سید مصطفیٰ ہیں۔ شریف صالح کے لڑکے شریف معظم، عین السادة الاشراف سید نجم الدین ابوالاصلاح ہیں جو نقیب زادہ سے مشہور ہیں، وہ نابلس میں اس وقت سادات کرام کے سردار وستون ہیں

بارك الله فيه واكثر من امثاله

سید محمد نقیب کے دولڑکے ہیں۔ ایک سید مصطفیٰ۔ دوسرے ہمارے سردار ہمارے مولیٰ موجودہ وقت میں نابلس کے سادات اشراف کے سردار، علماء عاملین میں عمدہ، فضل وشرف میں بے مثال سید شہاب الدین احمد ہیں (۴)

---

(۱) الشہاب احمد بن خیرالدین ابی الخیر بن شمس الدین ابی عبداللہ محمد

(۲) الشہاب احمد بن مصطفیٰ بن الشہاب احمد بن خیرالدین ابی الخیر بن شمس الدین ابی عبداللہ محمد

(۳) صلاح الدین مصطفیٰ بن الشہاب احمد بن خیرالدین ابی الخیر بن شمس الدین ابی عبداللہ محمد

(۴) سید شہاب الدین کا نسب نامہ یوں ہے۔
السید شہاب الدین احمد بن محمد النقیب بن مصطفیٰ بن صلاح الدین بن مصطفیٰ بن الشہاب احمد بن خیرالدین ابی الخیر بن شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر بن عثمان بن عبدالرحمن بن عبدالمنعم بن نعمة بن سلطان بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر سید بن ابراہیم بن محمد بن علی

یہ ان میں سے ہیں جنہوں نے سلالۂ سادات صالحین کے نسب کو مہذب و آراستہ کیا۔ حفظه الله تعالیٰ وادام نعمته علیه بتوالی انواع المسرات الواصلة الیه۔

ان کے دو لڑکے ہیں بارك الله فیهما، ایک سید ابراہیم اور دوسرے سید عبدالقادر۔ سید عبدالقادر نے اپنے والدگرامی کے ساتھ مجھ سے حدیث رحمت مسلسل بالاولیۃ کی سماعت کی جبکہ وہ لوگ مصر میں میرے گھر پر آئے تھے۔ بارك الله فیهما وانعم علیهما من الفروع المباركة الطیبة۔آمین

سید محی الدین محمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر بن عثمان جعفری کے جانشین

الفرع الثانی (دوسری شاخ)

سید شریف محی الدین محمد (۱) برادر خیرالدین ابی الخیر کے لڑکے ہیں، سید شریف قاضی القضاۃ بدرالدین حسن، ان کے لڑکے ہیں سید شریف صدرالدین سلیمان۔ سلیمان کی چار اولاد ہیں۔ عبدالرحیم، عبدالحلیم، عثمان، صالحہ۔

سید شریف عثمان (۲) کے دو لڑکے ہیں۔ سید محی الدین محمد، سید فقیہ علامہ شیخ المشائخ سید ہاشم، ان کی عمر کافی طویل ہوئی۔

سید محی الدین محمد کی اولاد میں سید اسعد اور سید حسن ہیں۔ یہ دونوں احمد بن محی الدین کے بیٹے ہیں جو نابلس میں ہیں۔ سید ہاشم کی اولاد میں سید صالح اور سید حسن ہیں۔ سید صالح کے تین لڑکے ہیں سید عثمان، سید سلیمان، سید جعفر۔

سید حسن کی اولاد میں سید شریف یوسف اور سید شریف فقیہ کامل فاضل جلیل سید محمد ہیں جو ہمارے مصاحب اور سادات کرام کے سرداروں کے سردار ہیں۔ ان کا لقب زیتون ہے۔ **بارك الله فيه واقربه العيون** (اللہ تعالیٰ ان میں برکت عطا فرمائے اور ان سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں)

---

(۱) محی الدین بن شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر بن عثمان بن عبدالرحمن بن عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن سرور بن رافع بن جعفر سید بن ابراہیم بن محمد بن علی زینبی بن عبداللہ جواد بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) شریف عثمان بن صدرالدین سلیمان بن بدرالدین حسن بن محی الدین محمد۔

سید یوسف (۱) کے ایک بیٹے سید ابراہیم ہیں۔ انہوں نے اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ مل کر مجھ سے چھ کتابوں (۲) یعنی صحاح ستہ کی شروع کی حدیثیں محلہ جودریہ مصر میں سماعت کی ہیں۔ بارك الله فيه

سید محمد زیتونی کے ایک لڑے سید فاضل، قابل فخر فقیہ، سادات کرام کے سردار وقائد، ہمارے مصاحب وساتھی سید محمد ہاشم ہیں، یہ ان لوگوں میں سے ایک قابل ذکر شخص ہیں جنہوں نے اس نسب نامہ کے لکھنے، اسے آراستہ ومزین کرنے اور درست وصحیح طور پر اس کے استخراج میں اہتمام وانتظام کیا اور اس کے لئے مساعی جمیلہ فرامائی، مولائے کریم ان کی محنت وجانفشانی کو قبول فرما کر ان کی حفاظت وصیانت فرمائے اور اپنی نظر رحمت وعنایت سے محفوظ رکھے اور تادیران کی نگہبانی فرمائے۔ جب وہ میرے گھر پر آئے اور مجھے اپنے قدموں سے شرف واعزاز بخشا، تو انہوں نے مجھ سے حدیث مسلسل بالاولیۃ اس کی شرط کے ساتھ سنی، اور وہ میرے درس احیاء العلوم میں حاضر ہوئے جو امام غزالی (۳) کی مشہور زمانہ کتاب ہے۔

---

(۱) السید یوسف بن حسن بن ہاشم بن عثمان بن صدر الدین سلیمان بن بدر الدین حسن بن محی الدین محمد۔

(۲) کتب ستہ اور صحاح ستہ، صحیح بخاری ومسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کو کہتے ہیں۔

(۳) غزالی: محمد بن محمد بن محمد غزالی طوسی، ابو حامد، حجۃ الاسلام، بہت بڑے فلسفی، علامۂ کامل، فن تصوف کے امام، ان کی تقریباً دوسو تصنیفات ہیں۔ ان کی ولادت ووفات طاہران میں ہوئی جو خراسان میں طوس کا ایک قصبہ ہے۔ طوس سے وہ نیشاپور گئے پھر وہاں سے بغداد وحجاز، بلاد شام اور مصر گئے پھر اپنے شہر میں واپس آگئے۔

ان کو غزالی کہنے کی دو وجہ ہیں۔ اگر روئی دھننے اور دھاگہ بنانے کی صنعت وحرفت کی طرف نسبت ہو تو غزّالی ہوں گے تشدید کے ساتھ۔ اور اگر غزالہ کی طرف نسبت ہو جو طوس کا ایک گاؤں ہے تو غزالی ہوں گے تخفیف کے ساتھ۔ ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں احیاء علوم الدین، تہافتہ الفلاسفتہ، الاقتصاد فی الاعتقاد، وغیر ذالک ۴۵۰ھ میں ان کی ولادت ہوئی، ۵۰۵ میں ان کی وفات ہوئی۔ (وفیات الاعیان ج ۴، ص ۲۱۸۔ الاعلام للزرکلی ج ۷، ص ۲۲)

پھر انہوں نے ابو عمران اندلسی (۱) کا قصیدہ میرے لفظوں سے سماعت کیا جو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان اقدس میں لکھا ہے۔ اور مجھ سے انہوں نے صحاح ستہ کی ابتدائی حدیثیں سماعت کیں، میرے املا کردہ اور میری دستاویز سے دو حدیثوں کو سنا، نیز وہ جامع شیخون (۲) میں میرے درس بخاری کی مجلسوں میں بھی حاضر ہوئے۔ ان تمام باتوں کا مستند ثبوت ان کے پاس موجود ہے۔ جو حدیثیں انہوں نے مجھ سے سماعت کیں یا مجھ سے کچھ پڑھا میں نے انہیں سب کی اجازت دی، اسی طرح میں ان کو بھی اجازت دیتا ہوں جنہوں نے ان کے ساتھ سماعت کی یا کچھ پڑھا جعله الله من العلماء العاملين ووفقه لكل خير فى كل وقت وحين۔

---

(۱) قصیدہ ابو عمران موسیٰ بن محمد بن عبداللہ بن بیج اندلسی کا ہے۔ ان کے مشہور قصیدوں میں ایک وہ ہے جسے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں لکھا ہے۔ ان کے بعض قصائد کا نمونہ یہ ہے۔

چار اماموں کی تعظیم و تکریم کرو کہ وہ ہماری شریعت کے امام و رہنما ہیں، وہ دین کے گھر کے لئے ارکان و ستون کی مانند ہیں۔ صحابیت و قرابت کے درمیان الفت و محبت ہے، شیطان کے اثر و وسوسہ سے حیلہ بہانہ نہ بنا، ان کی محبت کو تانے کی طرح گوشت میں بن دیا گیا ہے، اس کی اساس و بنیاد مضبوط محکم ہے۔ وہ آپس میں رحم دل ہیں، ان کے اخلاق صاف و شفاف ہیں، ان کے قلوب کینہ و حسد سے پاک و خالی ہیں، وہ آپس میں ایسے ملے ہوئے ہیں جیسے ہاتھوں میں انگلیاں، کیا انگلیوں کے بغیر کوئی ہتھیلی برابر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی محبت کے درمیان الفت ڈال دی ہے تاکہ وہ ہر طعن کرنے والے منافق کا غیظ و غضب بھڑکا دے، احباب کے درمیان منافقین کا آنا باعث رنج و کلفت ہے اور احباب کو گالی دینا محرومی کا سبب ہے۔ (معجم السفر لابن سلفہ الاصبہانی ص ۲۰۴)

(۲) جامع شیخون کی نسبت اس کے بانی امیر سیف الدین شیخون عمری کی طرف ہے، وہ قاہرہ سے باہر صلیبہ میں واقع ہے۔ (المواعظ والاعتبار ج ۱، ص ۲۵۴)

سید محمد زیتون حفظہ اللہ تعالیٰ کی کئی اولاد ہیں۔ سید عبداللہ، سید شمس الدین، سید اسماعیل،۔ اللہ تعالیٰ ان کی نشو ونما کو نیک وعمدہ کرے۔ میں نے ان لوگوں کو بھی ان کے والد گرامی کے ساتھ اسی طرح اجازت دی ہے جیسا میں نے اس دستاویز میں بیان کیا ہے جو ان کے نام سے لکھا ہے۔

اس مختصری تحریر میں کمال غور وفکر اور کامل تدبر واعتبار کے ساتھ ان سادات کرام کا ذکر میں نے اختصار کے طور پر پورا کردیا ہے۔ ہم نے جن حضرات کا ذکر وبیان کیا ہے ان میں سے ہر ایک کی شاخیں اور خاندان وقبیلے متعدد شہروں قصبوں اور قریوں میں پائے جاتے ہیں۔ کوئی شہر کوئی بستی ان سادات کرام کی برکتوں سے خالی نہیں ہے۔ وہ جہاں بھی ہیں اپنے خاندانی شرافت ووقار کے ساتھ ہیں اللهم زدحبهم على قلوب المؤمنين۔

اس کی تفصیل میں ہم نے اپنے قلم کو نہیں پھیلایا نہ اس بحث کو زیادہ مبسوط ووسیع کیا لیکن ان سادات کی شہرت ومقبولیت ان کی اولاد میں مسلسل وپے درپے اور لگاتار ہے۔ اللہ عزوجل نے ان کو احوال واقوال اور افعال کا شرف واعزاز عطا فرمایا ہے۔ اگر مجھے اس کی طوالت کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو میں ان کا تذکرہ وبیان مثالوں کے ساتھ تفصیل سے کرتا۔ غرضیکہ اس نسب نامے کی جمع وترتیب کا اہم مقصد ان کے حقوق کی معرفت وپہچان ہے۔ جن کی رعایت بذات خود واجب ہے یعنی ان کی محبت والفت اور ان کا احترام وتکریم، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان کی محبت فرض عین ہے، ہر مسلمان پر واجب ولازم ہے اور یہی خلاصۂ ایمان واسلام ہے۔

اشراف اہل بیت کے اہم کارناموں میں سے یہ باتیں ہیں۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان سنتوں کو زندہ کرنا جن پر بزرگوں نے عمل چھوڑ دیا ہے اور وہ مردہ ہوگئی ہیں جیسے

☆ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے پڑھانے میں مشغول ومصروف ہونا، اس کے درس وتدریس کا اہتمام وانتظام کرنا۔

☆ سیرت مقدسہ کی اطاعت و پیروی کرنا۔
☆ حضور کے شمائل و خصائل کے مطابق زندگی گزارنا۔
☆ حضور کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا۔
☆ ہر مسجد میں حضور کا ذکر پاک پھیلانا، مجلسوں میں حضور کا تذکرۂ جمیل کرنا۔
☆ امت کے دلوں میں شریعت مطہرہ اور سیرت طیبہ کی کشش و رعنائی پیدا کرنا۔
☆ احسان اور اس کے تمام اقسام وانواع کو پورا کرنا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو ان پند و نصائح اور مواعظ حسنہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہر عمل خیر و صالح کی ہمیں ہدایت دے، اس نے ہمیں جو عظیم و جلیل نعمتیں عطا فرمائیں ان کے شکر کا الہام فرمایا کیونکہ نعمتوں کا شکر بجالانا افضل اعمال میں سے مانا جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی رسی کو ملانا اور تعلق کو استوار کرنا ہے جس دن تمام رسیاں ٹوٹ جائیں گی اور تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

وَنَحْمَدُاللّٰهَ سُبْحَانَهٗ عَلٰى مَا اَوْلَانَا مِنْ عَمِيْمِ اَفْضَالِهٖ وَمَااَكْرَمَنَا بِهٖ مِنْ كَوْنِنَا مِنْ عِتْرَةِ هٰذَاالنَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَآلِهٖ لَااُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْهِ كَمَاهُوَ اَثْنٰى عَلٰى نَفْسِهٖ، نَسْأَلُهٗ سُبْحَانَهٗ كَمَالَ نِعْمَتِهٖ وَتَمَامَ عَافِيَتِهٖ وَاَنْ يَّخْتِمَ لَنَا اَجْمَعِيْنَ بِالسَّعَادَةِ وَيُعْلِيْنَا مَعَ الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى بِتَمَامِ السِّيَادَةِ ، وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى هٰذَاالنَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَالرَّسُوْلِ الْعَظِيْمِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ الْاَئِمَّةِ الْمُتَّقِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اللہ عزوجل کا شکر و احسان ہے کہ اس مختصر اور چھوٹی تالیف کی تکمیل و ترتیب ہوگئی جو مشہور نسب نامے پر مشتمل ہے۔

اس کے مؤلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اسے میں نے کئی نشستوں میں لکھا ہے اس کی آخری نشست میرے اپنے گھر لالا بازار مصر میں ہوئی اور قمری تاریخ کے اعتبار سے ۸ر جمادی الثانی ۱۱۹۱ھ دن شنبہ کا تھا۔ حرسها الله تعالیٰ آمین (۱)

اس کتاب کے مؤلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سادات آل جعفر طیار کے نسب وحسب اور ان کی اولاد در اولاد کے بارے میں جو بیان کیا وہ یہاں تک ختم ہو گیا۔

اسی سے متصل وہ مختصر سی تحریر ہے جسے شیخ فاضل محمد ناجی سلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قلمبند کیا ہے اس میں ان لوگوں کا تذکرۂ جمیل ہے جو سادات اخیار آل جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے بعد میں آئے۔

---

(۱) اس کتاب کے مؤلف ومرتب امام زبیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صحابی جلیل حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اور ان کے نسب کے بارے میں جو بیان فرمایا وہ یہاں تک ختم ہو گیا۔ اور اسی سے متصل ایک تکملہ ہے جسے شیخ محمد ناجی سلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے اس میں انہوں نے آل جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان سادات اخیار کا ذکر کیا ہے جو مؤلف کے زمانہ ۱۲۰۵ھ سے ۱۲۶۸ھ تک ہوئے۔

اس کے بعد شیخ حسن احمد سلیم کا ایک اور مختصر تکملہ ہے اس میں آل جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان سادات اخیار کا بیان ہے جو ۱۲۶۸ھ سے ۱۳۰۴ھ تک ہوئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکملہ

عہد امام زبیدی کے بعد ۱۲۶۸ھ تک جعافرہ کی اولاد اور ان کے جانشین

از شیخ محمد ناجی سلیم (۱)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

امابعد! یہ مختصر سی تحریر ہے اس میں ان لوگوں کا ذکر کیا جائے گا جو آل جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سادات اخیار میں سے بعد میں پیدا ہوئے جبکہ اس کی اصل امام ابوالفیض محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے جو مصر میں علم نسب کے خادم و ماہر ہیں۔

سید صالح بن سید ابراہیم، پہلی شاخ میں سے سید شریف خیر الدین ابی الخیر کی اولاد میں ہیں۔ یہ پہلی شاخ علامہ شمس الدین ابی عبداللہ محمد کی دو شاخوں میں سے ایک ہے۔

سید صالح کی دو شاخیں ہیں۔ سید محمود، سید علی۔

---

(۱) ترجمہ کرنے میں ہم لغزش پا کے شکار نہ ہوئے نہ ہم نے ٹھوکر کھائی لیکن اولاد مذکور کے درمیان ہم نے ایسی ذریت پائی جو شاخ اول کی شاخوں میں سے ہے جس کو امام زبیدی نے ذکر کیا ہے۔ وہ کچھ اس طرح ہے۔ محی الدین بن شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبدالقادر بن عثمان بن عبدالرحمن بن عبدالمنعم بن نعمۃ بن سلطان بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر سید بن ابراہیم بن محمد بن علی زینبی بن عبداللہ الجواد بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان میں سے پہلی شاخ سید محمود ہیں، ان کے ایک لڑکے سید محمد ہیں۔ سید محمد مذکور کی بھی دو شاخیں ہیں۔ سید محمود، سید عبدالہادی اور تین بیٹے ہیں، سید صالح، سید عمر، سید عبدالسلام۔

سید محمد کی دو شاخوں میں سے پہلی شاخ سید محمود ہیں، ان کے دو بیٹے ہیں سید درویش اور سید احمد۔

ان کی دوسری شاخ سید عبدالہادی ہیں، ان کے تین بیٹے ہیں سید محمد، سید مصطفیٰ، سید منیب۔

سید ابراہیم بن سید احمد، پہلی شاخ میں سے سید شریف خیر الدین ابی الخیر کی اولاد میں ہیں، یہ پہلی شاخ، سید شمس الدین ابی عبداللہ محمد کی دو شاخوں میں سے ایک ہے۔

سید ابراہیم کے بیٹے سید اسعد ہیں، سید اسعد مذکور بیٹے ہیں سید ابراہیم کے۔

سید محمد بن سید نجم الدین پہلی شاخ میں سے مدرس شریف مصطفیٰ کی اولاد میں ہیں نیز یہ شاخ بھی علامہ سید شمس الدین ابی عبداللہ محمد کی دو شاخوں میں سے ایک ہے۔

سید محمد بن نجم الدین کی پانچ شاخیں یہ ہیں سید نجم الدین، سید احمد، سید عبدالرحمٰن، سید عبدالکریم، سید اسعد۔ ان کے علاوہ ایک چھٹا بیٹا سید حسن بھی ہیں۔

سید محمد بن نجم الدین کی شاخوں میں سے پہلی شاخ سید نجم الدین، سید عبدالقادر اور کچھ لڑکیاں ہیں۔

سید عبدالقادر کے بیٹے سید نجم الدین ہیں، ان کے ایک بیٹے منیب ہیں۔

ان کی دوسری شاخ سید احمد ہیں، ان کے لڑکے سید عبدالجلیل ہیں۔

ان کی تیسری شاخ سید عبدالرحمٰن ہیں۔ ان کے لڑکے عبدالسلام ہیں۔

ان کی چوتھی شاخ فخر الخطباء سید عبدالکریم ہیں۔ ان کی اولاد میں یہ لوگ ہیں۔

سید محمد تقی الدین، سید عبدالرحیم، سید خیر الدین، سید مصطفیٰ، سید سعد الدین۔

ان کی پانچویں شاخ سید اسعد ہیں، ان کی اولاد میں یہ سید محمد اور سید عبدالقادر

آفندی بن سید احمد آفندی ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ۔

علامہ سید شمس الدین ابی عبداللہ محمد کی دوشاخوں میں سے شاخ اول سے وہ ہیں جو سادات اشراف کے لئے باعث فخر ومباہات، فضل وبزرگی کے معدن ومنبع، ہمارے سردار ہمارے مولیٰ، موجودہ وقت میں نابلس کے سادات اشراف کے نقیب وسردار، اوصاف حمیدہ کے مالک سید محمد مرتضیٰ آفندی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر برائی وکمی سے ہر وقت اور ہر لمحہ محفوظ وسلامت رکھے، ان کی سیرت وسلوک ہمیشہ عمدہ رہے، ان کے افعال جمیلہ کثیرہ ہمیشہ پسندیدہ رہیں۔ آمین اللہ تعالیٰ نے دو حسین وخوبرو لڑکوں سے ان کو مزین وآراستہ کیا اور نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔

سید محمد مرتضیٰ آفندی کے دو حقیقی بھائی ہیں۔

سید اسعد بن سید احمد کی اولاد میں سید شریف عثمان ہیں جو علامہ سید شمس الدین ابی عبداللہ محمد کی دوشاخوں میں سے دوسری شاخ سے ہیں۔ ان کی دوشاخیں ہیں سید محمد، سید یوسف۔ ان دونوں کی پہلی شاخ سید احمد ہیں۔ ان کے ایک لڑکے سید حسن ہیں، اور دوسری شاخ سید یوسف ہیں۔ ان کے ایک لڑکے سید اسعد ہیں۔ سید اسعد مذکور کے لڑکے سید یوسف ہیں۔

سید عبدالقادر بن سید احمد بھی، سید شریف عثمان کی اولاد میں اس دوسری شاخ سے ہیں جو علامہ سید شمس الدین ابی عبداللہ محمد کی دوشاخوں میں سے دوسری شاخ ہے۔ ان کے ایک لڑکے سید محمد ہیں۔ اور سید محمد مذکور کی تین اولاد ہیں سید رشید، سید احمد، سید سلیمان۔

سید صالح بن سید ہاشم اس دوسری شاخ سے ہیں جو علامہ سید شمس الدین ابی عبداللہ محمد کی دوشاخوں میں سے دوسری شاخ ہے۔ ان کی بھی دوشاخیں ہیں۔ سید سلیمان اور سید جعفر۔

ان کی پہلی شاخ سید سلیمان ہیں۔ ان کے ایک لڑکے سید عبدالقادر ہیں۔ ان کی بھی دو شاخیں ہیں سید امین اور سید محمد صالح۔

سید صالح بن سید ہاشم کی دوشاخوں میں سے دوسری شاخ سید جعفر ہیں۔ ان کے

ایک لڑکے سید عبدالفتاح ہیں، ان کے ایک لڑکے سید خلیل ہیں۔

سید عبدالقادر بن سید سلیمان کی دوشاخوں میں سے پہلی شاخ سید امین ہیں، ان کے ایک لڑکے سید ابراہیم ہیں۔ان کے دولڑکے ہیں سید علی اور سید حسن

سید عبدالقادر بن سید سلیمان کی دوشاخوں میں سے دوسری شاخ سید محمد صالح ہیں۔ ان کے دولڑکے ہیں۔سید حامد اور سید محمود۔

علامہ سید محمد ہاشم اس دوسری شاخ سے ہیں جو علامہ شمس الدین ابی عبداللہ محمد کی دوشاخوں میں سے دوسری ہے۔ان کی چار شاخیں ہیں فخر الاماثل سید عبداللہ، سید امین، سید ابراہیم، سید عبدالعظیم۔

ان کی پہلی شاخ فخر الاماثل مرحوم سید عبداللہ آفندی ہیں۔ان کی بھی چار شاخیں ہیں۔ فخر سادات مرحوم مصطفیٰ، فخر سادات اشراف سید عبدالقادر، فخر سادات سید اسعد، سید سلیمان۔

علامہ سید محمد ہاشم کی شاخوں میں سے دوسری شاخ فخر سادات سید امین ہیں، ان کی تین اولاد ہیں سید عبدالحلیم، سید محمد علی، سید محمد ہاشم۔

علامہ سید محمد ہاشم کی شاخوں میں سے تیسری شاخ فخر سادات کرام مرحوم سید ابراہیم آفندی ہیں۔ان کی تین اولاد ہیں۔سید محمد طاہر، سید عبدالرحیم، سید محمد سعید۔

علامہ سید محمد ہاشم کی شاخوں میں سے چوتھی شاخ فخر سادات سید عبدالعظیم ہیں۔ان کے دولڑکے ہیں۔سید اسماعیل، سید نعمان۔

مرحوم سید عبداللہ آفندی کی شاخوں میں سے پہلی شاخ مرحوم سید مصطفیٰ ہیں، ان کے ایک لڑکے فخر سادات سید محمود ہیں۔ان کی چار اولاد ہیں سید مصطفیٰ، سید عبدالہادی، سید حسین، سید عبدالغفار۔

مرحوم سید عبداللہ آفندی کی شاخوں میں سے دوسری شاخ سادات اشراف گرامی، سلالہ صالحین معظمین، عمدۃ الفواضل، صاحب حسن اخلاق ومکارم سید عبدالقادر ہاشم ہیں۔ان

کی دو شاخیں ہیں۔ سید عبدالغنی، سید محمد صالح اور ان کے پانچ لڑکے بھی ہیں۔

سید بدوی، سید عثمان،، سید حسن، سید عبدالفتاح، سید عبدالرزاق، مرحوم سید عبداللہ آفندی کی شاخوں میں سے تیسری شاخ سید اسعد ہیں، ان کے ایک لڑکے سید یوسف ہیں۔

مرحوم سید عبداللہ آفندی کی شاخوں میں سے پہلی شاخ سید عبدالغنی ہیں۔ ان کے ایک لڑکے سید عبدالکریم ہیں۔

ان کی دوسری شاخ سید محمد صالح ہیں۔ ان کے دو لڑکے ہیں سید سلیم اور سید راغب۔

كَثَّرَاللّٰهُ تَعَالىٰ نَسْلَهُمْ وَبَارَكَ فِيْهِمْ

یہاں تک اس مختصر سی تحریر کا ذکر و بیان ختم ہوا جسے شیخ محمد ناجی سلیم نے قلم بند کیا ہے۔
یہ تحریر وسط شعبان المعظم ۱۲۶۸ھ میں مکمل ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تکملہ

۱۲۶۸ھ سے ۱۳۰۴ھ تک جعافرہ کی اولاد میں جو لوگ ہوئے ان کا تذکرۂ جمیل

از شیخ حسن بن سید احمد سلیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

وبعد:۔ فقیر حسن بن سید احمد سلیم کہتا ہے جو نابلس میں علم شریعت کا خادم ہے۔

میں نے اپنے بھائی اور استاد علامہ فاضل شیخ محمد ناجی سلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر جلیل میں ان کا ذکر پایا جو آل جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے امام علامہ شمس الدین ابی عبداللہ محمد کی اولاد میں ہوئے کہ میرے بھائی نے ۱۲۶۸ھ کی آخری تاریخوں تک جن کا تذکرہ کیا تھا یہاں پر ان کا ذکر و بیان ختم ہو گیا۔

بعدہ یہ مختصر سی تحریر ہے اس میں ہم ان کا ذکر کریں گے جو اس تاریخ مذکور کے بعد ۱۳۰۴ھ تک امام علامہ شمس الدین کی اولاد میں پیدا ہوئے۔

رَاجِیًا مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اَنْ یُّعَظِّمَ لِیْ بِذٰلِکَ الْاُجُوْرَ وَاَنْ یَّحْشُرَنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ جَدِّھِمْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ۔

سید محمود، سید عبدالہادی، سید عبدالسلام۔ یہ تینوں بیٹے ہیں سید محمد کے، یہ سید شریف خیرالدین ابی الخیر کی اس پہلی شاخ کی اولاد سے ہیں۔ جو علامہ سید شمس الدین کی دو شاخوں

میں سے پہلی شاخ ہے۔

ان کی پہلی شاخ سید محمود ہیں۔ ان کے لڑکے سید درویش اور سید محمود ہیں، ان کے لڑکے سید احمد اور سید توفیق ہیں۔

دوسری شاخ سید عبدالہادی ہیں۔ ان کے لڑکے سید محمد اور سید صادق ہیں، ان کے لڑکے سید مصطفیٰ اور سید محمد ہیں۔ سید عبدالہادی کے ایک لڑکے سید بکر بھی ہیں۔ ان کے ایک بیٹے سید فیض اللہ ہیں۔

تیسری شاخ سید عبدالسلام ہیں، ان کے لڑکے سید داؤ داور سید عارف ہیں۔

سید عبدالغنی بن سید عبداللہ بھی پہلی شاخ سے ہیں ان کے ایک لڑکے سید سعدالدین ہیں جو دمشق شام میں ہیں۔

سید نجم الدین، سید عبدالکریم، سید اسعد۔ یہ تینوں بھی سید محمد لی اولاد میں پہلی شاخ سے ہیں۔

ان کی پہلی شاخ سید نجم الدین ہیں، انہوں نے سید احمد سلیم کی دختر سیدہ زبیدہ سے نکاح کیا تھا، ان کے شکم سے فاضل ہمام شیخ سید محمد ناجی سلیم پیدا ہوئے۔ اس بات کو حسن سلیم نے بھی لکھا ہے۔

سید نجم الدین کی اولاد میں ان کے پوتے سید راغب ہیں۔

دوسری شاخ سید عبدالکریم ہیں، ان کے لڑکے فخر الخطباء سید محمد تقی الدین، سید عبدالکریم، سید عبدالمجید، سید مصطفیٰ ہیں۔ سید مصطفیٰ کے لڑکے سید عبدالرحیم، سید عارف، سید حسن، سید طٰہٰ، سید مسعود ہیں۔ سید مسعود کے لڑکے سید خیرالدین، سید عبدالرحمٰن، سید سعید، سید احمد ہیں۔

تیسری شاخ سید اسعد ہیں، ان کے لڑکے سید محمد، سید سلیمان اور سید اسعد ہیں

سید محمد مرتضیٰ آفندی، پہلی شاخ کی اولاد کے سردار و نقیب ہیں، ان کے ایک لڑکے سید علی آفندی ہیں، ان کے لڑکے سید محمد عزت ہیں۔

سید حسن بن سید ابراہیم، سید شریف محی الدین محمد کی اس دوسری شاخ سے ہیں جو امام علامہ سید شمس الدین کی دو شاخوں میں سے دوسری شاخ ہے۔ سید حسن کے ایک لڑکے سید ابراہیم ہیں۔

سید حامد اور سید محمود دونوں بیٹے ہیں سید محمد صالح کے جو دوسری شاخ سے ہیں۔
ان کی پہلی شاخ سید عبداللہ ہیں اور دوسری شاخ سید حافظ، سید محمد صالح اور سید شکری ہیں۔

سید عبدالفتاح بن سید اسعد دوسری شاخ سے ہیں۔ ان کے لڑکے سید خلیل کے بعد یہ تین لڑکے اور ہوئے۔ سید جعفر، سید عبدالحمید، اور سید سعید۔ سید خلیل کے لڑکے سید عبدالفتاح ہیں۔

سید محمود بن سید اسعد بھی دوسری شاخ سے ہیں، ان کے لڑکوں میں سید حسن کے بعد سید سلیم ہوئے۔

سید حسن کے بیٹے ہیں سید قاسم، سید حیدر، سید حمدی، سید سلیم کے ایک بیٹے سید محمد عزت ہیں۔

سید رشید اور سید احمد، یہ دونوں بیٹے ہیں سید محمد کے جو دوسری شاخ سے ہیں۔ ان کی پہلی شاخ سید محمد ہیں اور دوسری شاخ سید امین، سید رؤف، سید شفیق، اور سید فوزی ہیں۔

سید محمد طاہر اور سید عبدالرحیم، یہ دونوں بیٹے ہیں سید ابراہیم بن علامہ سید محمد ہاشم کے جو دوسری شاخ سے ہیں۔ ان کی پہلی شاخ سید احمد، سید عابد اور سید محمد ہیں، دوسری شاخ سید بکر ہیں، ان کے لڑکے سید عارف اور سید نورالدین ہیں۔

فخر سادات سید عبدالعظیم بن علامہ سید محمد ہاشم مذکور کے دو لڑکے ہوئے شیخ فاضل سید اسماعیل، شیخ علامہ سید نعمان۔ ان دونوں کے بعد ایک تیسرے لڑکے سید رشید بھی ہوئے ہیں۔

سید فاضل شیخ اسماعیل کے لڑکے سید محمد ہوئے

سید فاضل شیخ نعمان کے لڑکے، سید محمد رفیق ہوئے۔

فخر سادات کرام سید محمود بن فخر الاماثل سید مصطفیٰ اس پہلی شاخ سے ہیں جو فخر الاماثل سید عبداللہ آفندی بن علامہ سید محمد ہاشم کی دوشاخوں میں سے ایک ہے۔ ان کی اولاد میں سید مصطفیٰ، فاضل شیخ سید عبدالہادی اور فاضل ہمام سید حسن ہوئے۔ ان تینوں کے بعد دو لڑکے اور ہوئے۔

☆ایک عالم فاضل علامہ فہامہ یکتائے روزگار صاحب فضیلۃ شیخ منیب(۱) آفندی ہیں۔ یہ کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں ان کی بعض تصانیف یہ ہیں۔ متن تنویر الابصار، یہ کتاب منظوم و مرصع ہے۔ اس کا نام ''حمید الآثار'' بھی ہے۔ منظومۃ فی الوضع، ایک رسالہ بسم اللہ شریف کے بارے میں بھی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب حمید الآثار کو ترکی کے شیخ اعظم کی بارگاہ میں پیش کیا اس کے صلے میں شیخ اعظم نے انہیں شہر ازمیر کے منصب افتاء اور قضاء سپرد کیا، اس منصب پر وہ اللہ عزوجل کے فضل و احسان سے زمانہ دراز تک فائز و متمکن رہے(۲)

ان کی اور ان کی اولاد کی نسل میں کثرت ہوئی اور اس کا سلسلہ طویل زمانے تک قائم و باقی رہا۔

☆دوسرے لڑکے سید فاضل شیخ امین ہیں۔

سید مصطفیٰ بن سید محمود مذکور کے بیٹے سید عبدالخالق اور سید عبدالرحیم ہیں۔

فاضل شیخ سید عبدالہادی کے لڑکے سید شاکر ہیں۔

فاضل شیخ سید حسن کے لڑکے سید محمد سعید ہیں۔

فاضل شیخ سید امین کے لڑکے سید محمد رضا اور سید محی الدین ہیں۔

---

(۱) محمد منیب بن محمود بن مصطفیٰ بن عبداللہ بن محمد ہاشم جعفری، نابلس کے قاضیوں میں بہت بڑے فقیہ تھے، متعدد مقامات پر قاضی مقرر رہے۔ ان کی ولادت نابلس میں ۱۲۷۰ھ کو اور وفات ۱۳۴۳ھ میں ہوئی (الاعلام ج ۷، ص ۱۱۲)

(۲) ترکی حکومت کی طرف [illegible]

فخر سادات کرام سید عبدالقادر آفندی کے بیٹے وہ دوسری شاخ ہیں جو سید عبداللہ آفندی بن علامہ سید محمد ہاشم کی شاخوں میں سے ہے۔ ان کی پہلی شاخ کی اولاد میں فخر سادات کرام سید عبدالغنی، سید عبداللطیف اور سید خلیل ہیں۔ سید عبدالغنی، سید عبدالکریم کے بعد نابلس میں اشراف سادات کے سردار ونقیب ہوئے۔

سید عبدالکریم کے بیٹے سید حافظ ہیں۔

دوسری شاخ سید محمد صالح ہیں۔ ان کے لڑکے سید شکیب اور سید حیدر ہیں۔

تیسری شاخ سید بدوی ہیں، ان کے لڑکے سید انیس ہیں۔

چوتھی شاخ سید عثمان ہیں، ان کے لڑکے سید فاضل شیخ قاسم اور سید محمد رشدی ہیں۔

سید قاسم کے لڑکے سید ادیب ہیں۔

پانچویں شاخ سید حسن ہیں، ان کے لڑکے سید شکری اور سید نافع ہیں۔

چھٹی شاخ سید عبدالفتاح ہیں، ان کے لڑکے سید عبدالسلام، سید فاضل شیخ رشید سید فاضل شیخ داؤد ہیں۔

ساتویں شاخ سید عبدالرزاق ہیں، ان کے لڑکے سید کامل ہیں۔

سید سلیمان بن سید عبداللہ آفندی بن علامہ سید محمد ہاشم کی اولاد میں سید عبدالحلیم کے بعد شیخ فاضل سید عبدالمجید ہوئے۔

سید یوسف بن فخر سادات کرام سید اسعد بن سید عبداللہ آفندی بن علامہ سید محمد ہاشم کی اولاد میں فاضل شیخ سید محمد ابوالسعود، سید محمد ابوالخیر، سید محمد بوالنصر، سید محمد عارف اور سید احمد ہوئے۔

كَثَّرَ اللّٰهُ تَعَالىٰ نَسلَهُمْ وَبَارَكَ فِيهِمْ عَلىٰ مَدَدِالْاَيَّامِ وَالسِّنِيْنَ وَحَشَرَنِىْ وَاِيَّاهُمْ فِىْ زُمْرَةِ سَيِّدِالْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ ۔ آمِيْنَ

خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

مترجم

محمد عیسیٰ رضوی قادری

خادم الحدیث والافتاء الجامعۃ الرضویہ

مظہر العلوم گرسہائے گنج ضلع قنوج یوپی

مقام ومتوطن

کشم پوسہ وایا اسلام پور

ضلع اتر دیناجپور بنگال

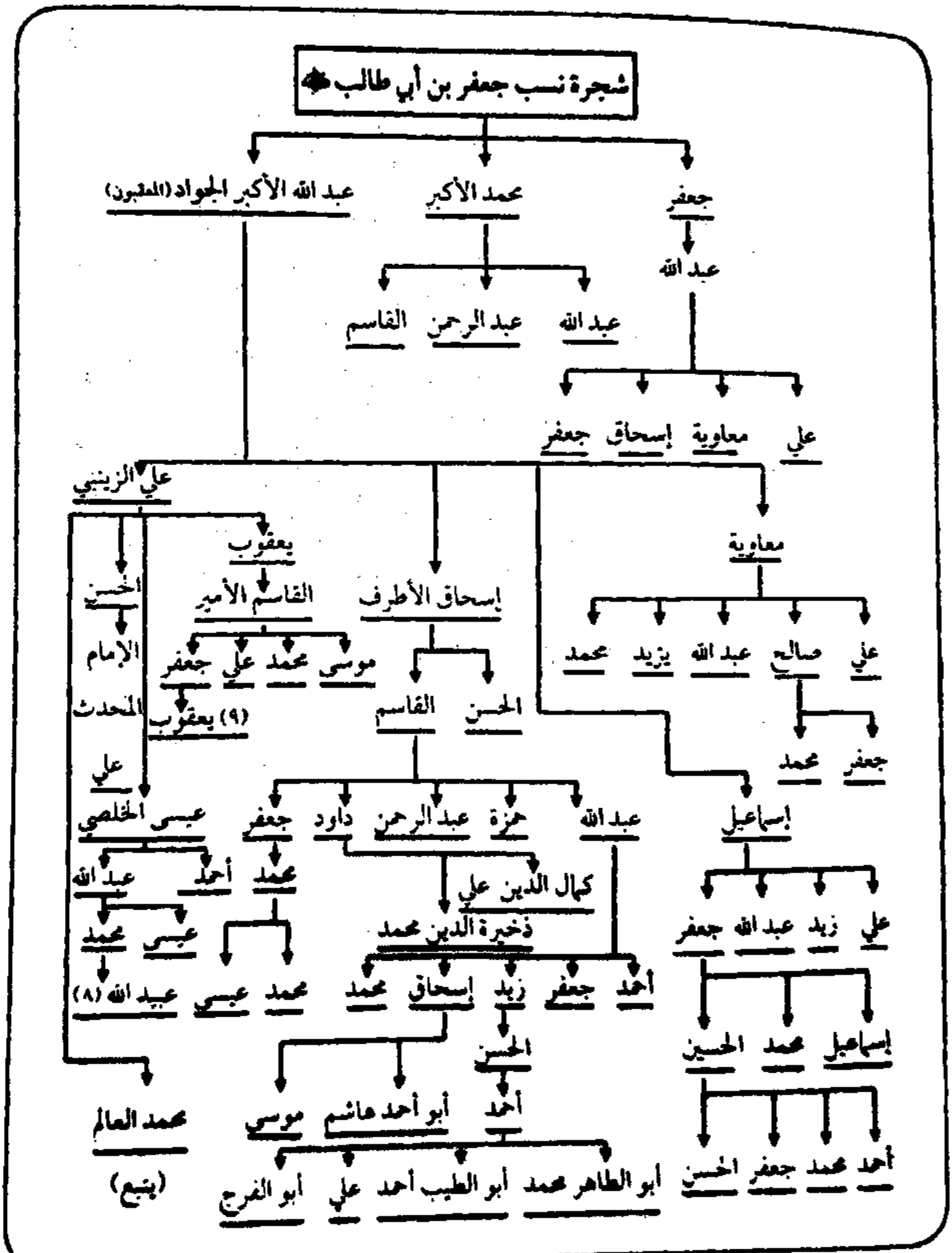
9956027182

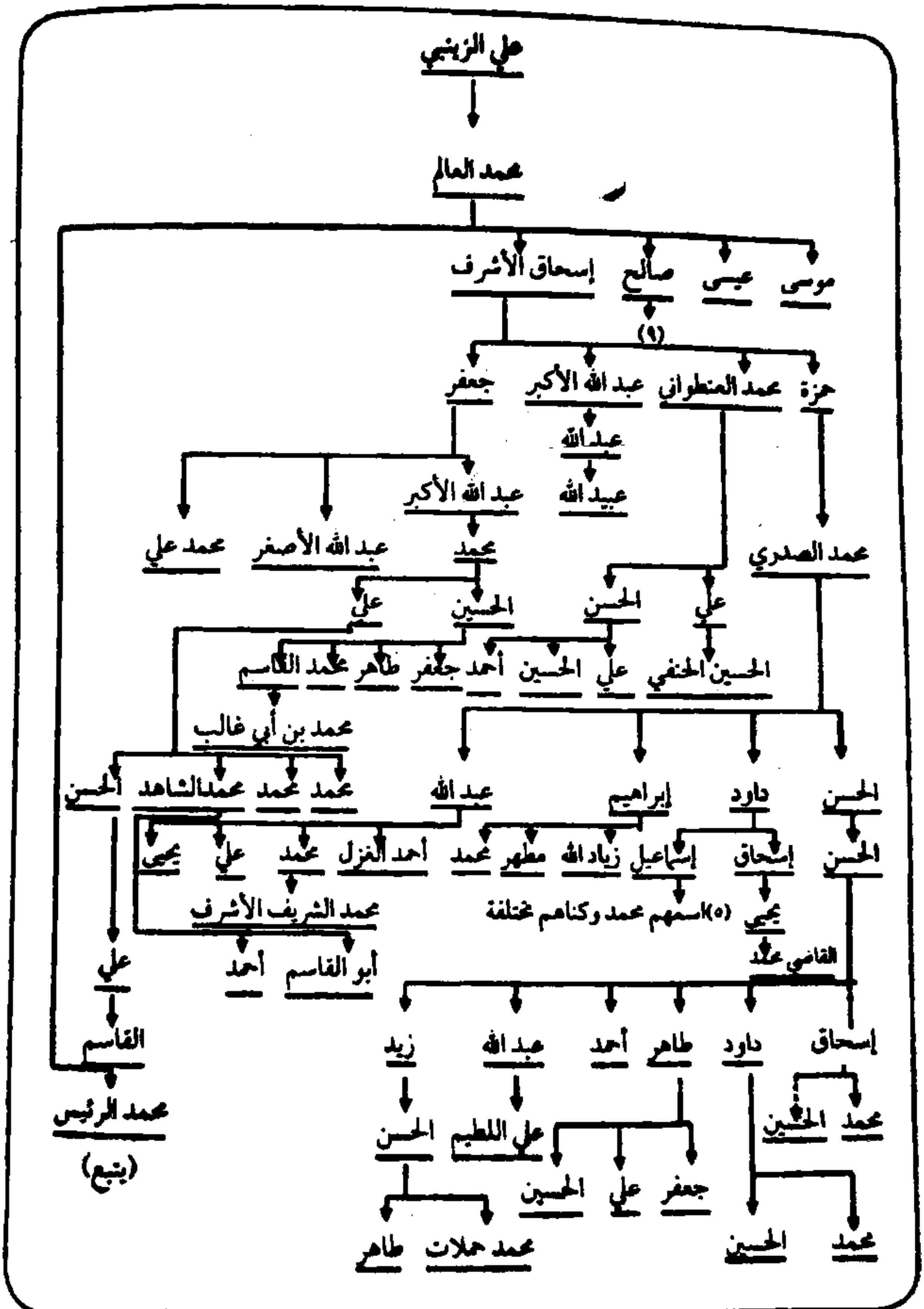
۱۱ر جمادی الثانی ۱۴۴۰ھ

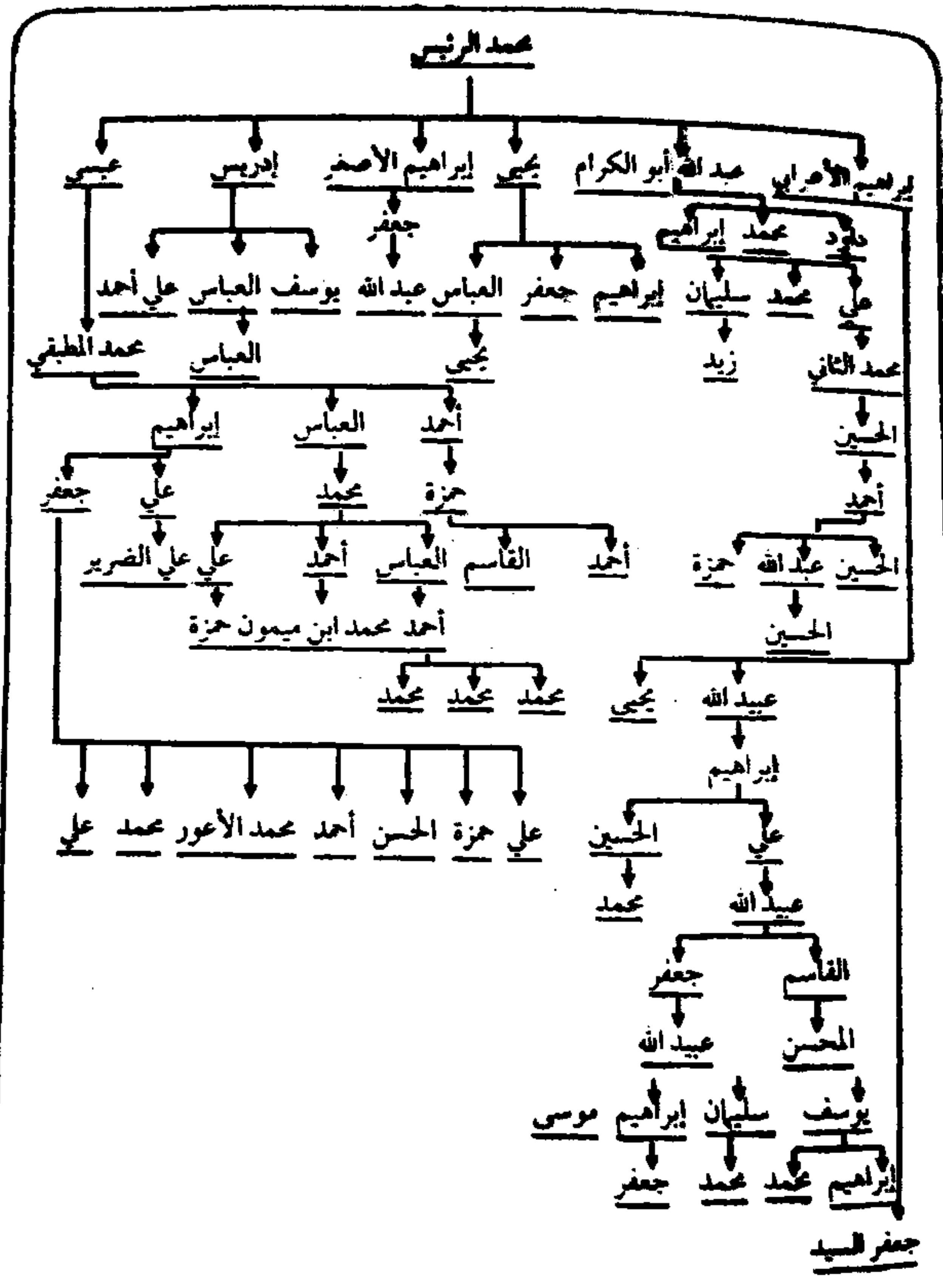
۱۷ر فروری ۲۰۱۹ء

الملاحق

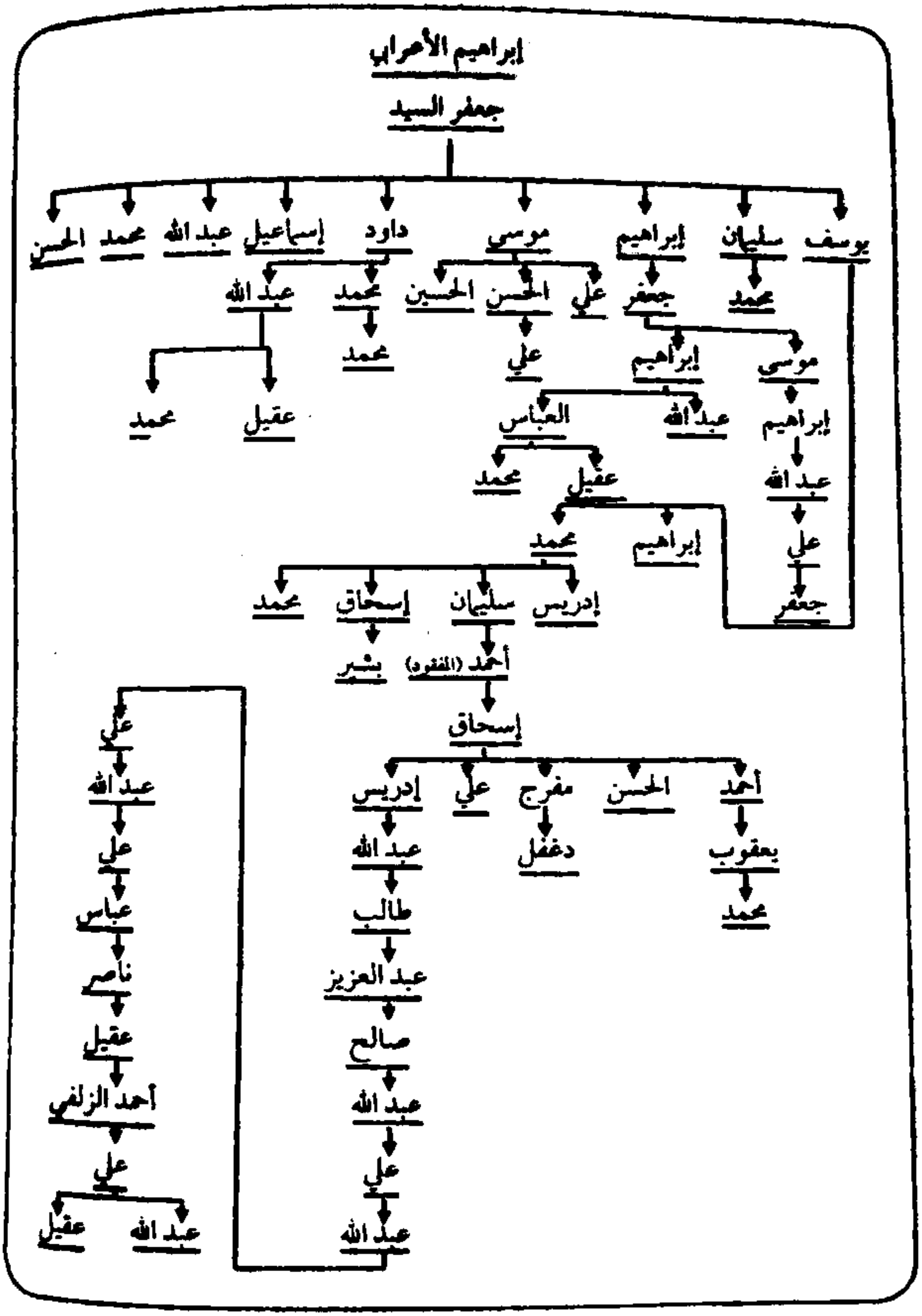
ملحق رقم (١) : يُبين شجرة نسب جعفر بن أبي طالب ﷺ :



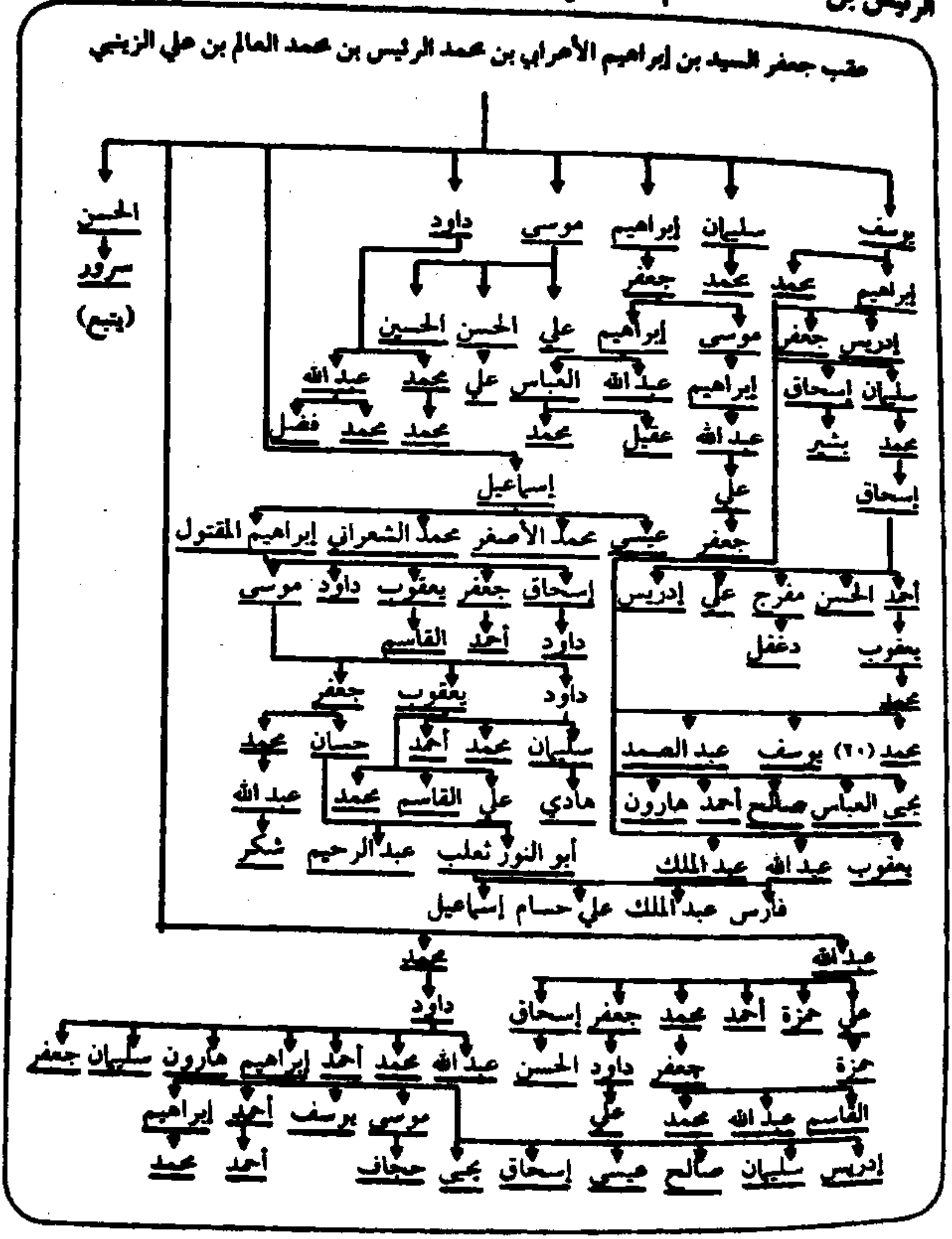

علي الزينبي
محمد العالم
موسى
عيسى
صالح
إسحاق الأشرف
(٩)
حمزة
محمد المنطواني
عبد الله الأكبر
جعفر
عبد الله
عبيد الله
عبد الله الأكبر
عبد الله الأصغر
محمد علي
محمد الصدري
محمد
علي
الحسن
الحسين
علي
الحسين الحنفي
علي
الحسين
أحمد
جعفر
طاهر
محمد القاسم
محمد بن أبي غالب
الحسن
داود
إبراهيم
عبد الله
محمد
محمد
محمد الشاهد
الحسن
الحسن
إسحاق
إسماعيل
زياد الله
مطهر
محمد
أحمد الغزل
محمد
علي
يحيى
يحيى
(٥) اسمهم محمد وكناهم مختلفة
محمد الشريف الأشرف
القاضي علد
أبو القاسم
أحمد
علي
إسحاق
داود
طاهر
أحمد
عبد الله
زيد
القاسم
محمد
الحسين
علي اللطيم
الحسن
محمد الرئيس
(يتبع)
جعفر
علي
الحسين
محمد
الحسين
محمد حملات
طاهر

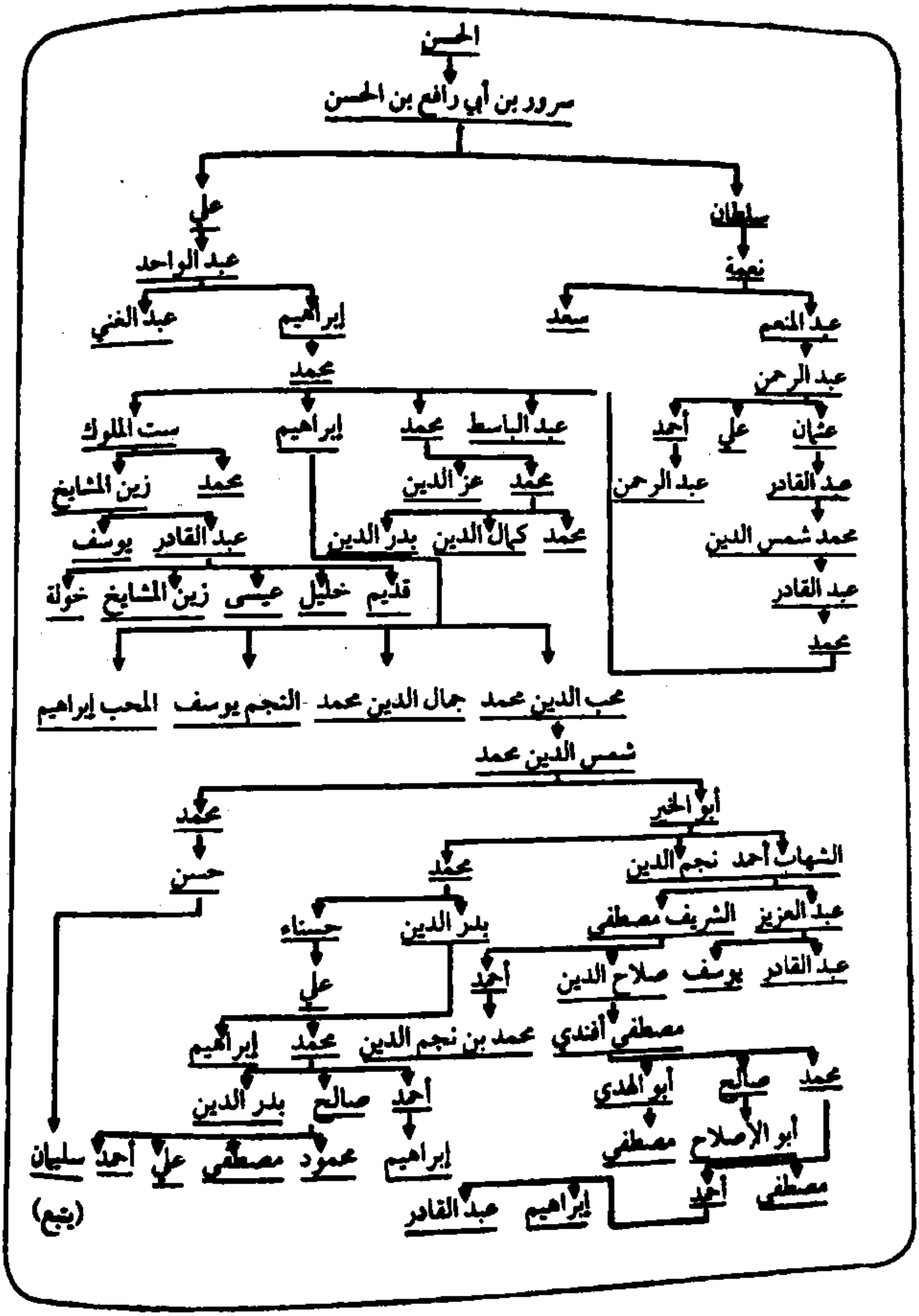

محمد الرئيس
إبراهيم الأعرابي
عبد الله أبو الكرام
يحيى
إبراهيم الأصغر
إدريس
عيسى
داود
محمد
إبراهيم
جعفر
علي
محمد
سليمان
إبراهيم
جعفر
العباس
عبد الله
يوسف
العباس
علي
أحمد
محمد الثاني
زيد
يحيى
العباس
محمد المطبقي
الحسين
أحمد
العباس
إبراهيم
أحمد
حمزة
محمد
علي
جعفر
الحسين
عبد الله
حمزة
أحمد
القاسم
العباس
أحمد
علي
علي الضرير
الحسين
أحمد محمد ابن ميمون حمزة
عبيد الله
يحيى
محمد
محمد
محمد
إبراهيم
علي
الحسين
علي
حمزة
الحسن
أحمد
محمد الأعور
محمد
علي
عبيد الله
محمد
القاسم
جعفر
المحسن
عبيد الله
يوسف
سليمان
إبراهيم
موسى
إبراهيم
محمد
محمد
جعفر
جعفر السيد

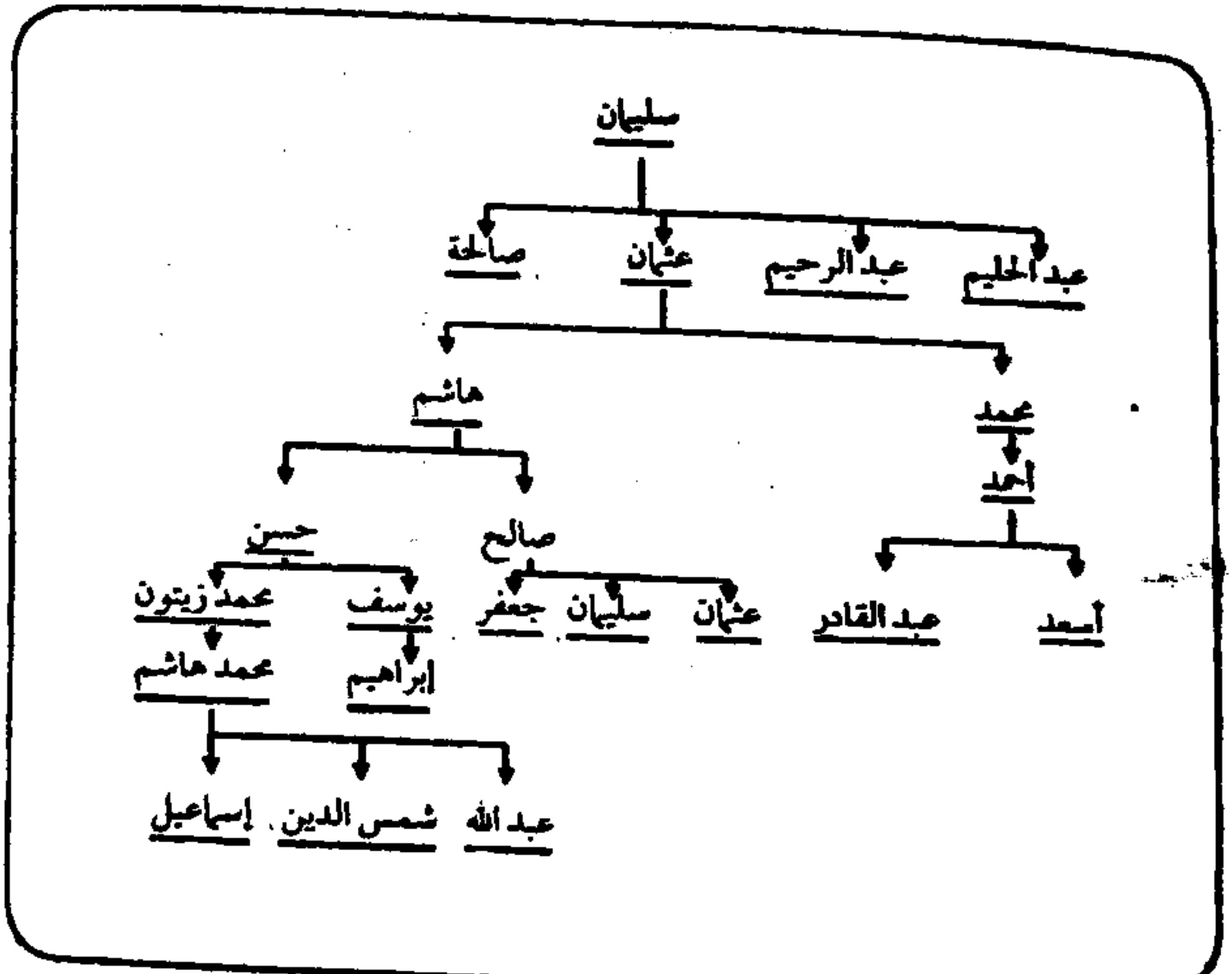
(يتبع)


إبراهيم الأعرابي
جعفر السيد
يوسف
سليمان
إبراهيم
موسى
داود
إسماعيل
عبد الله
محمد
الحسن
محمد
جعفر
علي
الحسن
الحسين
محمد
عبد الله
موسى
إبراهيم
علي
محمد
عقيل
محمد
إبراهيم
عبد الله
العباس
عبد الله
عقيل
محمد
علي
إبراهيم
محمد
جعفر
إدريس
سليمان
إسحاق
محمد
أحمد (المفقود)
بشر
إسحاق
أحمد
الحسن
مفرج
علي
إدريس
يعقوب
دغفل
عبد الله
محمد
طالب
عبد العزيز
صالح
عبد الله
علي
عبد الله
علي
عبد الله
علي
عباس
ناصر
عقيل
أحمد الزلفي
علي
عبد الله
عقيل

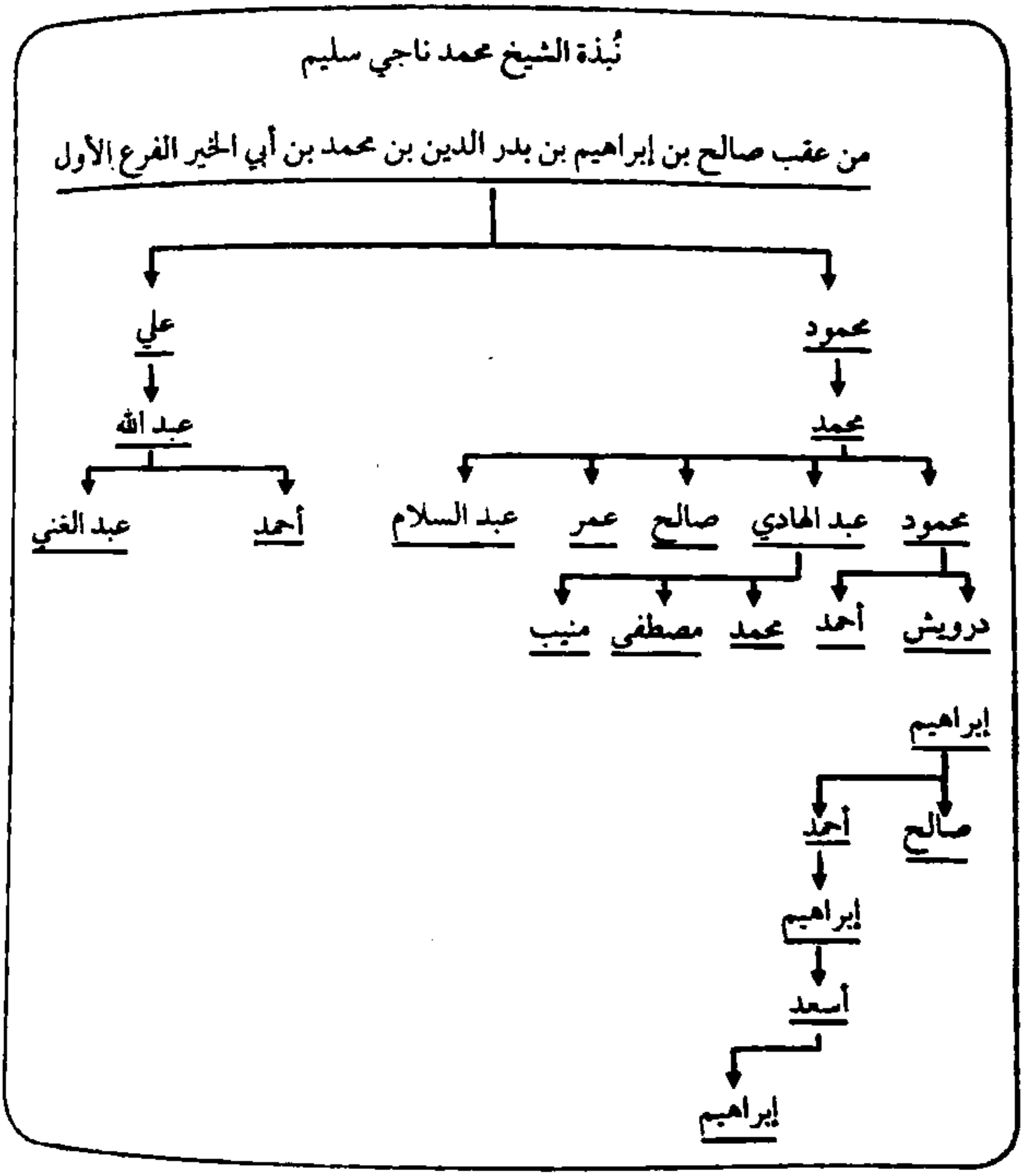
ملحق رقم (٢) : يبين عقب جعفر السيد بن إبراهيم الأعرابي بن محمد الرئيس بن محمد العالم بن علي الزينبي ؓ :




الحسن
سرور بن أبي رافع بن الحسن
سلطان
علي
نعمة
عبد الواحد
عبد المنعم
سعد
إبراهيم
عبد الغني
عبد الرحمن
محمد
عثمان
علي
أحمد
عبد الباسط
محمد
إبراهيم
ست الملوك
عبد القادر
عبد الرحمن
محمد
عز الدين
محمد
زين المشايخ
محمد شمس الدين
محمد
كمال الدين
بدر الدين
عبد القادر
يوسف
عبد القادر
قديم
خليل
عيسى
زين المشايخ
خولة
محمد
محب الدين محمد
جمال الدين محمد
النجم يوسف
المحب إبراهيم
شمس الدين محمد
أبو الخير
محمد
الشهاب أحمد نجم الدين
محمد
حسن
عبد العزيز
الشريف مصطفى
بدر الدين
حسناء
عبد القادر
يوسف
صلاح الدين
أحمد
علي
مصطفى أفندي
محمد بن نجم الدين
محمد
إبراهيم
محمد
صالح
أبو الهدى
أحمد
صالح
بدر الدين
أبو الإصلاح
مصطفى
إبراهيم
محمود
مصطفى
علي
أحمد
سليمان
مصطفى
أحمد
إبراهيم
عبد القادر
(يتبع)

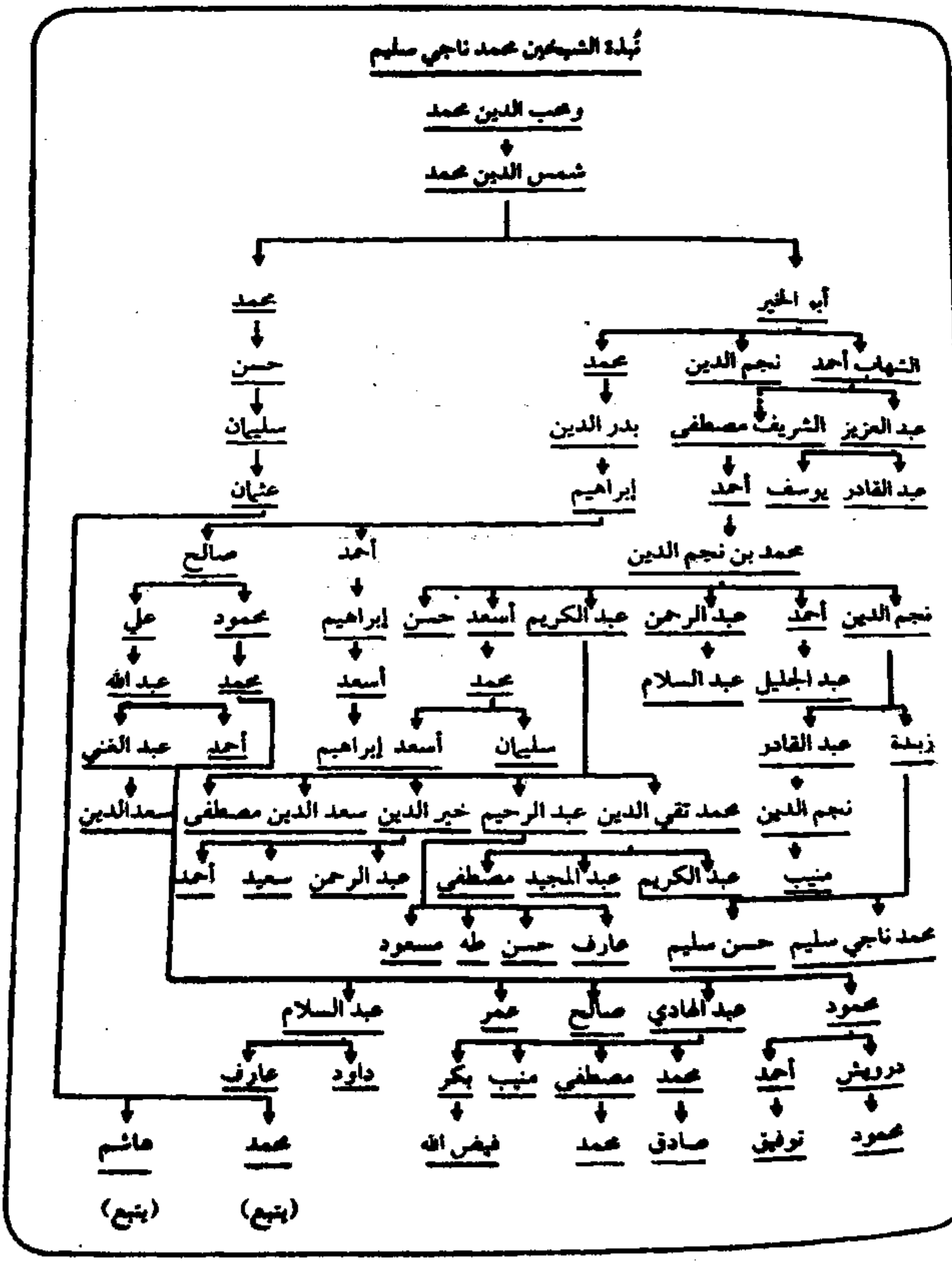

سلیمان
عبد الحلیم
عبد الرحیم
عثمان
صالحة
محمد
احمد
هاشم
أسعد
عبد القادر
عثمان
سلیمان
جعفر
صالح
حسن
یوسف
ابراهیم
محمد زیتون
محمد هاشم
عبد الله
شمس الدین
إسماعیل

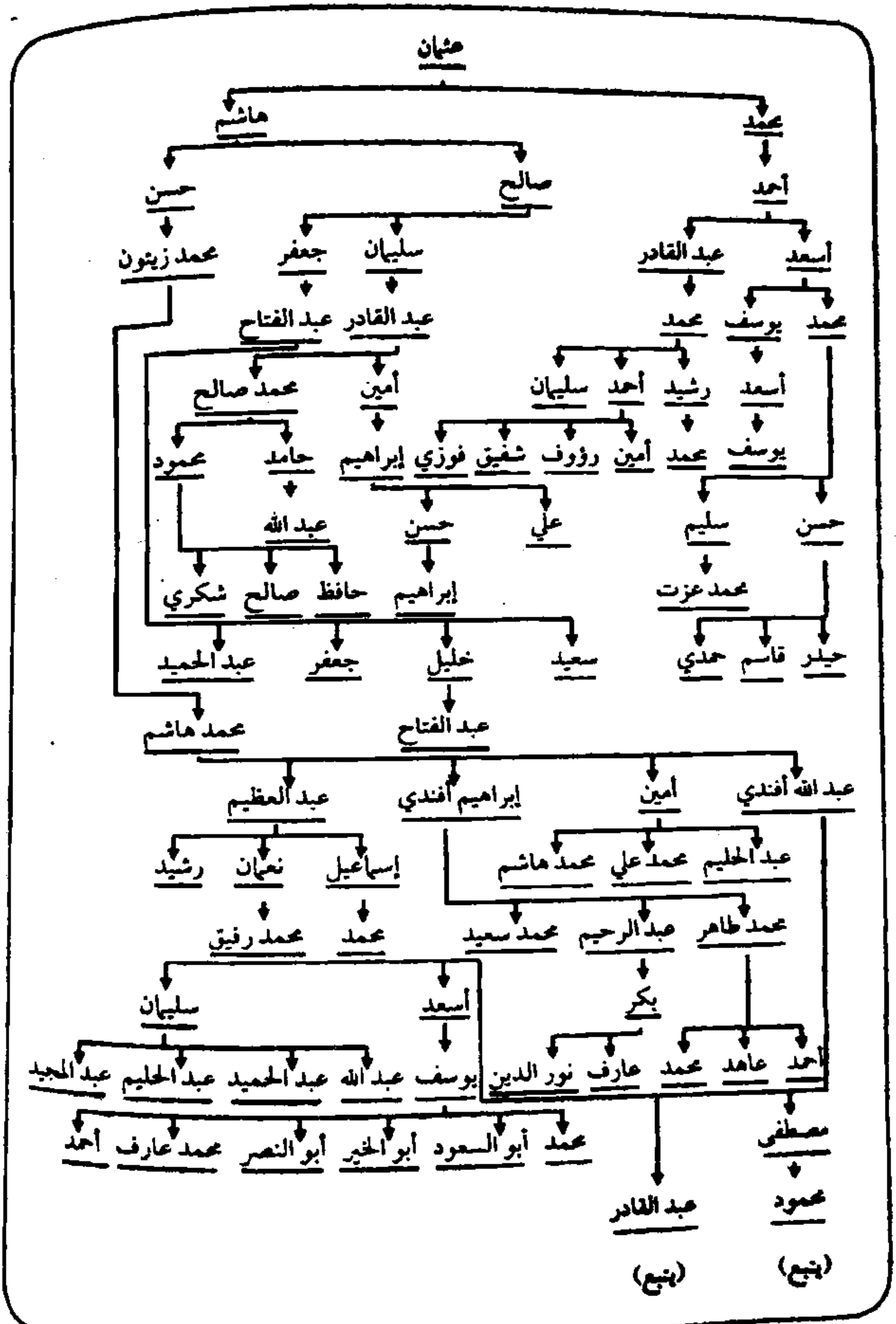
ملحق رقم (٣) : يُبين عقب صالح بن إبراهيم بن بدر الدين بن محمد بن أبي الخير الفرع الأول ::



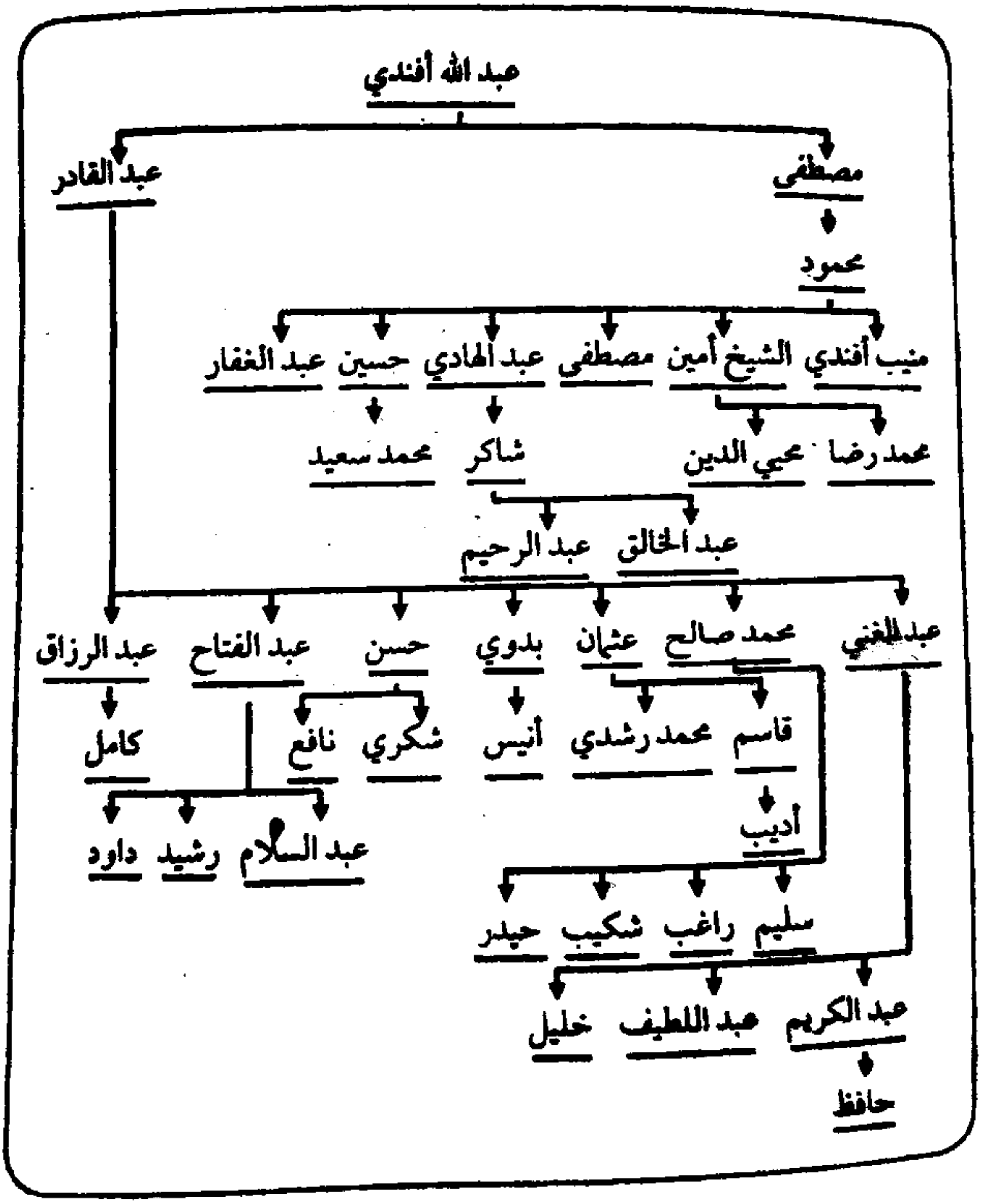
ملحق رقم (٤) : يُبين نُبذة الشيخين محمد ناجي سليم ومحب الدين

محمد :





عثمان
محمد
هاشم
أحمد
صالح
حسن
أسعد
عبد القادر
سليمان
جعفر
محمد زيتون
محمد
يوسف
محمد
عبد القادر
عبد الفتاح
أسعد
رشيد
أحمد
سليمان
أمين
محمد صالح
يوسف
محمد
أمين
رؤوف
شفيق
فوزي
إبراهيم
حامد
محمود
حسن
سليم
علي
حسن
عبد الله
محمد عزت
إبراهيم
حافظ
صالح
شكري
حيدر
قاسم
حمدي
سعيد
خليل
جعفر
عبد الحميد
عبد الفتاح
محمد هاشم
عبد الله أفندي
أمين
إبراهيم أفندي
عبد العظيم
عبد الحليم
محمد علي
محمد هاشم
إسماعيل
نعمان
رشيد
محمد طاهر
عبد الرحيم
محمد سعيد
محمد
محمد رفيق
بكر
أسعد
سليمان
أحمد
عاهد
محمد
عارف
نور الدين
يوسف
عبد الله
عبد الحميد
عبد الحليم
عبد المجيد
مصطفى
محمد
أبو السعود
أبو الخير
أبو النصر
محمد عارف
أحمد
محمود
عبد القادر
(ينبع)
(ينبع)


عبد الله أفندي
مصطفى
عبد القادر
محمود
منيب أفندي
الشيخ أمين
مصطفى
عبد الهادي
حسين
عبد الغفار
محمد رضا
محيي الدين
شاكر
محمد سعيد
عبد الخالق
عبد الرحيم
عبد الغني
محمد صالح
عثمان
بدوي
حسن
عبد الفتاح
عبد الرزاق
قاسم
محمد رشدي
أنيس
شكري
نافع
كامل
أديب
عبد السلام
رشيد
داود
سليم
راغب
شكيب
حيدر
عبد الكريم
عبد اللطيف
خليل
حافظ

تقریظ شمس

از: مفکر اسلام امیر القلم حضرت علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس صاحب زید مجدہٗ

۷۸۶

قرآن کریم اور احادیث کریمہ سے مستفاد ائمہٗ دین اور فقہائے اسلام نے شریعت اسلامیہ کے مقاصد کی جو قسمیں بیان کی ہیں، وہ یہ ہیں (۱) جان (۲) ایمان (۳) عقل (۴) نسب (۵) مال کی حفاظت۔ اس وقت میرا روئے سخن صرف اور صرف حفاظت نسبی کی طرف ہے تاریخ وتذکرہ، نسب نامے اور کرسی نامے آپ بیتیاں اور سوانح عمریاں اسی ضمن میں آتی ہیں، جو علم الانساب کی مختلف صورتیں اور متعدد کڑیاں ہیں۔ اس فن کی اہمیت وافادیت اور قدر وقیمت، بس اس بات سے سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور ائمہٗ اعلام نے جو روشنی اس فن پر ڈالی ہے جس سے ہزارہا اوراق وصفحات جگمگا رہے ہیں۔

زیدی وصغروی سادات کا وہ ایک فرد فرید، رجل رشید اور مرد بامراد جو بلگرام شریف میں پیدا ہوا۔ ملک یمن کے شہر زبید میں حیات مستعار کا ایک بڑا حصہ گذارا۔ پھر اپنے وجود ناز کی برکت سے ملک مصر کو فیضیاب کیا اور پھر اپنے علم وفن کی بہار جاں فزا چھوڑ کر وہیں کی مٹی کے پیوند خاک ہوئے۔ دنیا اس ذات ذوجہات کو امام اجل، عارف باللہ، عاشق رسول حضرت سید شاہ مرتضیٰ حسینی زبیدی کے نام سے جانتی ہے۔

ایمان وعقائد کو سنوارنے والی اور گناہوں سے لت پت زندگی بدل دینے والی وہ آواز، صوفیائے متقدمین کے تذکروں اور ان کی تعلیمات میں آج جو ہم سنتے یا پڑھتے ہیں، اس کی ایک جیتی جاگتی مثال اور پیکر جمیل دور موجود میں اگر دیکھنا چاہتے ہیں، تو آپ دائرۂ قادریہ، زاویۂ صغرویہ میدانپورہ بلگرام شریف چلئے اور ایک وجود [illegible]

زیارت کیجئے جس کو دور حاضر کے اکابر مشائخ وعلماء، رئیس الاتقیاء حضرت سید شاہ محمد اویس مصطفےٰ قادری واسطی زیدت معالیہم وبرکاتہم کے اسم سامی سے پکارتے ہیں۔ یہی وہ پاک باز وجود ناز ہے جو انگنت خوبیوں کے علاوہ میراث پدر کا حافظ وناشر بھی ہے جس کا کھلا ثبوت پیش نظر کتاب مستطاب ہے۔

حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ رضوی قادری زید مجدہ ملک ہند کے شمال مشرق کے ضلع دیناجپور کے متولد ومتوطن ہیں۔ شمال وسط ہند میں اہل سنت کے امام علام کے شہر بریلی شریف کی علم پرور بہاروں، ہواؤں اور فضاؤں نے انہیں پروان چڑھایا ہے اس لئے ان کی شناخت اس شہر نور کے ذکر کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی وہ خوبرو، خوش پوش اور خوش نویس مصنف ومحقق اور مؤلف ومرتب نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ بے لاگ لپیٹ لکھتا ہوں کہ میری کوتاہیوں نے مجھے روکے رکھا اور کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کرسکا۔ لیکن مترجم موصوف کے وفور علم اور جواں جذبات سے توقع ہی نہیں یقین کی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ ترجمہ نگاری کا حق ادا کیا گیا ہے۔ خدا کرے یہ کاوش قبول عام حاصل کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

غلام جابر شمس مصباحی

الروض المعطار

في نسب

السادة آل جعفر الطيار

تأليف

الشيخ الإمام والبحر الهمام

أبي الفيض السيد محمد مرتضى الحسيني الزبيدي

المتوفى بمصر سنة ١٢٠٥ هـ

رحمه الله تعالى

دراسة وتحقيق

الشريف / عبد الله بن محمد آل حسين

الحسيني لقبا والحسني نسبا

₹ 200/-